اک
تیرے
آنے
سے

اک تیرے آنے سے

اِک تیرے آنے سے

(تین ایکٹ کا ڈرامہ)

بانو قدسیہ

الحمرا پبلشرز، پرانی انارکلی۔ لاہور

اہتمام : احمد سلیمان فاروقی
نور سلیمان فاروقی

الحمرا پبلشرز۔ پرانی انارکلی۔ لاہور

تعداد : گیارہ سو

طابع : مسعود پرنٹرز۔ لاہور

طریق طباعت : ونڈائیک آفسٹ

بارِ اوّل : نومبر ۱۹۶۹ء

قیمت : سات روپے

افرادِ تمثیل

گلزار

الیاس

شگفتہ

بے جی

بلّو

زیبی

رضوان

باللہ

آپا

سین ــــ ۱

ایک نچلے امیر گھرانے کا Drawing room جس میں صوفے بھی ہیں۔ایک ڈرائنگ ٹیبل اور کرسیاں بھی ہیں۔ کونے میں ایک تخت بھی ہے جس پر جھالروں والا کپڑا بچھا ہے۔اس کمرے کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ اس گھر میں چیزیں آتی رہتی ہیں۔لیکن ٹھکانے پر رہ نہیں سکتیں۔ boxes پردے کے اوپر چڑھے ہیں ۔ چیزیں قالین پر پڑی ہیں۔کچھ گلاس اور ایک دودھ جگ میز پر پڑے ہیں ایک پیڑھی عین درمیان میں پڑی ہے جس سے رسی بندھی ہے۔یہ پیڑھی بلّو اور زیبی کی گاڑی ہے اور کبھی کبھی وہ منیا کو اس پر بٹھا کر سیر بھی کراتے ہیں ۔ اس کمرے پر بے ترتیبی، ہڑلونگ اور بدسلیقگی کا دور دورہ ہے۔ ایاس کی آمدنی کافی ہے لیکن اس گھر کی خواتین میں سلیقے کی کمی ہے تمام افراد خانہ یہ نہیں سمجھتے کہ پہلے کونسا کام کیا جائے اور بعد میں کونسا ؟ مقدم فرض کی اہمیت کو نہ سمجھنے کے باعث اس گھر میں ہمیشہ emergency کی سی کیفیت رہتی ہے۔

جسوقت پردہ کھلتا ہے سیٹ پر کوئی موجود نہیں۔سیٹ کے تین جانب راستہ ہے ایک دروازہ عین

بیک کے وسط میں ہے۔ دوسرا بائیں جانب فٹ لائیٹر کے قریب، ساتھ ہی ایک لمبی سی کھڑکی ہے جس کے سامنے بیٹھنے کے لئے چھوٹی سی پکی سل بھی ہے۔ یہ کھڑکی منظر کھلنے پر کھلی ہے۔ دائیں جانب دروازہ دیوار کے آخیر میں ہے۔ اس دیوار کی جانب کھانے کی میز بچھی ہے اور ایک ایسی الماری نظر آتی ہے جس میں کچھ برتن پڑے ہیں۔ دیواروں پر کیلنڈر، پرنٹ کی ہوئی دو ایک سینریاں، دیوار سے لٹکنے والے گلدان لگے ہیں۔ ایک کونے میں ایک ملتانی وضع کا گلدان ہے جس میں کیکر کے کانٹے طوار جھاڑ لگے ہیں۔ ان میں موم بتیوں کے ٹکڑے اور رنگین روئی کے پھاہے ٹکائے ہوئے ہیں۔ کونے میں کھڑکی والی جانب فون بھی پڑا ہے۔ یہ منظر کھلنے پر نظر نہیں آتا، کیونکہ فرش پر پڑا ہے اور فون والی میز خالی پڑی ہے۔

پردہ اٹھنے پر دائیں جانب سے گلزار آتا ہے۔ اس نے کولہے پر مینا کو اٹھار کھا ہے دوسرے بازو پر بہت سے ڈالڈے کے چھوٹے بڑے ٹین اٹھا رکھے ہیں۔ ایک ٹین الٹا کر کے سر پر بھی پہن رکھا ہے۔ وہ گاتا ہوا ڈرائینگ روم سے نکلتا ہے اور بائیں جانب دروازے سے باہر نکل جاتا ہے۔

گلزار : اسی رج کے بھنگاں پیتیاں ، ہے جالو ——————

اسی رج کے بھنگاں پیتیاں ہے جالو —————— ہے جالو —————— ہے جالو۔

(گلزار کے جانے کے چند لمحے بعد سٹیج پر کوئی نہیں آتا۔ صرف کھڑکی کی طرف سے ٹین کو ہتھوڑی سے بجانے کی ہلکی ہلکی آواز آتی ہے اور گلزار کی ہلکی سی آواز آتی ہے)

گلزار : آپا جی کہتی ہیں۔ بڑے ٹین کے چھ آنے اور چھوٹے ٹین کے تین آنے۔ بڑا ٹین پانچ پونڈ کا ہے اور چھوٹا ٹین ڈھائی پونڈ ہے۔ دیکھ لو۔ مرضی ہے تو کرو کام ورنہ تمہاری مرضی۔

(یہ آواز عقب میں جاری رہتی ہے۔ اس اثنا میں پچھلے دروازے سے الیاس داخل ہوتا ہے۔ اس کے آدھے چہرے پر صابون ہے اور آدھا چہرہ صاف ہے۔ ہاتھ میں اخبار ہے پاجامہ قمیض پہن رکھی ہے۔)

الیاس : شگفتہ شگفتہ —————— شگفتہ جان کہاں ہو بھئی !

جس دروازے سے گلزار داخل ہوا تھا یعنی دائیں طرف سے شگفتہ داخل ہوتی ہے شلوار کا ایک پائنچہ اوپر اڑسا ہوا ہے۔ ہاتھوں پر سرف کی جھاگ چڑھی ہے۔ چلمچی ہاتھ میں ہے۔ سارے کپڑوں پر جھاگ چڑھی ہے

لپکتی جھپکتی آتی ہے)

شگفتہ : جب استری کرتے لگیں بجلی غائب جب کپڑے دھونے لگو پانی غائب ۔اس کارپوریشن اور واپڈا نے تو ایک ملی بھگت بنا رکھی ہے ۔میرے خلاف پھر اخباروں میں چھپا ملنے لگتے ہیں کہ آج کل کی عورتیں کام نہیں کرتیں ، کام خاک کریں ۔کل صابن لگایا دوپہر کو ۔ابھی لگا بھی نہ تھا اور پانی ختم !

آپ جاکر پوچھتے کیوں نہیں ان نل والوں سے ۔ہمیں کپڑے دھونے بھی دیں گے کہ نہیں ۔

الیاس : پتہ ہے جانِ من وقت کیا ہے اس وقت ۔

شگفتہ : آپ سمجھتے ہیں ، میں آپ کی طرح گھڑی بن جاؤں ۔کل ان کپڑوں کو صابن لگایا ۔آج پھر لگایا ۔خدا جانے کب پانی نصیب ہوگا دھونے کو !

الیاس : نو بج رہے ہیں بیوی جان اور پانی ساڑھے آٹھ بجے چلا جاتا ہے ۔

شگفتہ : نو بج گئے ۔

الیاس : لعنت بھیجو نو بجے پر یہ دیکھو ، یہ کیا چھپا ہے —— کیا خبر چھپی ہے اخبار میں ۔

(کرتے سے ہاتھوں کا صابن پونچھتی ہے ۔)

شگفتہ : ہوگا کسی پرانے فریج کا اشتہار ۔

الیاس : نہیں جناب بالکل نئی کار **four door** دو سو روپے ماہوار قسط ۔

شگفتہ : دو سو روپے ماہوار ۔رہنے دو الیاس کیوں میرا دل جلاتے ہو ۔

الیاس :(اپنی دھن میں اخبار دیکھتے ہوئے)

Durable and rugged Economical and Luxurious Best Motoring bargain

شگفتہ : پہلے کچھ ایڈوانس دینا پڑتا ہوگا ۔

الیاس : ایسی تو کوئی بات نہیں لکھی ۔

شگفتہ : ہائے پھر تو فوراً لے ڈالو ۔کار ملتے ہی مسز جمشید کے یہاں چلیں گے ۔ہر جو را ہے پر تو تلیں سیٹی

گے اپنی اپنی کھڑکی سے کہنی باہر نکال کے۔

الیاس: ہیوی گڈ ـــــ منظور ـــــ (ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔)

(شگفتہ خوشی سے ہاتھ ملاتی ہے۔ الیاس جھٹکا دیتا ہے۔ شگفتہ الیاس کی طرف جھکتی ہے۔ اسی وقت بے جی سبزی کی ٹوکری اٹھائے پچھلے دروازے سے داخل ہوتی ہے۔)

بے جی: گلزار ـــــ اے گلزار ـــــ کہاں دفع ہوگیا۔

(عقب سے گلزار کہتا ہے جی بے بے جی۔ بے جی کو دیکھ کر دونوں میاں بیوی بوکھلا جاتے ہیں)

بے جی: (چڑ کر) تم کو اگر فرصت ہو تو ذرا منیا کی خبر لو شگفتہ۔ وہ بے چاری اپنے حالوں گھسٹ رہی ہے اندر۔

شگفتہ: ہائے میرے اللہ (چلچی اٹھا کر اندر بھاگ جاتی ہے)

الیاس: کیا حال ہے آپ کا بے جی؟

بے جی: ہم بوڑھوں کو کیا حال ہونا ہے جو دم جائے سو غنیمت ہے۔ شیو تو بنا لیا کر د آرام سے۔ ایسا جادو کر دیتی ہیں یہ بیویاں کہ لڑکے اپنی ساری سدھ بدھ بھول جاتے ہیں۔

(گلزار آتا ہے)

گلزار: بے بے جی مستری نہیں مانتا (ایک ڈبہ دکھا کر) اس کے آٹھ آنے مانگتا ہے اور دوسرے کے۔

بے جی: تجھ کو گوشت بھی لانا ہے کہ نہیں۔ گیارہ بجے سودا آئے گا تو روٹی کب پکے گی۔

گلزار: بس تیار ہے جی کام، پہلے مہر کے پاس جاؤں گا۔ آدھ سیر پیاز، ایک کھیرا، گھیا، لودنیہ، ہری مرچ کل سوا گیارہ آنے کا سودا ہے۔ وہاں سے کریانے والوں کی ہٹی پر آنے کا آٹا روانہ، مسر کی دال دو آنے کا بیسن پھر قصائی کے پاس۔

بے جی: جاؤ گے تو سودا لاؤ گے ناں۔ دوکانیں تو چل کر نہیں آئیں گی تمہارے پاس۔

گلزار: ابھی جاؤں گا جی۔ دیر نہیں لگے گی ہرگز ـــــ باؤ جی ادھر ڈریسنگ ٹیبل پر آپ کا خط رکھا ہے جی ایک ـــــ ابھی ڈاکیا دے کر گیا ہے۔

الیاس : کئی بار تم سے کہا ہے کہ خط میرے ہاتھ میں دیا کرو۔

گلزار : بہت اچھا جی۔

(الیاس سر ہلاتا جاتا ہے)

بے جی : تو جا کر سودا لے آ ــــــ شاباش اور چار آنے کا تمباکو بھی لانا میرے لئے۔

گلزار : (جاتے ہوئے) اچھا جی ایک منٹ میں گیا اور دو منٹ میں آیا (آف سٹیج) دھکے لگانے والے کو بھیج دوں جی کہ ہمیں نہیں ضرورت پھر کبھی آ جائے۔

بے جی : ہاں ہاں بھیج دے تو سودا لا جا کے جلدی سے۔

(جاتا ہے بلو اور زیبی آتے ہیں)

بلو : بے جی ہم یہ لفافہ لے لیں۔

بے جی : ہر وقت میرے سر پر سوار رہتے ہو کبھی اپنی ماں کی جان بھی کھایا کرو۔

زیبی : اس دفعہ بتا دیں بے جی یہ لفافہ لے لیں ہم؟ ہوائی جہاز بنانا ہے۔

بے جی : لے لو لے لو ــــــ لیکھ ہی میری جان چھوڑو گی میری ــ لے لو ــــ سارے گھر کے لفافے لے لو۔

(صوفے پر بیٹھ کر سبزی چھیلتی ہے۔ اس وقت وہ کریلے چھیل رہی ہے۔ سارا گند نیچے قالین پر پڑتا ہے جو گلاسٹرا ٹکڑا آتا ہے اسے وہ لاتعلقی سے اور بے دردی سے دور کونے میں پھینکتی ہے)

(اس اثنا بلو اور زیبی بیٹھ کر ہوائی جہاز بناتے ہیں۔ شگفتہ ہنیا کو اٹھائے پچھلے دروازے سے داخل ہوتی ہے اور کھڑکی کے پاس آ کر کہتی ہے۔)

شگفتہ : گلزار گلزار ــــــ ذرا کھڑکی تک آنا۔

گلزار : (دور سے عقب میں) آیا آیا جی (کھڑکی میں بیرون سٹیج نظر آتا ہے) جی۔

شگفتہ : یہ ہنیا کو پکڑو تھوڑی دیر کے لئے۔ خدا جانے کہاں سے رنگتی رنگتی آ گئی میرے پاس۔

گلزار : مجھے بازار جانا تھا آپا جی۔

شگفتہ : بس میں ذرا دو الماریاں جھاڑ لوں۔

گلزار : اچھا جی۔ بڑے ٹین کا ڈھکنا آٹھ آنے میں اور چھوٹے ٹین کا ڈھکنا پانچ آنے میں لگا رہا تھا ہم نے انکار کر دیا جی۔

شگفتہ : (جاتے ہوئے) اچھا کیا ـــــ اچھا کیا۔

(بلو اور زیبی جو اس اثنا ہوائی جہاز مکمل کر چکے ہیں۔ اس کی ٹرائی کرتے ہیں۔ پھر زیبی ایک صوفے پر اور بلو کمرے کے دوسرے صوفے پر چڑھ کر ہوائی جہاز چلاتے ہیں۔

بے جی تم کو اور کوئی جگہ نہیں ملتی ہوائی جہاز اڑانے کے لئے۔ بھارتی ہوا بازو اندر گھس کے چلاتے ہو۔ چلو باہر۔ باہر جا کر اڑاؤ (چھلکا دور پھینک کر) یہاں گند پڑتا ہے۔ تمہارا باپ ناراض ہوگا۔

زیبی : باہر ہوا بڑی تیز ہے بے جی۔

بے جی : سکول کیوں نہیں گئے آج ؟

(دونوں مسلسل ہوائی جہاز اڑاتے جاتے ہیں)

بلو : کوئی بڑا آدمی مر گیا ہے بے جی۔ سکول میں چھٹی ہو گئی ہے۔

زیبی : بڑی دیر دیر بعد مرتے ہیں یہ بڑے آدمی۔

بے جی : بے شرم ایسی باتیں نہیں کیا کرتے۔

بلو : ہاں گناہ ملتا ہے زیبی پتہ بھی ہے۔

(الیاس اب پینٹ قمیص پہنے آتا ہے۔)

الیاس : شگفتہ ـــــ شگفتہ ـــــ بھئی کہاں ہو شگفتہ۔ ایک تو یہ عورت لمحہ بھر میں غائب ہو جاتی ہے۔ کمال ہے اس چھوٹے سے گھر میں یوں غائب ہو جانا شگفتہ۔

بے جی : ساتھ رکھا کرو۔ رسی باندھ کر۔ لاکھوں کی چیز ہے کہیں گم نہ ہو جائے۔

الیاس : یہ کیا ہو رہا ہے بلو ـــــ صوفوں پر کیوں چڑھے کھڑے ہو۔

بلو : (بھیگی بلی بن کر) ہوائی جہاز اڑا رہے ہیں ابو جی (دونوں صوفوں سے اترتے ہیں)

الیاس : واہ ، بڑی اچھی جگہ تلاش کی ہے ہوائی جہاز اڑنے کی ، یہاں اڑا دیں یہاں (اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر۔)

بے جی : میں تو کب کی کہہ رہی ہوں ان سے۔ ان دونوں نے تو حکم ماننا سیکھا ہی نہیں (کریلے کا چھلکا دور پھینکتی ہے۔ الیاس کی نظریں ٹکڑے کے ساتھ جاتی ہیں) کہہ رہی ہوں ، بتا رہی ہوں۔ گند پڑے گا گند پڑے گا۔ سنے بھی کوئی۔

الیاس : (غصے کے ساتھ) اس گھر میں کسی چیز کی قدر نہیں۔ سونا خرید کر لاؤ چوتھے دن پیتل بن جاتا ہے۔ تین مہینے ہوئے یہ قالین آیا تھا۔ اب ٹاٹ لگتا ہے ٹاٹ۔ کسی چیز کی قدر نہیں، کسی بات کی اہمیت نہیں۔ افراتفری ——— نفسا نفسی ——— ہڑبونگ ——— تم زیبی ——— اور تم بلو تم دونوں بہت بڑے فتنے ہو سمجھے ؟

بلو : (سر جھکا کر) جی !

الیاس : تم نے یہ قالین برباد کیا ہے ، تم نے صوفوں کا ستیاناس کیا ہے۔

(بچے عادی مجرموں کی طرح گردن جھکائے کھڑے ہیں)

بے جی : اور کیا سارا دن کودتے ہیں ان صوفوں پر ——— ماں بھی تو کبھی منع نہیں کرتی ان کی۔

الیاس : مجھ سے سو روپیہ کم تنخواہ ہے جمشید کی۔ ذرا کبھی اس کا گھر جا کر دیکھو۔ اس کے بچے دیکھو۔ ہر وقت صاف ستھرے نہائے دھوئے۔ گھر ہے کہ سلیقے کا ایک اعلیٰ نمونہ۔ ہر چیز قرینے سے لگی ہے۔ خانساماں۔ آیا۔ دھوبی۔ سب ان کے کام وقت پر کرتے ہیں۔ یہاں ——— یہاں کچھ سمجھ ہی نہیں کسی میں ——— سارا آوا ہی الٹا ہوا ہے۔

بے جی : تم سے کس نے کہا تھا کہ شگفتہ سے شادی کرلو۔ (چھلکا دور پھینک کر) آزمایا ہوا اصول ہے مال دیکھ کر لڑکی بیاہو۔ تم کو تو میں نے پہلے ہی ان کے گھرانے کے طور طریقے بتا دیئے تھے۔

(زیبی اور بلو کھسکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بیک ڈور سے شگفتہ آتی ہے۔ اپنے بال تولیئے میں باندھے ہوئے

جیسے ابھی دھو کر آرہی ہو۔ ہاتھ میں اکھڑی ہوئی کھونٹی اور کندھے پر تین تولیے ہیں)

شگفتہ : یہ کھونٹی کس نے گرائی ہے ـــــــــ تم نے بلو

بلو : میں نے تو ابھی غسل ہی نہیں کیا امی۔

شگفتہ : تم نے زیبی۔

زیبی : نہیں امی

الیاس : شگفتہ

شگفتہ : اس گھر میں تو ایسی الغرضی کا دور دورہ ہے کہ نقصان کی کسی کو پرواہ ہی نہیں۔ اگر کھونٹی گر ہی گئی تھی تو تولیے تو اٹھا لیتے۔ سارے لتھڑ گئے ہیں نیچے گر کر۔ کفایت کوئی کیا کرے۔ کوئی ساتھ بھی دے اس گھر میں۔ اب روپیہ لگے گا نہیں دھلوانے میں کل اجلے نکالے تھے۔ ہفتہ بھر تو چلتے اگر احتیاط کی جاتی۔

الیاس : شگفتہ، گلزار نے میرا ایک خط ابھی ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا تھا۔ ے ے ت

شگفتہ : (اس کی بات پر overlap کرتے ہوئے) کھونٹی کے ساتھ سارا پلستر بھی اتر گیا۔ ذرا احتیاط سے تولیہ بھی نہیں اتار سکتے۔ ہاتھوں میں کانٹے لگے ہیں۔ ایک چیز پکڑتے ہیں آٹھ ساتھ گرا دیتے ہیں۔ اب مستری کو بلوانا پڑے گا۔ اُن کا نخرہ آج کل ویسے ہی بہت ہے۔ چونی کا کام کر کے روپیہ مانگتے ہیں۔ (اپنے بال کھول کر تولیے کندھے پر ڈالتی ہے)

الیاس : (مخاطب کرتے ہوئے) شگفتہ

بلو : امی ـــــــــ ابھی تو بے جی غسل کر کے نکلی ہیں۔ آپ خواہ مخواہ ہمیں ڈانٹ رہی ہیں۔

بے جی : (چمک کر) کھونٹی لگی ہی ایسی تھی کہ ہاتھ لگتے ہی گر گئی۔ میں نے اسی وقت گلزار سے کہا تھا کہ اس مردار مستری کو کچھ نہیں آتا۔ بوہڑ والے چوک سے مستری لا۔ لیکن اس گھر میں مشورہ دینا فضول ہے جو کہیں پرنجیوں سے کھونٹی لگتی تو کاہے کو گرتی۔ میں نے اس لال داڑھی والے سے کیا کیا کہا کہ میاں پہلے دیوار میں سوراخ نکالو پھر اس میں گٹے پھنساؤ پھر گٹوں میں سوا انچی کے سوراخ کر کے پرنجیوں سے ٹھونکو کھونٹی ـــ وہ مردار جانتے ہو کیا بولا، کہنے لگا مائی جی جا کر اپنا کام کرو، نہیں تو اللہ اللہ کرو ـــــــــ مجھ سے

بیس سال بڑا ہوگا کم از کم۔ اپنی تو آنکھ کی بینائی تک نہیں تھی اور مجھے کہہ رہا تھا مائی جی۔

الیاس : کوئی سنے گا ؟ (دونوں بچے باپ کے پاس آجاتے ہیں)

بے جی : جب کھونٹی ٹی سے ہی جوڑ گیا تو وہ گرتی نہ تو اور کیا کرتی ؟

الیاس : شگفتہ میرا ایک خط آیا تھا ابھی۔

شگفتہ : آپ کو تو ہر وقت خط کی پڑی رہتی ہے۔ ڈاکخانے میں ملازمت کرنی چاہیے تھی آپ کو۔

الیاس : بدقسمتی سے وہ خط گلزار نے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔

(یکدم گلزار کھڑکی سے سر اٹھا کر پوچھتا ہے گود میں بچی بیٹا ہے)

گلزار : آپا جی حمام کو ٹانکا تو نہیں لگوانا۔ سارا پانی آدھے گھنٹے میں نکل جاتا ہے۔ لگوا لیں جی۔

شگفتہ : نہیں۔ مفت میں آٹھ سات آنے ہتھیا لے گا۔

الیاس : کہاں رکھا تھا ہمارا خط۔

گلزار : (جاتے ہوئے) ڈریسنگ ٹیبل پہ جی۔ (کھڑکی سے پرے ہو جاتا ہے۔)

الیاس : سنا ؟

شگفتہ : تو وہیں ہوگا۔ اور تم دونوں کان کھول کر سن لو۔ خبردار جو پھر کبھی کھونٹی کو ہاتھ لگایا کبھی بھی۔

الیاس : شگفتہ، میں دو گھنٹے سے بکواس کر رہا ہوں کہ میرا خط تھا، میرا خط تھا مگر کوئی سنتا ہی نہیں۔

اس گھر میں کوئی چیز کبھی ٹھکانے پر بھی ہوتی ہے ؟

شگفتہ : آپ کی تو ہر لے اس تان پر ٹوٹتی ہے۔

بے جی : بات تو شگفتہ الیاس کی ٹھیک ہی ہے (کمربلا دور پھینک کر) خدا جانے یہ گلزار سودا کہاں سے لاتا ہے۔ ساری گلی سڑی چیزیں دکاندار اسی کے لئے احتیاط سے رکھ چھوڑتے ہیں۔

(زیبی بلو کے چٹکی کاٹتی ہے۔ بلو چوری چوری جوابا مکا مارتا ہے۔ زیبی بھی کمر پہ دھپا مارتی ہے۔ یہ لڑائی دبے دبے جاری رہتی ہے)

الیاس : خط ڈھونڈنے میں کوئی مدد نہیں کروائے گا۔ سب مشورے دیں گے گلزار ——

گلزار ــــــــ

گلزار : (دور سے) آیا باؤ جی

الیاس : میرا خط بہت ضروری تھا شگفتہ۔

شگفتہ : آپ کا تو ہر ایک خط ضروری ہوتا ہے۔

الیاس : جناب میں کمپنی کا ملازم ہوں کام کرتا ہوں۔ ان خطوں سے میری روزی بندھی ہے میرے خط آپ کے خطوں کی طرح خواتین کے رسالوں کی خریداری کے متعلق نہیں ہوتے۔

(گلزار آتا ہے بازو پہ مینا ہے ــــ)

گلزار : (لاڈ کرتا آتا ہے) منیا ــــ منیا ــــ بول ٹیں ــــ ٹیں ٹیں۔

(چابیوں کا گچھا اچھالتا ہے)

بے جی : منیا ٹیں ٹیں نہیں کرتی کبھی۔

الیاس : میرا خط کہاں ہے

شگفتہ : توبہ ایک خط کے لئے آپ نے سارا گھر سر پہ اٹھا لیا ہے۔ اللہ یہ چابیاں تمہارے پاس تھیں گلزار، اور میں نے سارا گھر چھان مارا۔

الیاس : (غصّے سے) میرا خط کہاں ہے گلزار۔

شگفتہ : چابیاں کیوں لے گئے تھے گلزار۔

بے جی : یہ زمانے بھر کی گلی سڑی سبزی کہاں سے لاتا ہے مردار؟

(گلزار باری باری سب کا منہ تکتا ہے پھر کسی کا جواب دیئے بغیر بچی کو پچکارنے لگتا ہے)

بلو : امی جی صبح مجھے گلزار نے انڈہ ابال کر نہیں دیا تھا۔

الیاس : میرا خط کہاں ہے گلزار۔

گلزار : (بچّی کو ہوا میں اچھال کر) باؤ جی میں نے آپا جی کی شیشوں والی میز پہ لفافہ رکھا تھا ڈریسنگ ٹیبل پہ ــــ پیلا سا لفافہ تھا جی لمبا والا۔

الیاس: وہاں نہیں ہے۔

شگفتہ: تو یہ مل جائیگا۔ کوئی ہوا میں تحلیل ہونے والی چیز تو ہے نہیں۔ درازیں دیکھی تھیں آپ نے؟

بے جی: خبردار جو آج کے بعد تو مہر کی دوکان سے سبزی لایا۔

گلزار: بوے کے ریڑھے سے لیا کروں جی؟

الیاس: (بچوں سے) تم نے تو لفافہ نہیں دیکھا میرا؟

(دونوں بچے چوروں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں)

زیبی: اس نے کھولا تھا ابو جی۔

بلو: تو نے ہی تو کہا تھا چلو اسے کھول کر دیکھیں۔

زیبی: میں نے کب کہا تھا تم کہتے تھے کہ ایسے کاغذ کا ہوائی جہاز بہت اچھا کرتا ہے۔

شگفتہ: اچھا اچھا بکواس بند کرو ــــــ لفافہ کہاں ہے؟

(الیاس سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے)

گلزار: یہ بچے شریر ہی بہت ہیں آپا جی۔ جب آپ باہر جاتی ہیں تو یہ مجھے بھی بہت تنگ کرتے ہیں۔

(بلو گرا ہوا ہوائی جہاز تلاش کرتا ہے)

بے جی: ارے کم بختو کہاں ہے لفافہ۔ دیکھتے نہیں باپ سر پکڑ کر بیٹھا ہے۔ بولو کہاں ہے لفافہ زیبی۔

الیاس: یہ کیا بولیں؟ کوئی تربیت ہو کوئی سلیقہ ہو تو بات بھی کریں۔ (جلدی سے اٹھ کر بلو کا کان پکڑتا ہے) کہاں ہے بے وہ خط بول جلدی۔

شگفتہ: (کمک کو ہینچتے ہوئے) ذرا سی بات پر بچے کا کان پکڑ لیا۔ خدا کی قسم آپ بھی عجیب باپ ہیں (لاڈ سے) کہاں ہے خط بلو جان؟

(زیبی چوروں کی طرح ہوائی جہاز اٹھا کر لاتی ہے)

گلزار: ٹیں ٹیں بول ــــــ میں میں بول ــــــ چل بنیا ــــ چل ــــ چل (جاتا ہے بچی کو اچھالتا ہے ــــ) چل ــــــ چل بول۔

(الیاس ہوائی جہاز ہاتھ میں لیکر غصے سے کہتا ہے)

الیاس: ملاحظہ کیجئے یہ خط ہے ——— ایک ذمہ دار ملازم کا ارجنٹ خط ——— تم لوگوں کا بس چلے تو مجھے بھی ہوائی جہاز بنا ڈالو کسی دن، تو یہ کیا زندگی ہے۔

(گلزار پھر بے جی کو لے کر آتا ہے۔ الیاس ہوائی جہاز سیدھا کر کے پڑھتا ہے)

گلزار: آپا جی ذرا منیا کو لے لیں جی اب میں تیل لے آؤں کھوکھے سے۔

شگفتہ: اسے ساتھ لے جاؤ۔ چند منٹ اٹھانے سے مر تو نہیں جاؤ گے۔

(ناراض کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی ہوتی ہے)

گلزار: (منہ بنا کر) سگریٹیں مانگتی ہے جی وہاں میٹھی سگریٹیں، میرا کیا ہے لے جاتا ہوں (گلزار جاتا ہے بمعہ بے جی) گلا خراب ہو گیا تو مجھے نہ کہنا کچھ۔

بے جی: (اٹھتے ہوئے) چلو باپ کے سر پر کیا سوار کھڑے ہو ——— چلو یہاں سے ضروری خط ہے آرام سے پڑھنے دو۔ (بچے بددلی سے چلتے ہیں) چلو ناں کیا مار کھا کر ہی ٹلو گے۔

بلو: آپ ہی نے تو کہا تھا کہ ہم لفافہ لے لیں۔

بے جی: (بپھر کر) واہ سارا الزام میرے سر تھوپ دیا اپنی ماں کی طرح۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ کام کا لفافہ ہے ——— اب باتیں نہ بناؤ زیادہ اور چلو یہاں سے ——— خط پڑھنے دو ابا کو۔

(زیبی دائیں اور بلو بائیں دروازے کی طرف سے جانا چاہتے ہیں)

دونوں ادھر آؤ فوراً، چلو بلو ——— چل زیبی ——— چلو ——— بھی دے بے جی اور بچے جاتے ہیں۔)

الیاس: شگفتہ ——— مسٹر مستنصر باللہ آ رہے ہیں۔

(شگفتہ روٹھے ہوئے انداز میں خاموش ہوتی ہے اور گری پڑی چیزیں اٹھاتی ہے)

الیاس: (پاس آ کر تشویش کے ساتھ) ہماری فرم کے ڈول منیجر مسٹر مستنصر باللہ آ رہے ہیں۔ سن رہی

ہو۔

شگفتہ : (منہ پرے کرکے) جی

الیاس : (یکدم یہ احساس ہوتا ہے کہ شگفتہ ناراض ہے) ہیں ہیں یہ بات کیا ہوئی۔ یہ لمحہ بھر میں جناب کے چہرے پر یہ اداسی کیسی ؟ کچھ بے جی نے کہا پھر ؟

شگفتہ : آپ بے چاری بے جی کو ہر بات میں گھسیٹ لایا کریں۔

الیاس : میں نے ــــــ میں نے کوئی گستاخی کر دی ہے پھر ؟

شگفتہ : آپ کو تو یہ گھر جہنم لگتا ہے (روہانسی ہو کر) آپ ــــــ اس زندگی سے خوش نہیں۔ آپ کو ــــــ محبت نہیں رہی مجھ سے ورنہ ــــــ ورنہ اتنی بڑی بات منہ سے کیسے نکلتی ؟

الیاس : اللہ اکبر، پھر وہی قصہ ــــــ سارے سبق یاد ہو جاتے ہیں۔ کم بخت یہ محبت والا قصیدہ ازبر نہیں ہوتا ہم سے۔

شگفتہ : (بھڑک کر) آپ کے نزدیک تو محبت ہے ہی قصیدہ ــــــ جھوٹ کی پوٹ بیکار مدح سرائی۔

الیاس : دیکھئے اب یہ نیا مسئلہ نکل کھڑا ہوا یعنی وہ کونسا طریقہ ہے شگفتہ جس سے تمہیں میری محبت پر اعتبار آئے۔ (پاس آکر) بولئے صاحب، الٹا لٹک جاؤں ــــــ ایک پہیئے کی سائیکل چلاؤں۔ تمہارے گھر کے سامنے بھبھوت لگا کر تمہارے نام کی مالا جپوں۔

شگفتہ : جب محبت سچی ہو تو اظہار کی ضرورت نہیں ہوتی۔

الیاس : سبحان اللہ، کیا عمدہ بات کی ہے سونے کے حروف میں لکھنے کے قابل۔

شگفتہ : (قدرے خوش ہو کر) یہی تو آپ کی خوبی ہے تمہیں آپ کی طرح پھبڑے لگانے نہیں آتے۔

الیاس : (پاس بیٹھ کر) شگفتہ جان ــــــ شگوفی ــــــ بھئی یہ کونسا موقع ہے روٹھ جانے کا ــــــ زونل منیجر آرہے ہیں چند گھنٹوں میں۔

شگفتہ : کسی کی جان پر بن جائے آپ کی بلا سے ــــــ آپ کو تو دفتری باتیں پیاری ہیں۔

الیاس : (منت کے ساتھ) بیگم خدا کے لیے جلدی سے من جاؤ شگوفی۔ مسٹر مستنصر باللہ آ رہے ہیں یہ وقت روٹھنے کا نہیں۔ یقین کرو میرا دل، میری پالیسی، میرا اسکوٹر سب کچھ تمہارا ہے۔

شگفتہ: (الیاس کے ہاتھ اپنے کندھوں سے اٹھاکر) آپ تو مذاق کرتے ہیں۔

الیاس : (یکدم ولارسے شگفتہ کے ہاتھ پکڑکر) ہماری محبت مذاق ہے آپ کے نزدیک ؟

(آخری دو جملوں کے دوران بے جی پچھلے دروازے سے واپس آتی ہے)

الیاس : (تیزی سے اٹھتے ہوئے) اللہ اکبر۔

بے جی۔ (تیکھی نظروں سے) وہ سبزی کی ٹوکری پکڑا دینا شگفتہ۔

الیاس : (سیٹی بجاکر خفت مٹاتے ہوئے صوفے کو جھاڑتا ہے) میں ابھی شگفتہ کو بتا رہا تھا کہ صوفے جھاڑنے کا اصلی طریقہ یہ ہے۔

(شگفتہ چوروں کی طرح ٹوکری لاکر بے جی کو دیتی ہے)

بے جی : اگر طریقہ سمجھ لیا ہو تو ذرا گلزار سے مینا کو لے لو۔ اسے بازار جانا ہے۔

(الیاس منجمد ہو کر کھڑا رہ جاتا ہے۔)

شگفتہ : میں ابھی لے آتی ہوں مینا کو بے جی۔

(بے جی دائیں دروازے سے جاتی ہیں اور شگفتہ بائیں دروازے سے جانا چاہتی ہے)

بے جی : (جاتے ہوئے) دھوبی بھی باہر کھڑا ہے فرصت ہے تو اس کا حساب بھی کر دو ورنہ کہہ دو کہ کل آجائے۔

شگفتہ : (قہر سے) جی اچھا۔

(بے جی جاتی ہے)

الیاس : ذرا رکنا شگوفی مسٹر باللہ آ رہے ہیں اور تمہیں کچھ پرواہ ہی نہیں۔ (پاس آجاتا ہے)

شگفتہ : (جانے کے انداز میں) پھر میں کیا کروں ؟ میں تو مینا کو لینے جا رہی ہوں۔ بعد ازاں دھوبی کا حساب ہوگا۔

(جاتی ہوئی شگفتہ کا دوپٹہ کھینچتا ہے)

شگفتہ : دوپٹہ چھوڑ دیجئے میرا آپ بے جی کو آپ کی یہ ادا پسند نہ آئے گی۔

الیاس : کمال ہے صاحب اس گھر میں ہماری بھی شنوائی ہو گی کہ نہیں بتائیے (اور پاس آتا ہے اور بے تکلفی سے شگفتہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے۔ شگفتہ گرد جھاڑنے کے انداز میں اس کا ہاتھ جھٹکتی ہے)

شگفتہ : آپ کو یوں پاس کھڑے پا کر بے جی مجھے قتل کر دیں گی۔

الیاس : وہ تو اگر آپ نہ بھی کھڑی ہوں گی تب بھی قتل کر دیں گی۔

(شگفتہ مسکراتی ہے)

الیاس : شگفتہ جان بڑا serious معاملہ ہے اور تم توجہ ہی نہیں دے رہی ہو۔ مسٹر مستنصر باللہ یہاں ہمارے گھر ٹھہر رہے ہیں۔ ان کمروں میں just imagine ہمارے گھر میں۔

شگفتہ : ہمارے گھر میں ؟ ہائے اللہ وہ کیوں ؟

الیاس : ہوٹل میں جگہ نہیں ملی۔ ایک دن کا قیام ہوگا۔

شگفتہ : لیکن الیاس وہ یہاں کیسے ٹھہر سکتے ہیں۔ ہم ——— ہم انہیں کیسے ٹھہرا سکتے ہیں یہاں اتنے بڑے آدمی کو۔

الیاس : کیوں اس میں ہرج ہی کیا ہے۔

شگفتہ : میرے پاس پہننے کو ایک بھی ڈھنگ کا کپڑا نہیں۔ خالہ سعیدہ نے جو جوڑا دیا تھا بلو کی بسم اللہ پر وہ درزی کے پاس ہے۔ باقی جو کپڑے ہیں پہننے کے قابل وہ ڈرائی کلینر کے پاس ہیں۔

الیاس : لاحول ولا، بابا مستنصر باللہ غیر شادی شدہ آدمی ہیں انہیں عورتوں کے کپڑوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔

شگفتہ : ہمیں تو ہے نا۔ ہم تو تمہارے باس کے سامنے چیتھڑے لٹکا کر جا نہیں سکتے ناں

الیاس : (اپنے خیال میں) مشکل یہ ہے شگفتہ باللہ صاحب نہایت خوش پوش آدمی ہیں۔ ہر وقت تھری پیس سوٹ، مونکل، سینٹ ہرسٹ کے ٹرینڈ۔ بڑی قدر آور پرسنیلیٹی ہے ان attention

کی ـــــــ ریٹائرڈ کرنل ہیں آرمی کے ـــــــ اور ہمارا گھران کے لئے قطعی موزوں نہیں۔

شگفتہ : (بُرا مان کر) آپ کو تو یہ گھر ہی بُرا لگتا ہے۔

(گلزار بچّی لیکر آتا ہے)

گلزار : آپا جی بے بے جی کہتی ہیں ، بھاگ کر شیخوں کی ہٹی سے چار آنے کا تمباکو لے آؤں جی ؟

شگفتہ : (الیاس سے) دیکھا ؟ ـــــــ لاؤ منیا مجھے دے دو۔

گلزار : (جاتے ہوئے) جی دھوبی بھی آیا کھڑا ہے۔ بے بے جی کہتی ہیں کہ اس کا حساب ـــــــ ۔

شگفتہ : تم دھوبی سے کہہ دو کہ کل آئے اسی وقت۔ (بچّی کو پچکار کر) ہائے ظالم اسے دودھ بھی پلایا تھا کہ نہیں کیا سیپی سی شکل نکل آئی ہے۔

گلزار : آپ بے بے جی سے پوچھ لیں جی۔ پلایا تھا۔ چار آنے کا تمباکو لے آؤں جی۔

شگفتہ : دو آنے کا بہت ہوگا۔

گلزار : شام کو پھر لانا پڑے گا جی۔

الیاس : بابا چار آنے کا ہی لے آ ہماری جان چھوڑ۔

(گلزار جاتا ہے)

شگفتہ : آپ میرے کاموں میں دخل نہ دیا کریں۔

الیاس : (خوش خلقی کے ساتھ) میں تو صرف اسے بھیجنا چاہتا تھا۔

شگفتہ : میرا خیال ہے یہ گلزار اپنی منیا کو دودھ نہیں پلاتا۔ کم بخت خود پی جاتا ہے۔ دیکھتے نہیں گینڈا بنتا جا رہا ہے دن بدن ـــــــ گردن دیکھی ہے اس کی ؟

الیاس : شگفتہ ، مسٹر مستنصر باللہ تین گھنٹے کے اندر اندر یہاں پہنچ جائیں گے اور کل صبح تک یہیں رہیں گے۔

شگفتہ : اچھا تو کیا ہوا ؟ بس بے بے جی کا کمرہ ٹھیک کرنا پڑے گا۔ خدا جانے یہ بے جی حقّہ کیوں نہیں

چھوڑ سکتیں بڑا معیوب لگتا ہے۔ (کندھے سے بچی کو لگاتی ہے اور تھپکاتی جاتی ہے) کبھی کوئی کیا بتائے۔

الیاس: یہ قیمتی وقت بے جی کی عادتوں پر تبصرہ کرنے کے لئے نہیں ہے۔ ہمیں جلدی جلدی سارا پروگرام بنانا ہے۔ سارے انتظامات کرتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ ہمارے بیڈ روم میں مسٹر بالاللہ رہیں گے یہ طے ہے۔

شگفتہ: اور ہم لوگ؟

الیاس: ہم لوگ ایک دن کے لئے بے جی کے کمرے میں چارپائیاں ڈال لیں گے۔ ایک ہی دن کی تو بات ہے۔

شگفتہ: خدا قسم الیاس وہاں سے حقے کی بو آتی ہے۔ ——— بُری طرح۔

الیاس: ایک دن کے لئے ساری inconvenience کو برداشت کرنا ہوگا۔ اتنی سی بات سمجھ لو شگوفی اگر خوش قسمتی سے مسٹر بالاللہ ہمارے گھر سے impress گئے تو بس سمجھو زندگی بن گئی۔

شگفتہ: وہ کیسے۔

الیاس: کار loan مل جائے گا application بالآخر انہی کو sanction کرنی ہے پھر میری increment کے papers پر اگر وہ صرف اتنا لکھ دیں yes تو سمجھو ڈیڑھ سو روپیہ بڑھ جائے گا۔

شگفتہ: واقعی؟ اتنے بڑے آدمی ہیں وہ؟

الیاس: اور کیا؟ کہہ تو رہا ہوں زونل منیجر ہیں ویسٹ ونگ زون کے کرتا دھرتا مالک سب کچھ (جلدی جلدی) خدا کے لئے شگوفی جان کچھ ایسا کرو کہ وہ ہمارے گھر سے خوش جائیں۔ اگر کہیں ایسا ہوا تو ہم دو سو روپے قسط پہ کار لے لیں گے۔ سیکنڈ ہینڈ فریج بھی آ جائے گا۔ مکمل کایا پلٹ ——— مکمل ——— مسز جمشید سے بھی اچھا standard of living

شگفتہ: شامی کباب، نرگسی کوفتے، بریانی اور فرنی ——— بعد میں کافی اور چپس۔

الیاس: کیا مطلب؟

شگفتہ: رات کے کھانے پر تو یہ سب کچھ ہوگا۔ دوپہر کے کھانے پر چرغے آئیں گے اور تکے ــــ کٹلس گھر پر بن جائیں گے۔ ٹھیک ہے ناں۔

الیاس: یہ سب کچھ تو ٹھیک ہے لیکن یہ ماحول ــــ یہ بچے ــــ ہڑبونگ ٹھاٹھا ــــ ہٹی بھٹی ــــ بے جی اور ان کے مشورے ــــ گلزار کی گلزاریاں ــــ مسٹر باللہ بڑا خوش آدمی ہے شگوفی۔ کراچی میں بھی ہوٹل میں رہتا ہے۔ ہر وقت ٹپ ٹاپ، ہر وقت meticulously dressed اور یہ ہمارا گھر ــــ تم بُرا نہ ماننا شگوفی ــــ ہم ذرا بے تکلفی کے عادی ہیں۔

شگفتہ: (بددلی سے مانتے ہوئے) یہ بات تو ہے۔

(زیبی اور بلو آتے ہیں۔ بلو کے ہاتھ میں چلم ہے اور زیبی حقہ اٹھائے چلی آتی ہے۔)

شگفتہ: ہیں ہیں یہ حقہ کہاں جارہا ہے۔؟

بلو: بے جی کہتی ہیں کہ آگ دھر لاؤ۔

شگفتہ: باورچی خانے کو ادھر ہی سے راستہ جاتا ہے کیا؟

الیاس: چھوڑو یار ــــ جاؤ جاؤ۔ لیکن آگ دھروا کر گلزار سے کہنا وہ حقہ لے جائے۔ تم مت لے جانا۔

بلو: اچھا جی۔

(دونوں بچے آہستہ آہستہ چلتے ہیں لیکن سٹیج سے باہر نہیں ہوتے)

الیاس: کاش یہ قالین اب قدر برباد نہ ہو چکا ہوتا اور ان صوفوں کی پوشش نئی ہوتی ــــ لیکن خیر ــــ اچھا بیڈروم تو طے ہے کہ باللہ صاحب کا ہوگا۔ وہاں سے ساری فیملی فوٹوز اتار لینا

شگفتہ: وہ کیوں؟ میں تو اپنے ماموں کی تصویر نہیں اتاروں گی۔

الیاس: وہ تصویر آؤٹ آف فوکس ہے ذرا۔

شگفتہ: آپ کو تو میرے رشتہ دار سارے برے لگتے ہیں۔

الیاس؛ لاحول ولا۔ تمہارے ماموں تو بہت handsome آدمی ہیں۔ میں تو تصویر کی بات کر رہا تھا۔

(اس دوران زیبی حقہ قالین پر رکھتی ہے بلو ایک کش لگاتا ہے۔ پانی اوپر کی طرف غٹ غٹ نکلتا ہے)

شگفتہ؛ بلو بلو بلو، یہ کیا کر رہے ہو، کم بخت بکرٹ کے قالین کا ناس کر دیا۔

الیاس؛ جاؤ بھاگ کر کوئی کپڑا لاؤ زیبی۔

شگفتہ؛ بلو یہ منیا کو ساتھ لے جاؤ سو گئی ہے۔ شاباش۔ (حقہ وہیں دھرا رہتا ہے۔ دونوں بچے چلتے ہیں۔ بلو بچی کو لے جاتا ہے۔) عجیب ہونق اولاد ہے ہماری مسز جمشید کے بچے ایسے پیارے ہیں ایسے پیارے ہیں کہ کیا کہوں۔ ان کے سامنے کولڈ ڈرنکس پیے جاؤ مجال ہے کوئی مانگ جائے تین گھنٹے انکے گھر رہو ہر ایک کے ہاتھ میں کتاب بھگی جاؤ جاؤ کھڑے کیوں ہو گئے ——— جاؤ ——— ذرا کچھ کہہ دو تو گھنٹوں بس گھورتے ہیں قصور ان کا ہو تو الٹا منانا ہمیں پڑے گا۔ (دونوں بچے چلے جاتے ہیں) اللہ جانے یہ بے جی کو حقہ پینا بھی ضرور ہے

الیاس؛ بے چاری نفخ کی مریض ہیں۔ پینے دو

Live and let live

شگفتہ؛ اب انسان سارے زمانے کو یہ تو نہیں بتا سکتا کہ ہماری ساس نفخ کی مریض ہیں اسلئے حقہ پیتی ہیں۔

الیاس؛ لو حقہ یہیں چھوڑ گئے یہ بلو صاحب، سبحان اللہ کیا سمجھدار بچے ہیں۔

شگفتہ؛ ذرا حکم نہیں مانتے الیاس خدا قسم۔

الیاس؛ پھر یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ مسٹر بااللہ کو جب ان سے سابقہ پڑا تو کہیں rise ملتی نوکری ہی سے چھٹی نہ مل جائے

شگفتہ؛ ہائے اللہ۔

الیاس؛ وہ دوپہر کے کھانے کے بعد قیلولہ کرنے کا عادی ہے۔ یہ اس وقت ڈنڈے لے کر کوٹھوں پہ گدلٹے ماریں گے۔ ہمارا بنے گا کیا۔

شگفتہ: بچے تو خیر گھر گھر بدتمیز ہوتے ہیں۔ پر اپنی بے جی کو بھی تو سمجھ نہیں رتی بھر

الیاس: ان سے تمہیں اللہ واسطے کا بیر ہے۔

شگفتہ: اچھا سوچ لو۔ وہ مسٹر باللہ کے سامنے حقہ پیئں گی اور بڑے دھڑلے سے پیئں گی۔

الیاس: میں سمجھا دوں گا بے جی کو ــــــــــ وہ سامنے نہیں آئیں گی مسٹر باللہ کے۔

شگفتہ: اول تو گھر اتنا بڑا نہیں کہ بے جی روپوش ہو سکیں۔ دوئم یہ بھی آپ کا خیال ہی ہے کہ وہ سامنے نہیں آئیں گی۔

الیاس: اچھا تو پھر کیا کریں۔

شگفتہ: بے جی کو ایک دن کے لئے غیاث بھائی کی طرف نہ بھیج دیں؟ سیر بھی ہو جائے گی غیاث کی طرف جانے کا شوق بھی پورا ہو جائے گا ان کا۔

الیاس: بھیجنے کو تو بھیج دیں It is a good suggestion لیکن وہ رضامند نہیں ہوں گی۔

شگفتہ: یہ تو مجھے بھی علم ہے اچھی طرح ــــــــــ لیکن ــــــــــ اگر کوئی ایسا معقول بہانہ مل جائے کہ وہ جانے پر آمادہ ہو جائیں تو بہت اچھی بات ہے ــــــــــ زیبی، بلو اور منیا بھی ساتھ جا سکتے ہیں۔ پھر ــــــ پھر ہم باللہ صاحب کو اچھی طرح سے entertain کر سکیں گے۔

الیاس: تم ذرا باتوں باتوں میں جا کر عندیہ تو لو ان کا۔ بھابی کی طرف سے کچھ نرم پڑی ہیں کہ نہیں؟

شگفتہ: نہ جی۔ وہ آپ کی والدہ ہیں یہ بھیجنے بھجوانے کا کام آپ کے سپرد۔ ہماری تو نیت پر ہر وقت شبہ ہوتا ہے یہاں۔

الیاس: (خوشی کے ساتھ) کہیں بے جی اور بچے چلے جائیں شگوفی جان تو خدا قسم مزا آ جائے۔ سارے گھر کو آراستہ کر کے وہ welcome دیا جا سکتا ہے وہ welcome دیا جا سکتا ہے کہ ایک بار تو باللہ صاحب اپنا air-condition ہوٹل بھی بھول جائیں۔

(شگفتہ گھڑی دیکھتی ہے)

شگفتہ : اللہ مجھے تو آپ جانے دیجئے بازار ـــــــــ نئی ساڑھی لانا ہے مرغی ورغی بھی خریدنا ہوگی۔ کچھ دوسرا سودا بھی ہوگا۔ آپ میرے آنے تک بلیربے جی کو رخصت کر دیجئے کسی طرح ـــــــــ (چلتی ہوئی) الیاس جو بھی بہانہ وہ بنائیں آپ کو سننا نہیں ایک بھی۔

الیاس : پوری کوشش کروں گا۔

شگفتہ : کوشش نہیں الیاس بھیج ہی دینا کسی طرح خدا قسم ان کے ہوتے ہوئے مجھ پر بہت زیادہ strain پڑتا ہے۔ (پاس آکر) کچھ روپے ہوں گے آپ کے پاس؟

الیاس : بندے نے ساری تنخواہ آپ کی نظر کر دی تھی۔

شگفتہ : لیکن یہ بجٹ تو ہمارے خرچ سے باہر ہے ـــــــــ ہے ناں؟

الیاس : (جیب میں سے سو روپیہ نکال کر) یہ ایک سبزہ ہے۔ بندے نے مشکل سے بچایا تھا۔ اسے حوادث سے ـــــــــ آپ لے جائیے (نوٹ پکڑاتے ہوئے) سو کا نوٹ جیب میں ہو تو شخصیت بڑی وزنی ہو جاتی ہے۔ یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے ان پڑھ کیچڑا سوٹ ـــــــــ پہن کر دفتر جا رہا ہو۔

شگفتہ : یہ خرچ تو ـــــــــ تھینک یو۔ (جاتے ہوئے) کافی کا ڈبہ چھوٹا لاؤں کہ بڑا؟

الیاس : بڑا ڈبہ لانا۔ لیکن آدھی نکال لینا لفافے میں۔ اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ ہم اکثر کافی پیتے رہتے ہیں۔

(بائیں طرف دروازے میں رک کر)

شگفتہ : مرغ دو کہ تین؟

الیاس : ایک، سنگدانہ سری اور گردنیں ملتی ہیں تین روپے سیر ـــــــــ باقی ڈیڑھ سیر وہ لے آنا۔

(بے جی آتی ہیں)

بے جی: ذرا سا کام کہہ دو ان بچوں کو مجال ہے کر دیں۔ حقہ منگوایا تھا۔ دیکھ لو یہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ بہو کہاں گئی ہے۔

الیاس: ذرا بازار گئی ہے۔

(چلم کو حقہ پر رکھتی ہے)

بے جی: یہ بازار جانے کا رواج بھی اب ہی ہوا ہے عورتوں میں۔

الیاس: (جھوٹی محبت کے ساتھ) بیٹھئے بے جی۔ آپ تو ہمارے پاس بیٹھتی ہی نہیں ہیں کبھی۔

بے جی: شگفتہ جلتی ہے بیٹے ——— ہم دونوں کو اکٹھا دیکھ کر۔ اس کا تو یہ خیال ہے ماں بیٹے میں کوئی سازش ہو رہی ہے۔

الیاس: اجی بیٹھئے بے جی۔ ہم دونوں بھائی تو آپ کے غلام ہیں۔ غیاث آپ کو بہت یاد کر رہا تھا ——— شکایت کر رہا تھا کہ بے جی ہماری طرف آ کر رہتی ہی نہیں۔ آپ ایک دن کے لئے اُن کی طرف کیوں نہیں چلی جاتیں، بے چارہ خوش ہو جائے گا۔

بے جی: میری جانتی ہے جوتی۔ اسے اگر ایسا ہی بیوی سے پیار ہے تو وہ اپنی بیوی کو بٹھائے سر پر۔ میں کیوں جاؤں اس سے ملنے۔

(الیاس گھبرا جاتا ہے)

الیاس: آپ کو غلط فہمی ہے بھابی کی طرف سے۔ وہ بے چاری تو آپ کو بہت زیادہ یاد کرتی تھی۔ کہتی تھی بے جی کے بغیر نہ تو گھر میں برکت رہتی ہے نہ خوشی۔

بے جی: میں خوب جانتی ہوں اس لتری کو۔ کچے آم آئے ہوں گے کہیں سے۔ اچار ڈلوانا ہوگا مجھ سے۔

الیاس: (پریشان ہو کر) نہیں نہیں بے جی۔ اچار وچار نہیں ڈلوانا انہیں۔

بے جی: پھر دیسی صابن بنوانا ہوگا اسی لئے بے جی کی یاد آئی ہے۔

الیاس: نہیں نہیں بے جی خلوص نیتی سے یاد کر رہے تھے وہ لوگ۔

بے جی: خلوص نیتی، اونہہ! جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو انہیں بے جی یاد آنے لگتی ہے ویسے کبھی نام بھی نہیں لیا میرا۔

الیاس:۔(یکدم جیسے کوئی بات سوجھ گئی ہو۔) جب انسان مشکل میں ہو تو اپنی ہی ماں یاد آتی ہے ناں۔

بے جی: کیسی مشکل۔

الیاس: میں آپ سے ذکر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

بے جی: کیسا ذکر کس کا ذکر؟

الیاس: کہہ تو رہا ہوں ذرا آپ آج کے لئے ان کی طرف چلی جایئے۔

بے جی: غیاث کی طبیعت ٹھیک ہے نا؟

الیاس: بے چارہ بیمار سا ہے۔

بے جی: ہیں کیا ہوا؟

الیاس: ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ ——— کہ شاید ہارٹ ٹربل ہے۔

بے جی۔ دفع دور۔ ان ڈاکٹروں کا جو جی چاہتا ہے ہانک دیتے ہیں۔ کچھ انمل بے جوڑ کھلا دیا ہو گا اس کی لاڈلی نے۔ جب پچھلی دفعہ میں گئی ہوں تو ڈبل روٹی میں کیرے لپیٹ لپیٹ کر کھلا رہی تھی۔ میں نے منع کیا تو کہنے لگی ان کا وزن گھٹانا ہے۔ ہمارے زمانے میں خاوندوں کا وزن بڑھایا کرتی تھیں عورتیں ——— تمہارے ابا جی کو صبح کے وقت بادام کی سردائی، سیر بھر دہی، چار پراٹھے ناشتے پر دیتی تھی۔ پورا پونے تین من وزن تھا تمہارے ابا کا جب وہ فوت ہوئے ہیں۔ کیسے رعب والے لگتے تھے آج کل کی عورتیں تو مردوں کو بازی گر بنانا چاہتی ہیں کہتی ہیں۔ پانچ موتیا کے پھولوں جتنا وزن ہو۔ کھٹ کھٹ ان کے حکم مانتے پھریں بونوں کی طرح۔

الیاس: موٹاپا خوبی نہیں ہے بے جی۔

بے جی:۔ تم کو غیاث کی بیوی اچھی لگتی ہو گی نہ۔ چہرے پر رنگ نہ جسم پر گوشت بے جوڑ ہڈیوں کا ڈھانچہ تپ دق کی مریض لگتی ہے مجھے تو ——— خود تو مر رہی ہے غیاث کو بھی چاہتی ہے کچھ نہ کھائے۔ ایسی بیوی نہ دیکھی نہ سنی۔

الیاس: (گھبرا کر) شاید یہی وجہ ہو کہ غیاث کو آپ یاد آ رہی ہیں۔ کہہ رہا تھا بے جی تو یونہی ناراض ہیں ہم سے کہیں جو بے جی مل جائیں تو ساری عمر ان کا احسان رہے مجھ پر۔

بے جی : (یکدم جوش میں آکر) توبہ کیسی باتیں کرتے ہو تم دونوں ۔ دہلا دیا میرا کلیجہ ۔ ذرا ٹیکسی منگواؤ ۔ میں اسے مل آؤں ۔ کھڑی کھڑی جاؤں گی اور بس دیکھ کر واپس آجاؤں گی ۔

الیاس : آپ بلا تکلف رات وہیں رہیئے ۔ غیاث خوش ہو جائے گا اور یہ نہ کہیئے گا کہ میں نے بھیجا ہے آپ کو ۔

بے جی : وہ تو خوش ہو جائے گا لیکن اس کی بہو کو غش آئیں گے ۔

الیاس : نہیں بے جی صاحبہ وہ اتنی اہمیت کسی چیز کو دینے والی نہیں ہے ۔ اچھا بے جی میں خود لینے آؤں گا آپ کو ۔ آپ میرے بغیر نہ چل دیں وہاں سے ۔ (کھڑکی کی طرف جاکر) گلزار ارے گلزار بے آب وگیاہ

(دور سے گلزار ——————)

گلزار : جی باؤ جی ۔

الیاس : ٹیکسی پکڑنا ایک ۔ جلدی سے —————— ٹیکسی ۔

بے جی : الیاس (اٹھتی ہے جانے کے لئے) وہ کریلے گوشت پکا رہا ہے گلزار شگفتہ سے کہنا کہ ذرا دھیان رکھے ۔ گو پکانا وکانا اُسے بھی واجبی آتا ہے پھر بھی ۔

الیاس : میں کہہ دوں گا جی ۔

بے جی : تمہارے لئے میں نے سونٹھ بنا رکھی ہے ، ہاون دستے میں پڑی ہے شگفتہ سے کہنا ڈیڑھ ڈیڑھ چھٹانک کی پڑیاں بنا لے ۔

الیاس (لاڈ سے ماں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر) بے جی بچوں کو ساتھ لے جایئے بہت روتے ہیں آپ کے بغیر ۔

بے جی : ان بندروں کو ، توبہ میری بیمار پرسی کرنے جا رہی ہوں کوئی سرکس دیکھنے نہیں جا رہی کہ بچوں کو بھی ساتھ لے جاؤں ۔

(زیبی کپڑا لے کر آتی ہے اور جہاں حقے کا پانی گرا تھا وہ جگہ صاف کرتی ہے)

الیاس: پونے دو گھنٹے بعد تمہیں کپڑا ملا ہے ——————— بڑی جلدی کام کرتی ہے تو بھی ماں کی طرح۔

زیبی: ابی جی کپڑا تھا ہی نہیں کوئی۔

الیاس: غیاث نے بچوں کے لیے تاکید سے کہا تھا۔ کہتا تھا بے جی سے کہنا بچوں کو ضرور ساتھ لائیں۔ بچوں کے بغیر لطف نہیں آتا۔

بے جی: نہ یہ کسی سے بات کرنے دیں نہ بیٹھنے دیں ڈھنگ سے ہم انہیں نہیں لے جاتی بابا۔

سین ـــــ ۲

زیبی : اکیلی کہاں جا رہی ہیں بے جی۔

بے جی : جہنم

زیبی : ہمیں بھی ساتھ لے جائیں۔

الیاس : دیکھئے کس قدر محبت ہے انہیں آپ سے۔ جہنم تک منظور ہے آپ کے ساتھ۔

(کپڑا فرش پر پھینک کر بے جی کے پاس جاتی ہے)

زیبی : امی کہاں جا رہی ہیں بے جی۔

الیاس : چچا غیاث کے گھر۔

زیبی : چچا غیاث کے گھر۔ پھر تو ہم ضرور جائیں گے۔ ضرور، ضرور ـــــــ ضرور۔

بے جی : (تنگ آکر) کیوں وہاں کیا ہے؟

زیبی : ٹیلی ویژن ہے وہاں اور چچی جان آئس کریم کھلاتی ہیں۔ ایک ایک بچے کو پوری پوری بالٹی۔

بے جی : بس میں نے کہہ دیا ناں کہ غیاث کی طبیعت ٹھیک نہیں کوئی بچہ ساتھ نہیں جائے گا میرے۔

زیبی : ہم چپ چاپ بیٹھے رہیں گے بے جی ـــــ وعدہ

الیاس : ہاں ہاں لے جائیے بے جی۔

بے جی : لے جاؤں ان فتنوں کو۔ (زیبی سے) ایسے ہی تم چپ چاپ بیٹھنے والے۔ تمہارے چچا کی طبیعت ٹھیک نہیں اور تم وہاں اودھم مچاؤ گے۔

(بے جی جاتی ہیں)

زیبی : ابی ہم چلے جائیں بے جی کے ساتھ۔

(الیاس جلدی سے بچی کو چوم کر)

الیاس : ضرور ضرور ——— میری طرف سے اجازت ہے پوبی ——— اپنی بے جی کو منالو۔

زیبی : بے جی تو ابھی مان جائیں گی دو منٹ میں (بھاگ کر بے جی کا حقہ اٹھا کر پردے کے پیچھے چھپا دیتی ہے۔ دوسری طرف سے بلو آتا ہے۔)

بلو : ابا جی امی کہاں ہیں یہ بینا روئے جاتی ہے۔

الیاس : بازار گئی ہیں۔ بینا مجھے دو۔ آجا بینا ——— بڑی پیاری بیٹی ہے۔ آجا ——— آجا روتی کیوں ہے۔ امی مرغی لینے گئی ہے (مرغے کی آواز نکالتا ہے بچی اٹھاتا ہے۔)

زیبی : بلو بے جی غیاث چچا کے جا رہی ہیں۔

بلو : ہم بھی ساتھ جائیں گے (یکدم غلطی کا احساس ہو جیسے) ہم چلے جائیں ابی۔

الیاس : ضرور ضرور ——— بصد شوق۔ یہ لو چونی چونی۔ اگر ساتھ گئے تو پیسے تمہارے ورنہ واپس لے لوں گا۔

(بے جی آتی ہیں۔ بغل میں لپٹی ہوئی چھوٹی سی چٹائی۔ ایک ہاتھ میں لوٹا اور دوسرے ہاتھ میں کپڑوں کا جوڑا ہے)

بے جی : اچھا الیاس کل مجھے لے آنا۔ میں زیادہ دیر وہاں ٹھہر نہیں سکتی۔ وہ غیاث کی لاڈلی مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔

زیبی : ہمیں بھی ساتھ لے چلئے بے جی۔

بے جی : کہہ جو دیا کہ نہیں، نہیں، نہیں۔ بوٹیاں تو چے لیں گے انسان کی خواہ مخواہ۔ میرا حقہ کہاں ہے ابھی پڑا تھا یہاں۔

(زیبی باپ کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتی ہے)

بے جی : ہائے ابھی تو یہیں تھا۔ تم نے تو نہیں دیکھا الیاس۔

الیاس : دیکھا تو ضرور ہے ______ لیکن (حافظہ پر زور دے کر) لیکن پتہ نہیں جی کہاں دیکھا ہے۔

بے جی : تو نے زیبی۔

زیبی : پتہ نہیں بے جی۔

(گلزار آتا ہے)

گلزار : ٹیکسی آگئی ہے باؤ جی، ڈرائیور کہتا ہے کہ میں ویٹ نہیں کروں گا۔ جلدی چلیں۔

بے جی : حقے کے بغیر کیسے جاؤں۔؟

زیبی : اگر آپ ساتھ سے چلیں تو ابھی تلاش کر دوں حقہ۔

بے جی : چلو۔ وہاں جا کر جو اللہ مجھے ملتے ہیں تم بھی کھا لینا ______ چلو ہو جاؤ تیار۔

(دونوں بچے) زندہ باد بے جی زندہ باد۔

گلزار : جلدی کریں جی بڑے غصے والا ٹیکسی ڈرائیور ہے۔

بے جی : کوئی ٹیکسی ڈرائیور بغیر غصے کے بھی کبھی ہوا ہے۔؟

گلزار : کتنے گلاس پانی ڈالوں کریلوں میں جی ؟

(اسی دوران زیبی پردے کے پیچھے سے حقہ نکال لاتی ہے)

بے جی : اے بدبخت کریلوں میں پانی نہیں ڈالتے۔ بس بھون کر پیاز چھوڑ دیا۔ میرا خیال ہے کہ ٹیکسی بھیج دے میں کریلے گوشت پکا کر چلی جاؤں گی۔

الیاس : (گھبرا کر) توبہ توبہ ______ یہ ظلم نہ کیجئے بے جی۔ اب چلی ہی جایئے میٹر چل رہا ہو گا اس کا۔

زیبی : ہم اپنے کپڑے لے آئیں۔

بے جی : چلو چلو وہاں کونسی شادی ہے۔ بے جی بے ساختہ ساتھ بلو حقہ پکڑ کر جاتا ہے زیبی لوٹا پکڑتی ہے)

الیاس : اسے بھی لیتی جائیے۔ یہ اداس ہو جائے گی۔ (مینا کی طرف اشارہ کرتا ہے)

بے جی : نہیں بھائی اسے تم شگفتہ کے حوالے کرنا اس کو شکایت ہے کہ میں کچھ نہیں کرتی۔ اب سارا دن اسے سنبھالے ذرا

الیاس : بے جی یہ بیمار ہو جائے گی۔

بے جی : میں اسے کیسے ساتھ لے جاؤں۔ ایک ہی نمازی جوڑا ہے ساتھ میرے۔ چلو بلو آ ؤ زیبی۔ یاد سے مجھے کل لے آنا۔

الیاس : بے فکر رہیں آپ میں آجاؤں گا ضرور

اس وقت گلزار الیاس کے پیچھے کھڑا مینا کو آہستہ آہستہ مڑ مڑ کر "چھا" کرتا ہے

(بے جی اور بچے جاتے ہیں یکدم الیاس گلزار کو بچی پکڑا تا ہے)

الیاس : گلزار صاحب، مہمان آرہے ہیں تیار ہو جاؤ۔

گلزار : ہم تیار ہیں جی۔ کتنے مہمان ہیں۔

الیاس : ہے تو ایک ہی لیکن سوا لاکھ کے برابر ہے

گلزار : (حیرانی سے) امرتسر سے آرہا ہے جی۔

الیاس : اس آنے جانے کو چھوڑو یہ بتاؤ کوفتے، بریانی، کٹلس، فرنی، سوپ، سینڈوچ سب کچھ بنا لوگے۔

گلزار : بنا لوں گا۔

الیاس : (حیرانی سے) تمہیں تو انڈا فرائی کرنا نہیں آتا۔ یہ سب کچھ کیسے تیار کر لوگے۔

گلزار : کر لوں گا جی

الیاس : ہمارے افسر آرہے ہیں۔ کمپنی کے سب سے بڑے افسر۔

گلزار : سب کچھ تیار ملے گا جی آپ بے فکر رہیں۔

الیاس : وہ کیسے میاں صاحب؟

گلزار : میرا ایک دوست ہے جی ایس پی صاحب کا خانساماں اس کو بلا لاؤں گا۔

الیاس : واہ وا ——— سبحان اللہ ونڈر فل ——— لیکن وہ سامنے نہ آئے کرنے کے لئے سمجھے۔

گلزار : بالکل نہیں آئے گا جی سامنے۔

الیاس : تمہارے لئے وردی کا کیا کریں۔ وردی تو ضرور ہونی چاہیئے۔ سردست آج کے لئے کسی سے مانگ نہیں سکتے۔

گلزار : مانگ لوں گا۔ اسی خانساماں کے پاس بھی ہے ایک وردی۔ بالکل نئی۔ اسی سے لے لوں گا۔

الیاس : ونڈر فل ——— ونڈر فل ——— کمال کر دیا تم نے۔ آدمی ہو تو ایسا ہو اور ملازم ہو تو یا علی بخش ہو یا گلزار۔ واہ میاں دل خوش کر دیا تم نے (گلزار کو بازوؤں سے پکڑ کر چکر دیتا ہے۔ بچّی روتی ہے پردہ جلدی سے گرتا ہے۔)

(کچھ عرصہ بعد وہی دن وہی کمرہ۔ لیکن اس دوران میں کمرے کی کایا پلٹ چکی ہے۔ ساری جگہ صاف ستھری اور آراستہ نظر آتی ہے۔ جا بجا گلدان لگے ہیں جن میں رسی سے باندھے ہوئے گلدستے اٹے گئے ہیں۔ دو ایک تصویروں کا اضافہ ہو چکا ہے۔ صوفوں پر سفید چادریں یا کڑھی ہوئی چادریں بچھائی جا چکی ہیں۔ پردہ کھلتا ہے تو تھری پیس سوٹ پہنے ٹائی لگائے الیاس کمرے میں فلٹ چھڑک رہا ہے سپرے پمپ سے۔ پچھلے دروازے سے شگفتہ آتی ہے۔ اس نے ساڑھی پہن رکھی ہے اور بہت اونچی ہیل والے سینڈل پہن رکھے ہیں۔ اس کی چال سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسے ہیلوں کی عادت نہیں ہے۔ ہاتھ میں کافی کا ڈبہ ہے۔ ڈگمگاتی ہوئی آتی ہے)

شگفتہ : ہائے اللہ یہ کیا کر رہے ہیں آپ ؟

الیاس : بڑا سادہ سا عمل ہے۔ ڈی ڈی ٹی سپرے کر رہا ہوں۔

شگفتہ : (ناک پر پلو رکھ کر) تو بہ ہمیں قے آتی ہے اس کی بو سے۔

الیاس : آتی ہے تو آنے دیجئے۔ شام تک ہم تو صرف مسٹر باللہ کے لئے زندہ ہیں اپنے لئے نہیں۔

شگفتہ : کیوں باللہ صاحب اس بو سے خوش ہوتے ہیں کیا ؟

الیاس : نہیں بھئی بڑے ہوٹلوں میں یہ عام طور پر سپرے کی جاتی ہے اور مسٹر باللہ اس خوشبو کے عادی ہیں۔

شگفتہ : (میز کی طرف جاتے ہوئے) کمال ہے اگر عادی ہی ہونا تھا تو کسی اچھی چیز کے عادی ہو جاتے۔

(جس وقت وہ یہ جملہ کہتی ہوئی آگے بڑھتی ہے ہیلوں پر توازن قائم نہیں رہتا۔ ڈگمگاتی ہے الیاس بڑھ کر پکڑتا ہے لیکن کافی کا ڈبہ چھوٹ کر گر جاتا ہے۔)

شگفتہ : ہائے اللہ اب کیا کریں الیاس۔

الیاس : چوٹ تو نہیں آئی۔

شگفتہ : نہیں صرف موچ آگئی ہے شاید۔ ہائے الیاس اب اس کافی کا کیا کریں۔ ؟

الیاس : Lever mind ابھی ہو جاتا ہے سب کچھ ________ کوئی کاغذ لاؤ کاغذ ——— اور یہ ہیل والی جوتی اتار دو شگوفی۔

(شگفتہ جو balance قائم کرتی کاغذ لانے کے لئے ایک دو قدم چلی تھی رک جاتی ہے)

شگفتہ : کیوں جوتی کیوں اتار دوں میں۔

الیاس : (لجاجت سے) ایک تو تمہارا قد مجھ سے لمبا لگتا ہے۔ دوسرے ہیل والی جوتی کی جسے عادت نہ ہو اس پر یہ ادا بری سی لگتی ہے۔

شگفتہ : عادت تو خیر مجھے لڑکپن سے ہے۔ یہ تو آپ نہ سمجھیں کہ پہلی بار ایسی جوتی پہنی ہے۔

الیاس : توبہ خدانخواستہ میرا مطلب ہرگز وہ نہیں جو تم سمجھی ہو۔ میرا مطلب تھا کہ ذرا کام پھرتی سے ہو جاتا ہے فلیٹ جوتیوں میں۔ ورنہ مجھے تو معلوم ہے کہ تم ہائی ہیل پہنتی رہی ہو سکول میں۔

(شگفتہ جوتی اتارتی ہے)

شگفتہ : میں کچھ پہن لوں آپ کو تو پتہ نہیں کیوں بُرا لگتا ہے۔ سارے زمانے کے شوہر اپنی بیویوں کو چوتھی کی دلہن بنائے رکھتے ہیں۔

الیاس : شگوفی، بھئی ہمارا وعدہ تھا کہ مسٹر باللہ کے جانے تک ہمارے درمیان کسی قسم کا اختلاف رائے نہیں ہو گا۔ ہم دنیا کے happy ترین جوڑوں میں سے ایک ہوں گے۔ یاد ہے نا۔" اس بات کا ہمیشہ boss پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ کاغذ لاؤ صاحب کاغذ

(شگوفی کاغذ لانے ساتھ والے کمرے میں جاتی ہے۔ وہاں سے سلیپر پہن کر اور ہاتھ میں کاغذ لے کر آتی ہے اس اثنا ــــــــ)

الیاس : (کھڑکی کے پاس جا کر) گلزار ؟

گلزار : (آف سٹیج ــــــــ) جی ــــــــ باؤ جی۔

الیاس : پر کیو لیسٹرلے آئے ہو مسز جمشید کے گھر سے؟

گلزار : لے آیا ہوں جی ــــــــ (آف سٹیج)

الیاس : پھر وہاں کیا بنا رہے ہو اس کا یہاں لاؤ۔

گلزار : اچھا جی۔

(شگفتہ آتی ہے)

شگفتہ : اب کافی کے لئے کیا کریں الیاس

الیاس : کیوں (کاغذ ہاتھ میں لے کر انگلفت سے نیچے بیٹھتا ہے)

شگفتہ : یہ تو نیچے گر گئی۔ اتنی جلدی تو مارکیٹ سے اور آ بھی نہیں سکتی۔

الیاس: اجی صاحب نیچے گرنے سے اس کے گن تو نہیں بدلے۔ پہلے بھی کافی تھی اب بھی کافی ہے۔ (کاغذ سے اٹھا کر ساری کافی ڈبہ میں ڈالتا ہے) کچھ ذرات مٹی کے شامل ہو گئے ہوں گے۔ سو بیچارے بے ضرر نیچے بیٹھے رہیں گے پیالی میں۔ بلکہ میں تو کہوں گا کافی کے سوندھے پن میں اضافہ کر دیں گے لیجیے کافی ——— (اپنی جیب سے رومال نکال کر جگہ جھاڑتا ہے)

شگفتہ: آدمی کیسا ہے مسٹر باللہ

الیاس: لمبا چوڑا۔ ریٹائرڈ کرنل ——— بڑا نستعلیق بڑا behaved سنا ہے نوجوانی میں ladies men تھا لیکن کسی خاتون نے ایسا دل توڑا کہ شادی نہ کی ساری عمر محاذوں پر کٹی۔ پھر یورپ چلا گیا۔ عورتوں سے کم بات کرتا ہے، بچوں سے بھر کتا ہے، آدمی پیارا ہے manners سیکھنے ہوں تو کوئی اس سے سیکھے۔

شگفتہ: الیاس میں اس سے ہاتھ ملاؤں کہ ——————— کہ سلام کروں اس طرح (ہاتھ اٹھا کر روائتی سلام کرتی ہے۔)

الیاس: ماڈرن آدمی ہے میرا خیال ہے ہینڈ شیک درست رہے گا۔ اس طرح ———— (الیاس بڑی مصنوعی سی میکلین کے اشتہار جیسی مسکراہٹ لے کر ہاتھ بڑھائے شگفتہ کی طرف بڑھتا ہے شگفتہ ہاتھ ملاتی ہے پھر دونوں کے ہاتھ ملے رہتے ہیں)

شگفتہ: (یکدم لجا کر) توبہ مجھے تو شرم آتی ہے

الیاس: اس سے نہیں آئے گی He is not the type-

شگفتہ: بات سنو الیاس جاوید صاحب کی کار ابھی تک تو آئی نہیں۔

الیاس: آجائے گی

شگفتہ: مجھے تو اعتبار نہیں کہ وہ کار بھیجیں آخری منٹ پر ان کی چیزیں خراب ہو جایا کرتی ہیں۔

الیاس: نہیں بھئی بھیج دے گا۔ میں نے اسے سمجھا دیا ہے کہ مجھے زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ لگے گا۔ ائرپورٹ جانا ہے مسٹر باللہ کو receive کر کے واپس لانا ہے اور بس

شگفتہ : الیاس ـــــــ تم کہاں بیٹھو گے آگے کہ پیچھے ؟

الیاس : میں آگے بیٹھوں گا۔

شگفتہ : ڈرائیور کے ساتھ ؟

الیاس : ہاں۔

شگفتہ : وہ کیوں

الیاس : مجھے شوق ہے سامنے بیٹھنے کا ـــــــ

شگفتہ : اور اگر یہ بات bad manners میں شمار ہوئی تو ؟

الیاس : ارے یہ تو میں نے سوچا ہی نہ تھا۔کس سے پوچھیں کہ اگر boss کو ائرپورٹ سے لانا ہو تو ملازم کہاں بیٹھے ـــــــ ؟ مسٹر باللہ کو ڈرائیور کے ساتھ بٹھا دیں گے

شگفتہ : شاید وہ سمجھیں ڈرائیور کے پاس بٹھا کر تم نے ان کی بے عزتی کی ہے۔

الیاس : فون کر کے جاوید صاحب سے پوچھ لیتے ہیں۔

شگفتہ : نہ جی ـــــ وہ سمجھیں گے ہمیں اتنا بھی پتہ نہیں کہ ـــــــ

الیاس : تو اس طرح نہ کریں کہ آگے آگے میں ٹیکسی پر گھر آجاؤں اور وہ پیچھے پیچھے کار میں آجائیں اور جہاں ان کا جی چاہے بیٹھ جائیں

شگفتہ : ہائے کوئی manners کی کتاب بھی تو ہے نہیں گھر پر۔اس روز ٹیلی ویژن پر بتا بھی رہے تھے۔میں نے غور ہی نہیں کیا۔

الیاس : ٹیلی ویژن پر بتا رہے تھے کیا کہہ رہی ہو۔؟

شگفتہ : خالہ سعیدہ کے گھر نہیں دیکھا تھا ٹیلی ویژن۔اس میں بتا رہے تھے کہ افسر کہاں بیٹھتا ہے اور ـــــــ۔ڈرائیور کہاں افسوس میں نے سنا ہی نہیں۔ورنہ ......

الیاس : میں پبلک لائبریری فون کر کے پوچھ لیتا ہوں ابھی۔اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے ؟

(گلزار ریکیولیٹر سے کر آتا ہے)

گلزار : لیجیے آپا جی۔ مسز جمشید کا خانساماں دیتا ہی نہیں تھا۔ کہتا تھا کہ خراب ہے میں نے کہا تم خراب ہی پکڑادو۔

شگفتہ : کہیں خراب تو نہیں ہے

گلزار : نہیں جی۔ یہ پلگ کی تار اکھڑی ہوئی تھی۔ وہ ایس پی صاحب کے خانسامے نے ٹھیک کر دی ہے۔

الیاس : کھانا پک رہا ہے ناں ٹھیک ٹھاک۔

گلزار : آپ فکر نہ کریں جی بالکل۔

الیاس : سوپ وغیرہ تیار ہے۔

گلزار : لاؤں جی ؟

الیاس : نہیں میرا مطلب ہے سب کچھ پر وقت تیار ملے گا۔

گلزار : ضرور جی (جاتا ہے شگفتہ پرکیولیٹر کو کھانے کے کمرے کی میز پہ رکھتی ہے۔ اوپر سے ڈھکنا کھول کر دیکھتی ہے۔ اس دوران الیاس فون ملاتا ہے۔)

الیاس : جی، پبلک لائبریری ؟ جی معاف کیجیے گا ——— میں آپ کو ایک زحمت دوں گا۔ مجھے ایک book of manners درکار ہے ——— جی، جی نہیں issue نہیں کرواتی ——— اس میں سے reference تلاش کرنا ہے ——— جی ...... جی اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو اوپر سے منگوا لیجیے کتاب۔

شگفتہ : ایک بار بنا کر نہ دیکھ لیں کافی۔ کہیں بالشد صاحب کے سامنے شرمندگی ہی نہ اٹھانی پڑے۔

الیاس : ضرور ——— (یہ جواب وہ شگفتہ کو دیتا ہے) جی نہیں میں نہیں آسکتا آپ کو تکلیف ہوگی لیکن کتاب منگوا کر اس میں driving کے متعلق باب دیکھیے driving نہیں صاحب driving. جی ؟

شگفتہ : کتنی کافی ڈالوں اس میں ؟

الیاس : پورا بھر دو ـــــــــ (یہ بات بھی وہ چونگے میں کہتا ہے لیکن دراصل وہ شگفتہ سے مخاطب ہے) I am sorry وہ میں کسی سے کہہ رہا تھا۔جی .... جی ہاں آپ منگوا لیجئے میں hold on رکھوں گا۔(فون رکھ کر آتا ہے) اچھا کافی بھر لی اس میں۔

شگفتہ : پانی کہاں پڑے گا الیاس ؟

الیاس : (پرکیولیٹر اٹھا کر دیکھتا ہے) ایسی باتیں تو عورتوں کو معلوم ہونی چاہئیں لیکن تمہارے گھر میں چونکہ ذرا مذہبی قسم کا ماحول ہے۔اس لئے حقے اور پرکیولیٹر کو ایک سا مقام حاصل تھا۔

شگفتہ : آپ پھر ذاتیات پہ اتر رہے ہیں۔

الیاس : (جھٹ جیب سے سفید رومال نکال کر لہراتا ہے) صلح ـــــــــ صلح ۔لاؤ مجھے دکھاؤ جگ ـــــــــ (شگفتہ پانی کا جگ پکڑاتی ہے) شاید یہاں ڈالتے ہیں پانی (پانی ڈالتا ہے) لو اب بسم اللہ کر کے پلگ فٹ کر دو۔خدا قسم رعب پڑ جائے گا۔ باللہ صاحب پہ جب پرکیولیٹر میں کافی سامنے آئی۔

شگفتہ : الیاس تم لگاؤ پلگ۔

الیاس : تم کیوں نہیں لگاتی۔

شگفتہ : کون جانے اس کی بجلی لیک کرتی ہو۔پچھلے دنوں سمن آباد میں ایک عورت مر گئی تھی استری لگاتے ہوئے۔میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔

الیاس : (پلگ لگاتے ہوئے) بندہ نواز اور اگر میں مر گیا تو۔

شگفتہ : توبہ کیسی باتیں منہ سے نکالتے ہیں آپ۔ذرا بھی کسی کے دل کا خیال نہیں۔

الیاس : اچھا اس قدر خیال ہے ہمارا۔

شگفتہ : اور نہیں ؟

الیاس : تولیئے لگا دیئے تھے غسل خانے میں ؟

شگفتہ : تولیئے ؟ میں نے تو فقط ایک تولیہ رکھا ہے وہاں۔

الیاس : بابا پورے چار تولیئے لگاؤ۔ ایک بڑا ہاتھ کا ——— ایک منہ ہاتھ دھونے کا میڈیم سائز، ایک شیو کے بعد منہ پونچھنے کا ——— اور ایک ——— ایک ——— خیر ایک ویسے ہی لگا دو متفرقات کے لئے۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں چار چار ہی ہوتے ہیں۔

شگفتہ : وہاں جگہ ہی کہاں ہے اکلوتی کھونٹی تو بے بے جی توڑ گئی ہیں۔

الیاس : اچھا تو پلنگ پر رکھ دو سارے تولیئے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم تولئے کا استعمال جانتے ہیں اور ایک وقت میں چار سے کم استعمال نہیں کرتے۔

(جانا چاہتی ہے)

الیاس : صابن رکھ دیئے ہیں ؟

شگفتہ : جی۔

الیاس : اور ماؤتھ واش ؟ اس کی بوتل آدھی کرلی تھی ؟

شگفتہ : کرلی تھی۔

الیاس : وم اور سرف کے ڈبے بھی کھول کر رکھ دو اور دیکھو دیسی صابن نظر نہ آئے اندر۔

شگفتہ : (جاتے ہوئے۔) اچھا۔

الیاس : (فون کا چونگا اٹھا کر) جی ؟ ——— جی جی ——— میں ہوں مل گئی کتاب ؟ شکریہ۔ جی مجھے یہ پوچھنا تھا کہ اگر کوئی اپنے افسر کو لینے ——— یعنی receive کرنے جا رہا ہو تو وہ کہاں بیٹھے گا ——— جی ؟ ——— دونوں آگے بیٹھیں گے ؟ جی نہیں ڈرائیور ساتھ ہے self drive گاڑی نہیں ہے جی ——— عورت نہیں، صاحب ——— مرد ——— مرد ——— boss ——— افسر۔ بزرگ نہیں جناب سیدھا سادا boss ریٹائرڈ کرنل قسم کا۔ غلط کتاب ہے ——— اچھا آپ پھر بھیج دیجئے اپنے ملازم کو ——— کیا لنچ بریک کے بعد کتاب ملے گی ؟ بہت اچھا نہ سہی

جی نہیں پھر ضرورت نہیں ہوگی، شکریہ ————

(اس دوران شگفتہ واپس آتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں دو چنگیریں ایک پرانا پیتل کا لوٹا ہے۔)

شگفتہ : کیوں پتہ لگا۔

الیاس : نئیں ————

شگفتہ : پھر اب کیا کریں گے۔

الیاس : سوچ لیا ہے میں نے غلام رسول کو ہمارے گھر کا علم ہے۔ وہ بالشر صاحب کو یہاں لے آئے گا کار میں اور میں ٹیکسی میں آجاؤں گا ان کے پیچھے پیچھے۔

(شگفتہ چنگیروں کو دیوار پر ٹانگتی ہے)

شگفتہ : کال نہیں ہوئی ابھی ؟

الیاس : بھوں بھوں تو کر رہا ہے پاجی ۔

شگفتہ : یہ لوٹا کہاں لگاؤں الیاس ۔

الیاس : (پاس آکر) لوٹا ؟ لوٹے کی کیا ضرورت ہے ؟

شگفتہ : پرانا ہے میری نانی جان کے زمانے کا ———— انہیں جہیز میں ملا تھا۔ دیکھ لیجیے نام لکھا ہے ان کا فضل بی بی۔ خالص پیتل کا ہے۔

الیاس : اچھا اس قدر پرانا ہے۔ پھر ———— پھر تو اسے یہاں لگانا چاہیے یہاں (کارنس پر رکھتا ہے۔) پرانی چیزوں کی آرائش سے انسان کا taste ظاہر ہوتا ہے۔ کاش کوئی چھوٹا سا حقہ بھی ہوتا۔

شگفتہ : بیبے جی لے گئیں وہ تو۔

الیاس : نہیں بھئی کوئی چھوٹا سا ہوتا۔ کلچر کی چیز ———— اصلی استعمال کرنے کی چیز نہیں ۔

شگفتہ : مسز جمشید کی طرح جھاڑو بھی نہ ٹانگ دیں ایک دیوار پر۔

الیاس : ہے کوئی گھر میں کھجوری جھاڑو۔

شگفتہ : بیا تو نہیں ہے۔

الیاس : پھر رہنے دو۔

شگفتہ : کافی نہیں ہوئی ابھی (ابھی شگفتہ یہ جملہ بول نہیں پاتی کہ زور سے عقب میں غبارہ پھٹتا ہے لیکن سیٹج پر یہ ظاہر ہوتا ہے جیسے کافی کا پرکیولیٹر پھٹ گیا ہو۔ دونوں اچھل پڑتے ہیں۔)

شگفتہ : پلگ اتارو پلگ ———— جلدی سے۔

(الیاس بھاگ کر پلگ اتارتا ہے)

شگفتہ : دیکھا پھٹ گیا ناں اب سو ڈیڑھ سو روپے کی اور چپت پڑی۔

الیاس : (ڈھکنا کھول کر دیکھتا ہے) خواہ مخواہ مفت کا جرمانہ پچیس تیس سے کم میں تو کیا repair ہوگا۔

شگفتہ : پتہ نہیں ریپیئر ہوتا ہے یا نہیں؟ میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی ایسے ہی جائے کی طرح دم کر دیں گے کافی۔ آپ کو شوق تھا۔ لیجئے اب impress کر لیجئے پلے کو۔

الیاس : نقصان جو ہونا تھا وہ ہو چکا شگفتہ یہ پرکیولیٹر اب سجاوٹ کے طور پر رہے اور کافی چولہے پر بنالی جائے

شگفتہ : ہمیں اول تو مانگنے پر کبھی کوئی چیز ملی نہیں اور جو ملتی ہے تو ایسی خستہ حالی میں کہ الٹا ہوائی کا خرچ سر آپڑتا ہے۔ سیادہ ہے نا بلو کے عقیقے پر خالہ سعیدہ نے پرانا جگ بھیج دیا تھا۔ بال آیا ہوا تھا اس میں ہمیں نیا خرید کر دینا پڑا تھا۔

(اس مکالمے کے دوران گلزار بچی بینا کو اٹھا کر لاتا ہے۔ بینا کے ہاتھ میں دھاگہ ہے جس میں ایک پھٹا ہوا غبارہ لٹک رہا ہے۔)

گلزار : آپا جی یہ بینا کو آپ لے لیں ذرا کام نہیں کرنے دیتی۔ روتی ہے اس کا غبارہ پھٹ گیا۔

شگفتہ : میں کیسے لے لوں میرے کپڑے خراب ہو جائیں گے۔ ایک اور غبارہ لے دو اسے۔

گلزار : غباروں سے نہیں کھیلتی یہ جی۔ ابھی پھاڑا ہے اس نے گیس والا غبارہ۔

الیاس : تو ابھی یہ گیس والا غبارہ پھٹا تھا۔

گلزار : ہاں جی وہی دو آنے والا گیس کا۔

الیاس : تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پرکیولیٹر ٹھیک ہے (جلدی سے پرکیولیٹر دیکھتا ہے)

گلزار : (حیرانی سے) کیا جی ؟

شگفتہ : ہائے شکر الحمداللہ بنیا کو لے جاؤ سنک کے پاس بٹھا دو چمچ کانٹوں سے کھیلتی رہے گی۔

گلزار : نہیں کھیلتی آپا جی اور وہ ایس پی صاحب کا خانساماں ناراض ہوتا ہے۔ کہتا ہے مسالہ تیار نہ ہوا تو کھانا وقت پر نہ ملے گا۔

الیاس : دیکھو ——— آپا جی کو آپا جی نہیں کہنا ——— بیگم صاحبہ کہنا ہے اب سے۔

گلزار : اچھا جی۔ کاکی لے لیں آپ۔

الیاس : اور بنیا کو بابا لوگ کہا کرو ——— سمجھے ؟

گلزار : بابا لوگ۔ جی یہ تو بالکل چھوٹی ہے اسے بابا لوگ کون کہہ سکتا ہے ؟

الیاس : جرح کرنے کی ضرورت نہیں ہے بابا لوگ کہنا ہے اور بس۔

گلزار : اچھا جی۔

شگفتہ : (بچی کو اپنے سے دور دور اٹھائے ہوئے ہے) الیاس اس بنیا کا کیا کریں۔ اس کا تو پیٹ بھی خراب ہے۔ کہیں میری ساڑھی نہ خراب کر دے ویسے بھی اگر باللہ صاحب کے سامنے اس نے کچھ misbehave کیا تو .... تو۔

الیاس : میں نے تو بے جی سے کہا تھا کہ اسے ساتھ لے جائیں۔

شگفتہ : جی ہاں وہ لے جانے والی ——— آج تک کبھی کسی کے کام بھی آئی ہیں۔

الیاس : اس وقت بے جی پر thesis لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔اس مسئلے کا حل سوچنا چاہیئے اور وہ بھی جلدی۔

شگفتہ : مینا کو مسز جمشید کے گھر نہ بھجوادیں تھوڑی دیر کے لئے۔

الیاس : ونڈرفل، ونڈرفل۔۔۔۔۔۔ وہ بھی ہمیشہ کہا کرتی ہیں کہ مجھے بچوں سے محبت ہے۔موقعہ مل جائے گا انہیں اظہار محبت کا۔

گلزار : میں جاؤں جی؟

الیاس : یہ مینا کو لے کر مسز جمشید کے گھر جاؤ۔میرا سلام کہنا کہ ہماری مینا کو رکھ لیں چند گھنٹوں کے لئے۔

شگفتہ : ویسے بھی یہ دودھ پی کر سو جائے گی تھوڑی دیر بعد۔

گلزار : ابھی انہوں نے نئی آیا رکھی ہے۔میری تو خیر واقف ہے لیکن۔

الیاس : واقف ہے تو اور بھی اچھا ہے اگر مسز جمشید گھر پہ بھی ہوں تو بھی بچی چھوڑ کر آسکتے ہو۔

شگفتہ : اگر مسز جمشید گھر پہ ہوں۔تو کہنا آپا جی گھر پہ نہیں ہیں۔آپ اسے ذرا تھوڑی دیر کے لئے رکھ لیں۔

الیاس : نہیں نہیں۔۔۔۔۔۔ کہنا آپا جی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔تیز بخار چڑھا ہے بچی ذرا گھڑی بھر کو رکھ لیں تو مہربانی ہوگی۔

شگفتہ : خدانخواستہ بھئی بخار کا نہ کہو۔خدانخواستہ خبر لینے ہی آجائیں۔

گلزار : میں کہوں گا جی کہ باؤ جی اور آپا جی فلم دیکھنے چلے ہیں۔آپ مینا کو رکھ لیں۔

الیاس : لاحول ولا۔اول تو یہ مٹنی کا وقت نہیں پھر۔۔۔۔۔۔ پھر انہیں یہ سن کر بچی سے ہمدردی نہیں ہوگی۔دیکھو تم کچھ نہ کہنا ایسے ہی بچی پکڑا آنا آیا کو۔

شگفتہ : ہاں یہ ٹھیک ہے تم کہنا دیکھو ذرا بازار جا رہا ہوں۔ذرا بچی سنبھالنا تھوڑی ہی دیر۔

گلزار : بہت اچھا باؤ جی

الیاس : (میاں صاحب) (شگفتہ کی طرف اشارہ کرکے) بیگم صاحبہ (گلزار بچی کو لے جاتا ہے۔ بچی ماں کی طرف بازو پھیلا کر روتی ہے۔)

الیاس : کمال ہے بچے اس طرح ٹرین کئے ہیں کہ پل بھر کو جدا نہیں ہوتے۔ لوگوں کے بچے اکیلے ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کرتے ہیں ائیر ہوسٹس کے ساتھ۔

شگفتہ : میں کوئی آپ ٹو ڈیٹ ماں نہیں ہوں۔ ماڈرن قسم کی۔

الیاس : (ہنس کر) اس وقت تو کافی ٹو ڈیٹ عورت لگ رہی ہو ماشاءاللہ سنا ہے مسٹر باللہ کو بھی سانولی سلونی خواتین بہت اچھی لگتی ہیں میری طرح ——— (کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے۔)

شگفتہ : (بھڑک کر) میں سانولی ہوں ؟

الیاس : (گھبرا کر) تم نہیں بابا——— میں ویسے کہتا ہوں کہ مسٹر باللہ کو پسند ہیں۔ بدقسمتی سے۔

شگفتہ : آپ کو بھی تو اچھی لگتی ہیں سانولی سلونی عورتیں (افسردگی سے سر جھکا کر)

(اپنے آپ کو نہایت سفید سمجھتی ہے)

الیاس : (جلدی سے) لیکن جب سے تمہیں دیکھا ہے میں نے اپنی رائے بدل لی ہے

شگفتہ : واقعی الیاس :

الیاس : absolutely اب مجھے ایک دم سفید عورتیں اچھی لگتی ہیں ——— تم جیسی۔

شگفتہ : (کندھے سے سر لگا کر) خدا کا شکر ہے ورنہ۔

الیاس : ورنہ کیا۔

شگفتہ : ورنہ پہلے تو میں خدانخواستہ سمجھی کہ .... کہ تم مجھے سانولی سمجھتے ہو۔

الیاس : (جھوٹ بولتے ہوئے) توبہ توبہ خدانخواستہ۔

شگفتہ : پھر مجھے غلط فہمی ہوئی کہ تمہیں سفید رو عورتیں ہی اچھی نہیں لگتیں ——— خدانخواستہ

الیاس : توبہ خدانخواستہ۔

شگفتہ : عجب اتفاق ہے شادی سے پہلے مجھے دراز قد مرد بہت اچھے لگتے تھے۔

الیاس : کیا مطلب ؟ ـــــ میرا قد پانچ فٹ سات انچ ہے۔ خاصا قد ہوتا ہے پانچ فٹ سات انچ۔

شگفتہ : توبہ میں کب کہتی ہوں کہ آپ کا قد اچھا نہیں ہے۔ میں تو کہتی ہوں کہ اب مجھے بے تحاشہ لمبے بانس کے بانس اچھے ہی نہیں لگتے۔ شکل ہی سے احمق لگتے ہیں ایسے مرد۔

الیاس : بالکل خدا کا شکر ہے کہ تم نے اپنی رائے بدل لی ورنہ ـــــ مجھے

شگفتہ : آپ کا تو قد ہے ہی لمبا ـــــ عین مناسب ہائیٹ ہے آپ کی۔

الیاس : واقعی ؟

شگفتہ : بالکل۔

الیاس : میں سمجھا کہیں تم دل میں پچھتا رہی ہو کہ .... کہ چھوٹا شوہر کیوں نہیں ملا۔

شگفتہ : پانچ انچ ہی تو کم ہیں۔

الیاس : (روٹھ کر) پانچ انچ بہت ہوتے ہیں۔

شگفتہ : اللہ نہیں تو (ہاتھ سے دکھاتے ہوئے) بس اس قدر یہ بھی کچھ فرق ہے۔

الیاس : (آہ بھر کر) کاش ـــــ یہ فرق بھی نہ ہوتا۔

شگفتہ : الیاس۔

(عقب میں ہارن بجتا ہے)

شگفتہ : گاڑی آگئی ہیا دید صاحب کی۔

الیاس : (جلدی سے) میں ناں کہتا تھا آدمی ذمہ دار ہے گاڑی ضرور بھیجے گا۔

شگفتہ : اچھا اب جلدی جایئے۔

الیاس : شگفتہ، خدا جانے مجھے ٹائی لگانی چاہیئے تھی کہ بو ٹھیک ہے۔

شگفتہ : ٹائی ہی ٹھیک ہے زیادہ اخلاص ظاہر کرنا بہتر ہے سرد مہری دکھلانے کی بہ نسبت۔

اچھا جاؤ ناں ——— (ایک گلدان سے پھولوں کا گلدستہ نکال کر دیتی ہے) یہ لو

جاتے ہی پکڑانا ——— بوس کو۔

(گلدستہ چونکہ پانی میں سے نکلا ہے اس لئے اس میں سے قطرے الیاس کے سوٹ پر پڑتے ہیں)

الیاس: لاحول ولاقوۃ۔ اسے پانی میں کیوں ڈال دیا تھا میرا سوٹ خراب کر دیا پکڑ کے۔

شگفتہ: اگر باہر رکھ دیتی تو سارے پھول مرجھا جاتے۔

الیاس: بلا سے، میرا سوٹ تو خراب نہ ہوتا۔

(بھاگ کر کاغذ اٹھا لاتی ہے)

شگفتہ: اس میں لپیٹ لو الیاس۔

(ہارن باہر بجتا ہے دونوں مل کر پھولوں کو اخبار کے کاغذ میں لپیٹتے ہیں)

الیاس: اچھا خدا حافظ ——— میرے لئے دعا کرنا ——— (جاتا ہے بیک سٹیج سے آواز

آتی ہے) کھانا تیار ہو شگوفی۔ باورچی خانے میں جا کے خود چیک کر لینا۔

(بھاگ کر شگفتہ کھڑکی میں جا کر کھڑی ہوتی ہے)

شگفتہ: (چلا کر) لوڈرز کو پیسے خود دینا الیاس۔ چار آنے ٹپ ہوتی ہے ہر ایک کی ———

گفٹ شاپ سے ایک روپے کی چوڑیاں لے لینا۔

الیاس (دور سے) اچھا اچھا سب کر لوں گا۔

(کار روانہ ہونے کی آواز)

شگفتہ: (آواز دینے کے انداز میں) الیاس ——— الیاس۔

(یہ دیکھ کر کہ الیاس جا چکا ہے چپ ہو جاتی ہے۔ اب وہ بالوں پر ہاتھ پھیرتی ہے۔ نہایت مسکین

قسم کی مسکراہٹ چہرے پر لاتی ہے اور دائیں دروازے کی جانب بڑھتی ہے رکتی ہے)

شگفتہ: (الیاس کی طرح) آپ سے ملو شگفتہ ——— مسٹر مستنصر باللہ۔ اور یہ

میری بیوی ہے باللہ صاحب۔۔۔۔۔۔

شگفتہ :۔ (آگے بڑھتی ہے ملکہ زادی کی طرح ——— مسکراہٹ سے چہرہ تاباں کئے
ہاتھ بڑھائے) (بڑے دلار سے) آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔
شگفتہ : آیئے تشریف رکھئے باللہ صاحب ——— کیسے سفر کیسا گزرا۔ کافی پئیں
گے کہ چائے ؟ (ابرو اٹھا کر)

جی جی ——— الیاس ہمیشہ آپ کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ مجھے بڑا اشتیاق تھا
آپ سے ملنے کا۔ (مسکرا کر) جی ہاں یہ تو ہوتا ہی ہے کہ انسان گھر کو اپنی شخصیت کے مطابق ڈھالتا ہے۔
شکریہ شکریہ۔ جی کچھ طبیعت میں نفاست بہت ہے میرے ——— اسی لئے بچے بھی ساتھ
نہیں رکھ سکتی ———۔

(یہ تقریر وہ اسطرح ادا کرتی ہے جیسے باللہ صاحب ساتھ ہوں پھر واپس دروازے کی طرف لوٹتی ہے۔
ہاتھ بڑھا ہوا ہے وہی مسکراہٹ چہرے پر ہے جب دوبارہ وہ کہتی ہے آپ سے مل کر خوشی ہوئی تو دروازہ
کھلتا ہے رضوان داخل ہوتا ہے۔ گریبان کھلا ہے۔ سر پر سٹر دہیٹ ہے۔ نہایت بے تکلف دوستوں کی وضع
ہے کندھے پر کیمرہ اور تھرموس لٹک رہا ہے)

رضوان۔ مجھے بھی مجھے بھی آہاہا Exactly as I dreamed

(بڑی گرم جوشی سے شگفتہ سے ہاتھ ملاتا ہے ———)

دیکھ لیجئے بھابی دل سے دل کو راہ ہوتی ہے میں نے کہا ہے کہ کراچی سیدھا نکل گیا تو بھابی کو مجھ
سے گلہ ہوگا اور وہ احمق سب سے ملک کا نواب کہاں ہے۔

شگفتہ :۔ (جس کا رنگ فق ہو چکا ہے) وہ ——— وہ الیاس . . . .

رضوان (شگفتہ کو چکر دے کر) oh lovely واہ بھابی واہ ———
جو رتی بھر جناب کے حسن میں کمی واقع ہوتی ہو تو ناچیز گردن کٹوا سکتا ہے بخوشی ——— سوا دو روپے دیجئے۔ میرے
پاس change نہیں ہے ——— رکشا والے کو دینے ہیں۔
شگفتہ :۔ (کھانے والی میز کا کپڑا اٹھا کر پیسے دیتے ہوئے) لیکن رضوان بھائی آپ آ کیسے گئے۔

میرے تو وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ آپ ——— آپ یوں آسکتے ہیں اچانک۔

رضوان :۔ دیکھئے پھر کیسے آپ کی دلی تمنا پوری کی ہے۔ اچانک آجانے میں جو لطف ہے وہ set پروگرام میں نہیں ملتا۔ تھینک یو تھینک یو میں ابھی آیا۔

(واپس جاتا ہے)

شگفتہ :۔ (سر پکڑ کر) یا میرے اللہ اب میں کیا کروں!

(واپس آتا ہے اس بار اس کے پاس فوٹو گرافروں کا تین ٹنگا کیمرہ ہے جس کے پیچھے نقاب لگا ہوتا ہے)

رضوان :۔ میرے ساتھی سب گئے کراچی۔ لیکن میں کیسے جا سکتا تھا میں نے کہا بھئی میں تو journey break کروں گا۔ بھابی اور اس الو کی دم فاختہ کو ملوں گا۔ بچے کہاں ہیں اسنے بغیر) ایک ویکلی میں ملازم ہوں آج کل

شگفتہ :۔ اچھا

رضوان :۔ الیاس کو تو جانے کیا مرض ہے کسی کے خط کا جواب ہی نہیں دیتا۔ لیکن سارا قصور آپ کا ہے بھابی سست الوجود بنا دیا اسے (باتیں کرتا جاتا ہے اور صوفے پر بیٹھ کر جوتے جرابیں اتارتا ہے تھرموس اور کیمرہ رکھتا ہے) خط کا جواب تک نہیں دیا جاتا اب اس سے جب آپ سے شادی نہیں ہوئی تھی۔ تو ہفتے میں دو خط لکھتا تھا مجھے ایسے دکھ بھرے خط ہوتے تھے اوہو ہو ——— کلیجہ پھٹ جاتا تھا۔ بے جی کہاں ہیں؟ بھابی "شب" دیکھو" ——— نہیں دیکھا آپ نے

شگفتہ :۔ نہیں تو۔ اتفاق نہیں ہوا۔

رضوان :۔ لیجئے صاحب یہ کیوں کر ہوا۔ میں کراچی میں پہنچ کر سب سے پہلے پوچھوں گا۔ ہیڈ کلرک سے میں نے خود اعزازی لسٹ میں آپ کا پتہ لکھوایا تھا۔ میں فوٹو گرافر ہوں شب و یچور کا ——— چیف فوٹو گرافر

شگفتہ :۔ بڑی خوشی ہوئی سن کر۔

رضوان :۔ "نیڈی کے شب و روز" پر فیچر بنانے گیا تھا۔ میرے ساتھ نگین خالد بالی اور مسعود کاشانی بھی تھے۔ کوئی پاجامہ وجامہ ملے گا۔ میں نے تو سارا سامان ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔

شگفتہ:۔ لیکن رضوان بھائی ———— پاجامہ تو

رضوان:۔ کوئی بات نہیں دھوبی کا دھلا ہوا کوئی گھر پر نہیں تو خیر یہاں کونسا تکلف ہے میں اس گدھے کا استعمال شدہ پاجامہ پہن سکتا ہوں۔

اسی طرف غسل خانہ ہے نا If I remember well

(جاتے ہوئے) مسعود (آف سٹیج) کا شانی کو الیاس جانتا ہوگا ضرور (غسل خانے کے اندر عندلیب جیدانی کا پوتا ہے ادب کا ذوق ورثے میں ملا ہے (جب وہ یہ کہتا ہے کہ مسعود کو الیاس ملا ہوگا تو غصے سے شگفتہ دائیں بائیں سرہلاتی ہے لیکن اس وقت رضوان سٹیج پر موجود نہیں ہے) انیڈی کے شب و روز اچھا فیچر بن گیا ہے میری بڑی امیدیں وابستہ ہیں اس فیچر سے سیٹھ گڈو باجا والا کہتا ہے جو کہیں اس یعنی شب و روز کی سرکولیشن چھ ہزار ہو جائے تو پھر اس کی برانچ کھل سکتی ہے لاہور میں۔ دعا کیجیے بھابی ———— پھر تو بندہ اسی چوکھٹ کا ہو جائے گا۔ کہاں ہے اس نامعقول کا پاجامہ ———— بھابی تم اس کو اس قدر لاڈ پیار سے نہ رکھا کرو ———— مجھ سے اصغر نے ساری باتیں کی تھیں۔ جوتے تک احمق کو لا لا کر دیتی ہو ———— مل گیا ———— مل گیا۔ دعا کیجیے برانچ کھل جائے رسالے کی بس پھر بھابی آپ کی اور بچوں کی وہ تصویریں بناؤں گا وہ تصویریں بناؤں گا کہ آہا ———— یہ ماؤتھ واش ہے گھر پہ ———— اس کی سخت ضرورت تھی مجھے کل رات سے دانت میں درد ہو رہا ہے لیکن تمہیں بھابی تمہیں میری ہر ضرورت کا پتہ کیسے چل جاتا ہے You have a sixth sense

(اس مکالمے کے دوران شگفتہ حیران پریشان کمرے میں ٹہلتی ہے کبھی کھڑکی تک جاتی ہے۔ کبھی مٹھیاں بھینچتی ہے۔ کبھی سر پکڑتی ہے اس پر اضطراب کا عالم طاری ہے کہ کیونکر اس آدمی کو نکالے ————)

رضوان:۔ (جو اس وقت غرارے کا پانی بنا چکا ہے۔) کبھی احمد افضل سے ملاقات ہوئی وہ گڑھی شاہو میں رہتا ہے ان دنوں۔ (غرارے کرنے کی آواز)

(گلزار آتا ہے اس کے ہاتھ میں چھوٹی بڑی پلیٹیں ہیں)

گلزار:۔ (ہاتھ میں برتن ہیں) برتن لگا دوں جی۔ کیا بات ہے آپا جی۔

شگفتہ: گلزار میں بڑی مشکل میں ہوں

گلزار:۔ مشکل خدا نہ کرے آپا جی۔

(غرارے کی آواز بند ہوتی ہے)

رضوان:۔ بڑا relief ہوتا ہے اس، دُنھ۔اش سے میں تو اسے سفر میں بھی ہمیشہ ساتھ رکھتا ہوں پچھلے سال دو داڑھیں نکلوا دیں میں نے بھابی۔ بڑھاپا آگیا ہے بھابی بڑھاپا (پھر غرارے کرنے کی آواز)

شگفتہ:۔ ابھی صاحب کے افسر آنے والے ہیں۔

گلزار:۔ مجھے معلوم ہے جی۔ سارا کھانا تیار ہے آپ فکر نہ کریں۔

رضوان:۔ (اندر سے) کھانا تیار ہے۔ لگاؤ لگاؤ۔ یہ گلزار کی آواز لگتی ہے وا، وا ——— (گلاس لئے باہر آتا ہے گلزار برتن لگاتا ہے) لگا دو برتن فوراً کیوں میاں سلام علیکم،

گلزار:۔ سلام علیکم جناب

رضوان:۔ ابھی تک ٹکے ہوئے ہو ان کے گھر۔ شاباش اس سے اچھا گھر نہ ملے گا۔ کیا پکا ہے

گلزار:۔ سوپ ہے جی

رضوان:۔ (جلدی سے) واہ وا ——— کچھ ترقی ورقی کر گئے ہیں تمہارے صاحب کیوں بھابی؟

شگفتہ:۔ بات یہ ہے رضوان الیاس ——— کے

رضوان:۔ الیاس کا نصیب ہی اچھا ہے بھابی۔ تمہاری جیسی بیوی ملی اور اس گلزار جیسا جانثار ملازم ملا وہاں کراچی میں بہت تکلیف ہے نوکروں کی۔ مسعود کا شانی اور میں ایک فلیٹ میں رہتے ہیں۔ ان دنوں ایک کرائے ملازم ہے میرا ——— میاں گلزار میٹر یکولیشن کیا ہے اس نے

گلزار:۔ (برتن سجانے میں مشغول ہے) جی صاحب

رضوان:۔ بھابی عجب آدمی ہے مجھے ہر روز سوا بارہ فون کرتا ہے کیوں صاحب کتنی روٹیاں پکاؤں دن دن ڈاٹو تھری بھری ——— لگاؤ لگاؤ بھئی کھانا میں ابھی غرارے کر کے آیا۔ (پھر چلا جاتا ہے غسل خانے سے غرارے کرنے کی آواز آتی ہے)۔

شگفتہ :- ان صاحب کا کیا کریں گلزار (رازداری سے) اگر یہ گھر پر ہوئے تو ———— تو الیاس صاحب بہت بگڑیں گے۔

گلزار :- یہ بھی مہمان آئے ہیں جی کراچی سے۔

شگفتہ :- ہماری سر آنکھوں پر۔ لیکن ———— لیکن الیاس صاحب کے افسر آرہے ہیں انہیں نکالنا ہوگا کسی طرح

گلزار :- انہیں نکالنا ہوگا جی

رضوان :- (اندر سے) یہ کھسر پھسر کیا ہو رہی ہے میں سمجھ گیا۔ (باہر آکر) بھابی کوئی تکلف نہیں چلے گا۔ جو سوپ دوپ پکا ہے چلے گا۔ سن لے گدھے کیا سکیمیں بنا رہا ہے بھابی کے ساتھ ———— (انگلیوں پر گن کر) انڈا میں نہیں کھاتا بازاری کباب چھ ماہ سے بند ہیں۔ نان چنے وغیرہ حکیم نے بند کئے ہیں دانت کی وجہ سے By God بھابی میری وجہ سے پریشان نہ ہوں I am a family member

(گلزار کو حکم دے کر) جو کچھ موجود ہے لگاؤ میں نے ناشتہ بھی نہیں کیا آج صبح جلدی لگاؤ کھانا ————

شگفتہ :- دراصل بات یہ ہے رضوان بڑی عجیب سی بات لگتی ہے لیکن

رضوان :- عجیب بات کیا ہے اپنوں کو اپنوں کی طرح ملنا عجیب بات ہے حد ہو گئی بھابی (کمرے میں نظر دوڑا کر) آپ لوگ کچھ امیر ہو گئے ہیں اسی لئے کچھ تکلف بڑھ گیا ہے (گلزار کو) خبردار جو میرے لئے کچھ کیا (مکا دکھا کر) میں پچھلے سال جاپان سے جیوڈو سیکھ آیا ہوں ہڈیاں توڑ دوں گا (غسل خانے کی طرف جاتے ہوئے) عجب relief ملا ہے ان عزاروں سے

شگفتہ :- (عزم کر کے) رضوان ذرا سننا۔

رضوان :- (پلٹتے ہوئے) سنو بھابی۔ میں تم سے ایک بات کہنا ہی بھول گیا۔ مجھے شک ہے کوئی گاڑی میں مجھے follow کر رہا تھا۔ (گلزار بتی لگانے کی بجائے اس کی بات سنتا ہے) جہلم پر میں سگریٹ پینے کے لئے اترا تو وہ ———— وہ بنچ سے اٹھا اور میرے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ مجھے شک گذرا لیکن پھر ———— پھر میں نے پرواہ نہ کی وہ عبداللہ زیدی کا کیس ہوا تھا ناں تب بھی

سی۔آئی۔ڈی میرے پیچھے لگ گئی تھی خواہ مخواہ یاد ہے حالانکہ میرا تعلق اس سے دوستوں کا سا بھی نہ تھا۔ یاد ہے ناں وہ کیس۔

شگفتہ:۔ (تھکے ہوئے انداز میں) ہاں۔

رضوان:۔ واقعی It was a sad affair

میں گجرات پر اترا تو وہ حضرت پھر کھڑکی میں موجود ــــــــ ذرا سا بھینگا تھا وہ آدمی No harm done to me لیکن طبیعت پر بوجھ ہے گوجرانوالے پر میرے ایک ملنے والے آئے تھے سٹیشن پر

I Know وہ پیچھے کھڑا ساری باتیں سنتا رہا ــــــــ C.I.D. کا آدمی لگتا ہے۔

شگفتہ:۔ وہی ہوگا لیکن ــــــــ (واپس غسل خانے کی طرف جاتے ہوئے)

رضوان:۔ ہونے دیجئے بھابی ــــــــ ہم آزاد لوگ کبھی ان کے پکڑے پکڑے گئے ہیں۔ نہ بیوی نہ بچہ۔ ہمیں پکڑ بھی لیا تو کونسی آفت آجائے گی (غسلخانے سے چھپاکے مار مار کر منہ دھونے کی آواز۔ ساتھ ہی خوش الحانی کے ساتھ رضوان جھٹکے کے ساتھ گاتا ہے)

رضوان:۔ (آف سٹیج) ہچکیوں پہ ہو رہا ہے زندگی کا راگ ختم (جھٹکے) دیکر تار توڑے جا رہے ہیں ساز کے۔ (گلزار رازداری سے شگفتہ کو بلاتا ہے)

گلزار:۔ میں ابھی آپ کو آواز دوں گا آپا جی آپ باورچی خانے کی طرف آجائیے گا۔

شگفتہ:۔ (غسل خانے کی طرف اشارہ کرکے) کچھ کرو گے اسے بھیجنے کیلئے۔

گلزار:۔ جی انشاءاللہ ــــــــ

شگفتہ:۔ بہت بہت شکریہ

رضوان:۔ (غسل خانے سے) بھابی وہ جو صغیر تھاناں ٹیکسٹائل ملز میں۔ بتو کی والا؟

شگفتہ:۔ ہاں؟

رضوان:۔ وہ اب کراچی پہنچ گیا ہے ڈی سلما ٹاؤن میں مکان لے لیا ہے بڑا اونچی جگہ ہاتھ مارا ہے۔

Arabian Jute Huose والے ہیں ناں؟

سیٹھ جموں والاان کی بیٹی سے شادی ہوئی ہے۔ تم لوگوں نے تو قسم کھا رکھی ہے کراچی نہ آنے کی کبھی آؤ ٹھاٹھ دکھاؤں تمہیں!

گلزار:۔ (دوسری جانب آف سٹیج) آپا جی ______ آپا جی ذرا ادھر آنا ______

رضوان:۔ یہ ابھی تک آوازیں دینے کی سٹیج سے نہیں نکلا۔ (شگفتہ بائیں جانب جاتی ہے سٹیج خالی رہ جاتا ہے گلزار بھاگ کر آتا ہے رضوان کا چھوٹا دستی کیمرہ اٹھا کر جلدی سے شگفتہ کے پیچھے بھاگ جاتا ہے اس اثنا رضوان پھر لہک لہک کر وہی شعر گاتا ہے)

رضوان:۔ ہچکیوں پر ہو رہا ہے زندگی کا راگ ختم جھٹکے دے کر تار توڑے جا رہے ہیں ساز کے (گلزار پھر بھاگ کر کمرے میں آتا ہے اور سیدھا کھڑکی کے پاس پہنچتا ہے)

گلزار:۔ (چلا کر) پکڑنا ______ پکڑنا۔ چور ______ چور ______ آپا جی ______ آپا جی

رضوان:۔ (رضوان باہر نکلتا ہے پتلون ہاتھ میں ہے اسے صوفے پر ڈالتا ہے کچھ اس انداز سے کہ صوفے کی پشت پر الٹی وی بن جاتی ہے) کیا ہوا گلزار

گلزار:۔ ابھی یہاں سے کوئی آدمی گیا ہے جی کھڑکی پھاند کر ______ بھینگا سا آدمی تھا وہ دیکھئے وہ بھاگا جا رہا ہے۔ آپ دیکھئے صاحب کچھ آپ کا تو نہیں اٹھا لے گیا۔

(شگفتہ شور سن کر آتی ہے)

رضوان:۔ (جلدی سے دیکھتا ہے) oh my God میرا کیمرہ ______ میرا کیمرہ ______ سرکاری کیمرہ ارے ظالم دفتر کا ______ پچیس سو روپے کا بھابی

شگفتہ:۔ ابھی تو یہیں تھا۔

گلزار:۔ کمال ہے صاحب آپ کے سامنے چور وہ جا رہا ہے آپ یہاں کھڑے ہیں۔ آیئے میرے ساتھ چوک تک نہیں جانے دوں گا اسے

رضوان:۔ (بھاگتے ہوئے) یہی بدمعاش تھا۔ میرے تعاقب میں۔ کیمروں پر نگاہ تھی بدذات کی۔

گلزار :۔ (کھڑکی سے چھلانگ لگا کر) آئیے صاحب جی۔ جلدی کیجئے وہ جا رہا ہے وہ ۔۔۔۔۔۔۔ وہ

(رضوان بھی کھڑکی سے چھلانگ لگا کر جاتا ہے چند لمحے گلزار کی اور رضوان کی ملی جلی آوازیں آتی رہتی ہیں)

دونوں :۔ جانے نہ دو۔ پکڑ لو اس سیلیٹی قمیص والے کو ———— چور چور چور ————

پکڑ لو جانے نہ پائے ———— چور چور چور پکڑ لو۔

(یہ ہنگامہ ابھی مچا ہوتا ہے کہ کار کی آواز بیک گراؤنڈ میں فیڈ ہوتی ہے شگفتہ سر کو ہاتھوں میں پکڑے کھڑی ہے کار رکتی ہے۔ شگفتہ ڈولتی ہے جیسے گرنے والی ہو پھر اپنے آپ کو سنبھالتی ہے الیاس اور مسٹر مستنصر باللہ داخل ہوتے ہیں۔ مسٹر باللہ تھری پیس سوٹ میں ملبوس بڑا ٹھاٹھ دار اونچا لمبا رعب داب والا آدمی ہے۔ چہرے پر مونکل ہے انگلیاں واسکٹ کی جیبوں میں ہیں چھوٹی چھوٹی تراشی ہوئی مونچھیں چہرے پر ہیں۔ گال کی بائیں جانب بڑا سا مسہ ہے کھڑے ہونے اور بیٹھنے کے انداز میں ایک قسم کا **studied** تکلف ہے الیاس نے ہوائی ٹکس اٹھا رکھا ہے اور دم دبائے کتے کی طرح دو قدم پیچھے ہے)

الیاس :۔ سر یہ میری وائف ہے شگفتہ آپ مسٹر مستنصر باللہ ،

(شگفتہ جو اس وقت **dazed** حالت میں کھڑی تھی۔ یکدم چوکنی ہو کر چہرے پر اشتہاری مسکراہٹ لاتی ہے۔ اور ہاتھ ملانے کے لئے آگے بڑھتی ہے اس وقفے میں مسٹر باللہ سلام کرنے کیلئے ہاتھ ماتھے کی طرف اٹھاتا ہے اب یہ دیکھ کر کہ ایک عورت اس سے ہاتھ ملانے کو بڑھ رہی ہے وہ جلدی سے اٹھا ہوا ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔ اس اثنا میں شگفتہ یہ جان کر یہ باللہ صاحب ہاتھ ملانا نہیں چاہتے خفت کے ساتھ ہاتھ ماتھے تک لے جاتی ہے۔ اب باللہ صاحب کا ہاتھ آگے بڑھا ہوا ہے الیاس جلدی سے سوٹ کیس رکھ کر باس کا ہاتھ بڑے تپاک سے ملاتا ہے باللہ اس گڑبڑ سے محظوظ نہیں ہوتا کمرے پر نگاہ دوڑاتا ہے)

الیاس :۔ (جلدی جلدی) شگفتہ میں تو ٹیکسی پر آ رہا تھا۔ لیکن سر نے مجبور کیا۔ اور اپنے ساتھ بٹھا لیا

I feel highly honoured Sir

(باللہ کی نگاہیں کیمرہ پر پڑتی ہیں۔ ساتھ ہی الیاس بھی کیمرہ دیکھتا ہے۔ اس کی جیسے سن سے جان نکل جاتی ہے)

شگفتہ :۔ بس یہیں رکیئے آپ باللہ صاحب ——— میں ذرا مجبور قسم کی فوٹوگرافر ہوں۔
ذرا ایک تصویر کھینچ لوں آپ کی۔
اگر آپ برا نہ مانیں؟ پلیز

(بھاگ کر جاتی ہے اور سیاہ نقاب کے پیچھے سر ڈال کر کہتی ہے)

شگفتہ :۔ (نقاب کے اندر سے) ذرا آپ بکس اٹھا لیجئے الیاس ——— پیچھے ہو جایئے باللہ
صاحب کے۔ مسکرایئے ——— باللہ صاحب ذرا آگے آجایئے۔ تھینک یو ———

(دونوں اس کی instructions پر عمل کرتے ہیں اور ذرا احمق پن سے مسکراتے ہیں)
تھینک یو سر ——— میں ذرا یہ کیمرہ ساتھ والے کمرے میں رکھ آؤں کیمرے کو اوپر سے اٹھاتی ہے
ٹانگیں نیچے رہ جاتی ہیں وہ بڑبڑا کر الیاس کی طرف دیکھتی ہے)

الیاس :۔ تم رہنے دو شگفتہ۔ لاؤ کیمرہ میں لے جاتا ہوں

(جلدی سے آگے بڑھ کر کیمرہ اٹھاتا ہے)

شگفتہ :۔ (خوش کرنے کے انداز میں) راستے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی سر؟

باللہ :۔ نو نو Not at all صرف ہوائی جہاز میں ایک old lady
تھی۔ اس نے بہت بور کیا (الیاس جو اس وقت کیمرہ اٹھانے کیچلیے دروازے تک پہنچا ہے پلٹ کر ایک معنی
خیز نظر شگفتہ پر ڈالتا ہے اور چلا جاتا ہے)

شگفتہ :۔ جی۔ یہ old ladies ہوتی ہی بور ہیں۔ بیٹھئے ناں (یہ جملہ بولتے
ہی شگفتہ کی نگاہ صوفے پر جاتی ہے جہاں پینٹ پڑی ہے باللہ بغیر پیچھے دیکھے صوفے پر بیٹھتا ہے اور اس
دوران باتیں کئے جاتا ہے)

باللہ :۔ جب میں سوئٹزرلینڈ میں تھا مسز الیاس تو ایک دفعہ عجیب اتفاق ہوا میں بنک جا رہا تھا
راستے میں ایک اولڈ لیڈی میرے ساتھ ہو گئی above fifty تھی اس کی عمر

شگفتہ : (جو اس دھیان میں ہے کہ کس طرح پینٹ اتاری جائے) عجیب بات ہے سر۔

بالنّٰد :- absolutely

(الیاس پچھلی طرف سے آتا ہے اور صوفے کی پشت پر کھڑا ہوتا ہے)

بالنّٰد :- وہ میرے ساتھ بینک گئیں She would not leave me

شگفتہ :- آپ ہیں ہی اس قدر charming (الیاس کو اشارہ کرتی ہے کہ پینٹ بیک سے اٹھالے)

بالنّٰد :- تھینک یو۔ بنک پہنچ کر وہ کہنے لگی مسٹر بالنّٰد Guess my age

میں نے کہا more than fifty one پھر اس نے مجھ سے بات نہیں کی۔ اسکے

بعد وہ اور میں واپسی پر بھی اکھٹے تھے لیکن وہ سڑک کی left side پر تھی اور میں

right سائیڈ پر

(شگفتہ بے تحاشا ہنستی ہے محض خوش کرنے کی خاطر الیاس جلدی سے پینٹ اٹھاتا ہے)

بالنّٰد : (مڑ کر) کیا ہے!

الیاس : (پینٹ کو جلدی سے پشت کی طرف کر کے) آپ آرام سے پشت لگا کر بیٹھیں سر۔

بالنّٰد : تھینک یو۔ تھینک یو مسز الیاس You live in a nice house

دیانا میں ایک مرتبہ میں ایک فرینڈ کے پاس ٹھہرا تھا ان کا گھر بالکل ایسا تھا۔ (یہ مکالمہ بولتے ہوئے بالنّٰد صوفے کے بازو پر ہاتھ رکھتا ہے اور پشت صوفے کے ساتھ لگاتا ہے یہاں ایک خوبصورت کشن پڑا ہے بالنّٰد کی کمر لگتے ہی آواز آتی ہے مما۔ کشن کے نیچے زیبی کی گڑیا پڑی ہے جو لوگوں کو نظر نہیں آتی لیکن مما کی آواز حاضرین تک جانی چاہئے)

Oh my God what is here?

(جلدی سے اٹھتا ہے) اس گدی کے پیچھے سے آواز آئی تھی۔ کوئی بلی نہ ہو ______

(جھرجھری لے کر) مجھے بلیوں سے شدید Allergy ہے شگفتہ اور الیاس پر عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے وہ آپس میں معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں)

شگفتہ : (آگے بڑھ کر گدی اٹھاتی ہے) نہیں سر بلی نہیں ہے یہ گڑیا ہے ______ زیبی کی۔

بالنّٰد : oh it is a doll

(بالنڈ شگفتہ کے ہاتھ سے گڑیا لیتا ہے۔ شگفتہ اور الیاس کھسیانی ہنسی ہنستے ہیں۔ بالنڈ گڑیا دباتا ہے وہ ماما کہتی ہے)

It is a nice doll

الیاس: فارن ہے سر

بالنڈ: کس کی گڑیا ہے۔ (پھر گڑیا کا پیٹ دباتا ہے گڑیا ماما بولتی ہے)

شگفتہ: زیبی کی ہے جی ——— میری بیٹی کی۔ (یہ جملہ وہ فخر سے کہتی ہے سامنے سے الیاس آنکھ مارتا ہے کہ زیبی کا ذکر مت کرو)

بالنڈ: آپ کی بیٹی؟ (الیاس کی طرف دیکھ کر) لیکن **I was given**
to understand کہ آپ کے کوئی بچے نہیں ہیں۔

شگفتہ: ۔ہنس کر یس سر۔ وہ دراصل بچے تو ہیں۔ لیکن نہ ہونے کے برابر۔
(الیاس کی طرف اس توقع سے دیکھتی ہے کہ وہ کچھ لنک کو پہنچے) بچے تو میرے تین ہیں۔ بلو زیبی اور منیا لیکن ——— لیکن

الیاس: ۔ (جلدی سے) لیکن وہ ہمارے ساتھ نہیں رہتے سر۔ وہ اپنے چچا کے پاس رہتے ہیں۔

بالنڈ: **Permanently you mean**

الیاس: جی بالکل ——— کیوں شگفتہ؟

شگفتہ: ۔جی ہاں ——— ہمارے گھر تو وہ کبھی آتے ہی نہیں ہم ہی کبھی کبھی انہیں دیکھنے چلے جاتے ہیں۔

بالنڈ: **When I was at Budhapest**
تو ایک مرتبہ مسز الیاس **I stayed with a family**
ان کا خیال تھا کہ میرے بچے ہوں گے اور وہ مجھے بچوں کی وجہ سے ٹھہرانا نہیں چاہتے تھے۔ میں اس خوف سے ان کے پاس ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا کہ شاید ان کے بچے ہوں۔

It was a misunderstanding on both sides

(ہنستا ہے اس پر الیاس اور شگفتہ دونوں ہنستے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جس قدر میں بچوں سے Allergic ہوں اس سے دس گنا زیادہ وہ لوگ تھے۔

الیاس: یس سر۔ دراصل بچے ہوتے تو nuisance ہی ہیں۔

یالٹن: زندگی کا سارا نظام درہم برہم کر دیتے ہیں۔ مسز الیاس میں نے شادی نہیں کی بچوں کے خوف سے they are cruel بڑوں کے ساتھ انہیں کوئی sympathy نہیں ہوتی۔ (الیاس اثبات میں سر ہلاتا جاتا ہے) سارا method خراب کر دیتے ہیں۔ regularity تباہ کر دیتے ہیں زندگی کی۔

It is impossible to live with their children

شکر ہے آپ لوگ مجھ سے agree کرتے ہیں۔

الیاس: ہم تو fully agree کرتے ہیں جی دونوں

(گلزار بیرونی دروازے سے آتا ہے سانس پھولا ہوا، سر کے بال الٹے ہوئے۔ مسٹر یالٹن اب صوفے پر بیٹھے ہیں۔ الیاس صوفے کے پیچھے مؤدب کھڑا ہے۔ شگفتہ سامنے کھڑی ہے آتے ہی گلزار کہتا ہے)

گلزار: آپ فکر نہ کریں جی میں انہیں چھوڑ آیا ہوں پولیس چوکی لٹن روڈ پر۔ تین چار گھنٹے لگ جائیں گے۔ پرچہ کٹوانے ہیں۔

شگفتہ: ٹھیک ہے ٹھیک ہے تم کھانے کا انتظام کرو جلدی

(اس مکالمے کے دوران الیاس اشاروں سے گلزار کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ جلدی سے وردی پہن کر آئے۔ کچھ جھڑکی کا انداز ہے کہ وردی پہن کر اندر کیوں نہیں آیا)

گلزار: بہت گھمایا انہیں بہت چکر دیا جی میں نے۔

الیاس: اچھا تم ادھر باورچی خانے میں چلو۔ جلدی ———— اور پہنو۔

گلزار: (برا مان کر) اچھا جی۔ (جاتا ہے)

بالنّد: (حیران ہوکر) ?What was he talking about

کون گیا ہے چوکی لٹن روڈ ــــــــــ کیا کہہ رہا تھا یہ؟ کس کا پرچہ کٹوایا ہے؟

شگفتہ: کچھ نہیں جی۔ میرے father کا دوست ہے چوکی لٹن روڈ کا تھانیدار

انہیں سے کرگیا تھا ساتھ ملانے کے لئے۔ (ہنس کر) چوکی تھانے کا نام سن کر ویسے ہی دم نکل جاتا ہے میرے

father روز جاتے ہیں وہاں۔ تھانیدار دوست ہے ان کا بچپن کا۔

بالنّد: (یکدم اٹھتے ہوئے) آپ کے father یہاں رہتے ہیں I am sorry

مسٹر الیاس مجھے اجازت دیجئے

The company of old people is in sufferable

الیاس: جی نہیں ہمارے گھر پر نہیں رہتا کوئی بھی ــــــــــ شگفتہ کے ابا جی تو چاہ

بچھوا ڑے رہتے ہیں کبھی کبھی ملنے آجاتے ہیں۔ وہ بھی عید بقرعید پر ــــــــــ

بالنّد: Oh I see

شگفتہ: اب تو ان کی ٹانگیں ہی خراب ہو گئی ہیں صاحب فراش ہیں۔ سارا دن لیٹے رہتے ہیں۔ میرے

گھر بھی ٹیکسی پر آتے ہیں۔ (آنکھوں سے مصنوعی آنسو پونچھ کر) یوں سمجھئے بالنّد صاحب کہ ایک شہر میں ہوتے

ہوئے مہینوں ان سے ملاقات نہیں ہوتی۔

بالنّد: مسز الیاس

شگفتہ: (یہ جان کر کہ بادل چھٹ گئے ہیں یک دم خوشی کے ساتھ) بس جی ہماری قسمت روز ناٹھ میل

کی سیر کرتے تھے نہر کے پل سے ہو کر گارڈن ٹاؤن وہاں سے وحدت کالونی اور پھر واپس ــــــــــ

اب تو دن بھر کھاٹ پر پڑے رہتے ہیں۔ آپ کافی پئیں گے کہ چائے۔

بالنّد: (پائپ نکال کر جلاتے ہوئے) No thank you ابھی کچھ نہیں۔

میں آپکے شوہر کو راستے میں بتا رہا تھا کہ میری طبیعت کچھ خراب ہے۔ stomach trouble

شگفتہ: ہائے آپ تو اتنے اچھے ہیں۔ خدا نہ کرے آپ کی طبیعت خراب ہو۔

بالله: (رنجیدگی سے۔ ٹھیک ہے) آپ کب سے کیو ویک ایسٹرن میں ہیں۔ مسٹر الیاس؟

الیاس: (مؤدب طریقے سے) جی سات سال ہو چکے ہیں۔ پہلے میری پوسٹنگ جہلم ہوئی تھی دو سال سے لاہور میں ہوں۔

بالله: I see آپ نے مجیب الرحمان کے نیچے کام کیا ہوگا جہلم میں،

(شگفتہ ان دونوں کو چھوڑ کر میز پر آتی ہے اور برتن درست کرتی ہے)

الیاس: جی ہاں۔ بڑے نیک مخلص اور شریف آدمی ہیں۔ ماتحتوں کا بہت خیال رکھتے ہیں۔

بالله: (ایکدم غصے میں بھبھوکا ہوکر) Who Mujeeb میں نے
تو اس آدمی کو نہایت dishonest -- under handed اور راشی پایا
جس برانچ میں وہ گیا اس میں کرپشن بڑھی embezzlements
ہوئیں خویش پروری ہوئی۔ He was an agitator
میرا اختیار چلتا تو کبھی کا وہ نوکری سے برخاست ہو جاتا۔ اس کی approach
بھی ڈائرکٹر تک He is staying because of that my God
نہ ورنہ ——— ورنہ اس جیسا آدمی

(الیاس یہ تقریر سن کر دم بخود ہو جاتا ہے شگفتہ بھی ٹھٹھکتی ہے یک دم)

الیاس: یہ بات تو آپ درست کہتے ہیں سر میں تو ماتحتوں کے نقطۂ نظر سے کہہ رہا تھا۔ (خفت سے)
افسر dishonest ہو تو ماتحتوں کی چاندی رہتی ہے۔

بالله He was not dishonest پورا غنڈہ چار سو بیس تھا۔ سیاسی
پارٹیوں سے ملا رہتا تھا ———

الیاس: ہم بھی سوچا کرتے تھے سر کہ یہ ان کے اس قدر تعلقات کیوں کر ہیں۔ بیچارے جونیئر آفیسرز کو کیا پتہ
چل سکتا تھا۔ وہ دھاندلی مچائی تھی دفتر میں وہ من مانی کرتا تھا سر کہ کیا کہوں؟ خود میں نے ایک مرتبہ
Head Office کو گمنام چٹھی لکھی تھی ان کے کرتوتوں کے بارے میں

بالله: W... ...id the right thing

الیاس: سر بیچارے جونیئر کلرک کو کیا معلوم ہو سکتا تھا کہ ... آدمی ہیں۔ میں عموماً کہا کرتا تھا

کہ ایسا افسر جو ماتحتوں کا اس قدر خیال رکھے ضرور در اصل ... ہوگا اپنے ... سے منہ بند کرتا ہے۔ (آہستہ)

سر میں نے تو چوری چوری اخبار دا ... میں بھی نکلوائے تھے مضمون اس کے خلاف ______

بالله: This is against rules Ilyas آپ نے کمپنی کے

لاز کو توڑا ______ یہ بالکل غلط کیا آپ نے۔

الیاس: (جلدی سے) دراصل سر اخباروں میں نکالنے والا تو کمشنر کے دفتر کا ایک آدمی تھا۔

میں تو مجھے تو معلوم تھا بس I am sorry

بالله: خیر وہ دوسری بات ہے لیکن ہماری کمپنی میں یہ offense ہے اخبار

میں کچھ نکلوانا کسی کے خلاف

الیاس: دراصل سر وہ مضمون اصل معنوں میں against بھی نہیں تھا۔

مجیب الرحمان کے وہ تو ایک طرح کی خلق دوستی تھی کہ ______

بالله: آپ مسٹر الیاس کچھ clear نہیں ہیں اپنی thinking

نہیں I feel آپ کو کچھ ٹریننگ کی ضرورت ہے abroad

شگفتہ: (جو اب تک دم بخود کھڑی تھی موقع کی نزاکت بھانپ کر کہتی ہے) ذرا لمحہ بھر

کے لئے آیئے الیاس،

الیاس: excuse me سر ابھی حاضر ہوا۔

(بالله کھڑے ہو کر پائپ پیتا ہے اور کمرے کا جائزہ لیتا ہے الیاس جلدی سے شگفتہ

کی طرف آتا ہے)

الیاس: (آہستہ) کیا بات ہے؟

شگفتہ: ذرا دھیان سے کام کرنا۔ آدمی مجھے کچھ بکٹ لگتا ہے

الیاس : یہ کیمرہ کس کا تھا؟

شگفتہ : رضوان آیا ہے کراچی سے

الیاس : (زیرلب) لاحول ولا قوۃ ـــــــ کہاں ہے وہ؟

شگفتہ : پولیس چوکی لٹن روڈ۔

الیاس : کیا مطلب؟

(مسٹر باللہ چلتا ہوا ایک تصویر کے پاس رکتا ہے یہ ایک village scene ہے عموماً جیسی پینٹنگ آرٹس ڈپارٹمنٹ کی لڑکیاں بنایا کرتی ہیں۔ تیز رنگ اور نامتناسب چہرے لیکن کنواں گھڑے اور پیالی کے ڈھیر ضرور ہوں)

باللہ : Who has painted this? مسٹر الیاس!

(دونوں میاں بیوی بھاگ کر آتے ہیں اور باللہ کے دائیں بائیں کھڑے ہو جاتے ہیں)

شگفتہ : (پاس آتے ہوئے) میری کزن نے پینٹ کی ہے جی یہ تصویر۔ آرٹس سے اسے بڑا لگاؤ ہے

باللہ : اچھی ہے۔ ایسی کلچرل تصویریں ضرور بنانی چاہئیں ہمارا کلچر محفوظ ہوتا ہے ان سے۔ مجھے اپنے کلچر سے عشق ہے۔ When I was in Naples تب وہاں Industrial fair لگا ہوا تھا۔ میں کچھ فارن مارکیٹ explore کرنے کے لئے گیا تھا وہاں

الیاس، شگفتہ : (بہت دلچسپی سے) جی

باللہ : وہاں نمائش پر میں نے ایک ایسی تصویر خریدی تھی ایک جرمن سٹال سے۔

شگفتہ : جرمنی کی دیہاتی زندگی کے متعلق ہو گی سر وہ تصویر

باللہ : نو نو ـــــــ وہ پاکستانی village life تھی۔ لیکن جرمن آرٹسٹ نے پینٹ کی تھی۔ absolutely—remarkable

الیاس : (شگفتہ کو قہر کی نظر سے دیکھ کر) وہ لوگ تو ازل کے آرٹسٹ ہیں سر ان کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔

بالندّ: نہیں الیاس صاحب جرمن قوم کو تو برش پکڑنا ہی نہیں آتا۔ فرنچ لوگ آرٹسٹ ہیں۔
Italians آرٹسٹ ہیں absolutely fabulous

آپ کبھی abroad گئے ہیں الیاس!

الیاس: نہیں بالندصاحب دل میں حسرت ہی ہے جانے کی فی الحال ——— فی الحال
تو مجھ پر ذمہ داری بہت ہے۔

بالندّ: ذمہ داری؟ کیا مطلب۔

(گلزار باورچی آتا ہے اور آکر میز پر سلاد اور گلاس لگاتا ہے) آپ اور آپکی بیوی۔ دو دم ہیں۔ یہ
کوئی ذمہ داری ہے۔ آپ کے parents زندہ ہیں؟

الیاس: صرف والدہ بقید حیات ہیں۔

بالندّ: (گھبرا کر) وہ یہاں تو نہیں رہتی ہیں۔ ——— I am sorry
میں اولڈ لیڈیز کی کمپنی میں نہیں رہ سکتا۔

الیاس: جی نہیں آپ بے فکر رہئے وہ میرے بھائی کے پاس رہتی ہیں مستقل طور پر۔

بالندّ: وہی بھائی جن کے پاس آپ کے بچے رہتے ہیں؟

شگفتہ: جی ہاں ———

بالندّ: آپ کے بھائی کیا کرتے ہیں۔

الیاس: بزنس کرتے ہیں سرکار کے Sole importer ہیں۔

گلزار: کھانا لگاؤں صاحب؟

الیاس: کیوں سر کھانا کھایئے گا۔

بالندّ: میں تو صرف سوپ پیوں گا۔ یا ایک دو رول بھی کھالوں گا میری طبیعت ٹھیک نہیں۔

(شگفتہ اور الیاس ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔)

شگفتہ: جاؤ کھانا لاؤ گلزار

گلزار: اچھاجی

شگفتہ: اور خانساماں سے کہہ دینا رولز بھی لگائے۔

گلزار: اچھاجی (منہ میں رولز کا ورد کرتا جاتا ہے عقب میں کار کے رکنے کی آواز آتی ہے)

باللہ: اچھا ہی ہے کہ آپ اپنی والدہ کو پاس نہیں رکھتے بوڑھے لوگ interfere بہت کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے آپ کے کچھ guest آئے ہیں۔

(دونوں جاکر دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون آیا ہے) ذرا میرا سوٹ کیس پکڑا نیچے مسٹر الیاس۔ (الیاس جاتا ہے) مسز الیاس You must go to Japan

شگفتہ: (جو کھڑکی کیطرف جانے والی ہے رکتی ہے) جی تمنا بڑی ہے

باللہ: مجھے جاپان نے بہت impress کیا What cleanliness what beauty

(الیاس سوٹ کیس لاتا ہے باللہ سوٹ کیس کھولتا ہے شگفتہ جانا چاہتی ہے)

باللہ: (ایک تصویر نکال کر) یہ دیکھیے مسز الیاس۔ میں اس ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔ بڑی اچھی سروس تھی ان کے سارے ہوٹل میں یعنی بارہ stories میں نہ ایک بچہ نظر آیا نہ کوئی بوڑھی عورت ایک مڈل ایج عورت بھی نہیں (اس وقت بے جی اور دونوں بچے اندر آتے ہیں بلو نے حقہ اٹھا رکھا ہے زیبی کے بازوؤں میں ترپونہ ہے بے جی جس طرح گئی تھیں اسی طرح بغل میں چٹائی اور کپڑوں کا جوڑا اور ہاتھ میں لوٹا لئے ہیں)

بلو: بے جی پورے دو روپے پچاس پیسے تھے میں نے خود میٹر دیکھا ہے۔

بے جی: میں جو کہتی ہوں کہ دو روپے اٹھتیس پیسے تھے تو تجھے اپنی دادی کا یقین نہیں آتا اس اٹھائی گیرے ڈرائیور کے بچے کی بات کو ایمان بنا لیا ہے

زیبی: تھے تو دو روپے پچاس پیسے ہی بے جی۔

(شگفتہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتی ہے خوف حیرانی سے باللہ اٹھ بیٹھتا ہے الیاس لبوں پر زبان پھیرتا ہے)

بے جی: جوتے ہی دو روپے پچاس پیسے تو پہلے اس خبیث کے بچے نے دو روپے پچپن پیسے کیوں کہے ـــــ (بااللہ کی طرف اشارہ کر کے) یہ کون ہے؟

الیاس: (الیاس بڑی مصنوعی خوشی کے ساتھ) آہا What a surprise

آپ کہاں بھول پڑیں بے جی؟

بے جی: بھول پڑیں؟ خود نہیں بھیجا تھا مجھے غیاث کی طبیعت کا پوچھنے۔ مجھے تو پہلے ہی علم تھا کہ اس کی لاڈلی ہمیں ملنے بھی نہیں دے گی۔ کہنے لگی بے جی وہ تو دفتر گئے ہیں۔ لو ـــــــــــــ خواہ مخواہ میں نے ٹیکسی کا بھاڑا اجاڑا۔

(باہر ہارن بجتا ہے)

الیاس: اچھا آپ اندر چلیں۔ باتیں ہوتی رہیں گی۔

بے جی: دم تو لینے دو (صوفے پر بیٹھتی ہے) یہ ٹیکسی والا دو روپے پچاس پیسے مانگتا ہے بجانے دے ہارن بجا بجا کر آپ ہی چلا جائے گا۔

(الیاس جلدی سے باہر جاتا ہے)

شگفتہ: تم اندر چلو زیبی ـــــــــ چلو بلو جلدی ـــــــــ کھڑے کیا تک رہے ہو چلو۔

(بچے ہولے ہولے بددلی سے چلتے ہیں)

بے جی: بہو یہ کون ہے۔ کیوں میاں تمہیں کسی نے سلام ولام کا طریقہ نہیں سکھایا؟

شگفتہ: بے جی۔ یہ الیاس کے افسر ہیں۔ مسٹر مستنصر باللہ

(اس عرصہ میں مسٹر باللہ ہاتھ کے اشارے سے گستاخانہ سلام کرتا ہے بچے یکدم رکتے ہیں۔

بچے: میاؤں ـــــــــ میاؤں۔

شگفتہ: چلو بھاگو۔ خبردار جو ادھر شکل دکھائی پھر۔ (قہر سے دانت بھینچ کر لیکن آواز اونچی نہیں ہونے پائی کچھ اس طریق سے کہ اس کی پیٹھ مسٹر باللہ کی طرف ہے اور چہرہ بچوں کی طرف بچے بھاگ جاتے ہیں)

آپ کیسے آگئیں بے جی

بے جی: کیسے آگئی؛ کیوں اپنے گھر کوئی کیسے آتا ہے اس الیاس نے مجھے خوار کیا۔ غیاث کی بیوی کہتی ہے غیاث چنگا بھلا ہٹا کٹا ہے دن کو دفتر جاتا ہے رات کو کلب ــــــــــ میرا خیال ہے بدبخت یہ نہیں چاہتی کہ میں اس سے ملوں اور سے کھڑے کیوں ہو بیٹا بیٹھ جاؤ۔

شگفتہ: آپ چل کر تھوڑا سا آرام کر لیجئے اماں جی۔

بے جی: آرام کروں؛ بچے کرنے بھی دیں گے؟ اور یہ آج تمہیں میرے آرام کی کیوں فکر ہے؟

باللہ: (سرد مہری سے) Is she your mother?

بے جی: کیا پوچھتے ہو۔ اپنی زبان میں بات نہیں کرنا آتی!

شگفتہ: بے جی خدا کے لئے ــــــــــ (جلدی سے) اجی یہ الیاس کی والدہ ہیں۔

(الیاس واپس آتا ہے)

بے جی: اسے فالتو پیسے تو نہیں دیئے الیاس؟ ان کم بختوں کو تو لگتا ہے کہ سواریوں کے پیسے جامن کے درختوں سے گرتے ہیں اور گھر گھر جامن کا درخت ہے کہنے لگا مائی جی بخشیش تو دیجئے کچھ ــــــــــ میں نے کہا

الیاس: امی ــــــــــ پلیز ــــ

بے جی: میں نے کہا۔ (جھڑک کر) بات ختم کرنے دو مجھے ــــــــــ کہنے لگا ٹپ بخشیش تو دیجئے مائی جی میں نے کہا ہاں ہاں تو میری بوریاں ڈھوتا رہا ہے ناں جو مفت کے پچیس پیسے دوں تجھے۔

باللہ: میرا خیال ہے کہ مسٹر الیاس میری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی آپ فون کر کے کسی ایئر کنڈیشن ہوٹل میں میرے لئے انتظام کر دیجئے، میں چلا جاؤں گا۔

بے جی: کیوں اس موسم میں ایئر کنڈیشن کا فائدہ؟ گرمی تو میوہ ہے چکھنے کا ــــــــــ جو جسم پسینے میں نہیں نہاتا بیمار رہتا ہے

شگفتہ: بے جی آپ اس طرف چلیں ذرا ــــــــــ یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی۔

بے جی: کیوں میں کیوں ادھر چلوں ــــــــــ میرا اپنا گھر ہے، اپنا مہمان آیا ہے مستنصر بیٹا اس

سے باتیں کروں گی۔ کہاں رہتے ہو؟

بالسّد: میری وجہ سے نہ بھیجئے انہیں I think I better leave

بے جی: الیاس میں ادھر ڈیس روڈ پہنچی تو تمہاری پھپھی بھابی مجھے باہر ملی۔ لان میں کھڑی تھی چٹیاں بالوں میں لگا رکھی تھیں۔ تم نے تو مجھے جوانی میں دیکھا نہیں مستنصر بیٹا ایسے چھلے دار گھنگھریالے بال تھے میرے دو دو کنگھیاں ٹوٹ جاتی تھیں بال بناتے وقت یہ موئی چٹیوں سے کیا بالوں میں چھلے پڑیں گے۔

بالسّد: مجھے افسوس ہے کہ میں نے جوانی میں آپ کو نہیں دیکھا۔

بے جی: کیوں افسوس کیسا!

الیاس: امی اندر چلیئے ذرا آرام کیجئے چل کر۔

بے جی: یہ آج تم دونوں کو میرے آرام کی اس قدر فکر کیوں ہے۔

(گلزار آتا ہے اس نے خانساماں کی وردی پہن رکھی ہے)

شگفتہ: کھانا لگا دو خانساماں

گلزار: جناب بیگم صاحبہ ابھی تھوڑے کٹلس رہ گئے ہیں۔

بے جی: واہ رے گلزار تو کس خوشی میں مور بنا پھرتا ہے؟ کہیں کسی شادی پر تو نہیں جارہا کرائے کا بیرا بن کر ——————؟

شگفتہ: تم چلو خانساماں

گلزار: (جاتے ہوئے) جی صاحب،

بے جی: کیوں بے گلزار شور بہ تو سیدھا تجھ سے پکتا نہیں میرے سامنے ادھر میں گھر سے باہر قدم رکھوں تو کٹلس بھی بنانے آجاتے ہیں تجھے (شگفتہ کی طرف) میں بھی کہوں یہ آج مجھے کیوں غیاث کی طرف بھیجا جارہا ہے۔ میں کسی میلاد پر جاؤں تو آئس کریم بن جاتی ہے میں جمعے کا خطبہ سننے جاؤں تو مٹھائی آجاتی ہے میں کسی کی بیمار پرسی کو چلی جاؤں تو آموں کا کباڑا آجاتا ہے۔ تم بیٹھ کیوں نہیں جاتے میاں۔ کھڑے کیوں ہو؟

شگفتہ: (بے جی کو زبردستی اٹھاتے ہوئے) اندر چلیئے ————— اٹھیئے ——— —— خدا کیلئے اٹھیئے

بےجی:۔ دیکھو ــــــــــــــ تم ابھی ہو اس گھر میں لیکن تم کو بھی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ کیسی میری عزت ہوتی ہے اس گھر میں بچے میں سنبھالوں ہنڈیا میں بھونوں۔ دیسی صابن میں بناؤں اچار بنانا میرے سپرد ــــــــــ دودھ کا شیشہ میں دھووں منیا کو میں نہلاؤں ــــــــــ

شگفتہ: چلئے بےجی خدا کے لئے

الیاس:۔ سنا نہیں بےجی شگفتہ کیا کہہ رہی ہے۔

بےجی:۔ بس دعا کرو مستنصر بیٹا اللہ ساس نہ بنائے کسی کی شکر کرو تم ساس نہیں ہو ورنہ تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارا بیٹا غیر کا ہو جاتا۔

الیاس:۔ (ماں کو لے جاتے ہوئے) امی ــــــــ امی ــــــــ یہ ہمارے افسر ہیں خدا کے لئے انہیں آرام کرنے دیجئے۔

بےجی:۔ (جاتے ہوئے) میں کوئی اُسے آرام سے روکتی ہوں۔ سارے صوفوں پر چڑھ کر آرام کرے اب۔ زیبی بلو کہاں ہو ــــــــ ذرا ادھر آنا ــــــــ زیبی ــــــــ بلو۔ (بچوں کو آوازیں دیتی ہوئی آف سٹیج ہو جاتی ہے)

(الیاس لجاجت کے ساتھ ماں کو لے جاتا ہے اس وقت شگفتہ بڑی لجاجت سے کہتی ہے)

شگفتہ:۔ عجیب اتفاق ہے بااللہ صاحب میری ساس کو بھی آج ہی آنا تھا۔ زبان کی بہت تیز ہیں لیکن دل کی بہت اچھی ہیں۔

بااللہ:۔ may be may be دیکھئے مسز الیاس میں محسوس کرتا ہوں کہ میرا یہاں رہنا میرے لئے اور آپ کے لئے بھی Inconvience کا باعث ہوگا۔ میں نے سوچا ہے میں میو گارڈنز چلا جاؤں گا وہاں میرے ایک دوست ہیں old friend میں ان کے پاس ــــــــ جا سکتا ہوں۔

شگفتہ:۔ جی نہیں آپ کے آنے سے جو خوشی ہمیں ہوئی ہے خدا کی قسم ہم بیان نہیں کر سکتے ــــــــ یہ امی اور بچوں کی آمد نے آپ کو پریشان کر دیا ہے دراصل یہ لوگ پتہ نہیں کیسے یوں آگئے اچانک لیکن یقین کیجئے

یہ لوگ آپ کے آرام میں مخل نہیں ہوں گے۔ میں نے آپ کا کمرہ بالکل علیحدہ بنا رکھا ہے۔

باللہ :۔ مسز الیاس میں آج تک کبھی ایسے ماحول میں نہیں رہا۔

I have never lived with children and old people

شگفتہ :۔ بس جی اب وہ ادھر نہیں آئیں گے (انہیں جانتی کہ کیا کہہ) معاف کیجئے میں کھانا لگوا دوں۔

باللہ :۔ کچھ تکلف نہ کیجئے میرا پیٹ کچھ upset ہے جب میں ہوٹل گیا تھا تو

on my way پہلی بار مجھے attack ہوا تھا I remember

جس ہوٹل میں میں نے قیام کیا تھا اس میں کوئی ڈاکٹر نہیں تھا پھر وہاں کے منیجر نے ایک which Doctor

بلوایا تھا۔ oh my God اس کا علاج بھی ایک تجربہ تھا ایک experience

شگفتہ :۔ میں ڈاکٹر بلاؤں ہمارے محلے میں ڈاکٹر انصاری رہتے ہیں۔ ہومیوپیتھک ڈاکٹر ہیں میں بچوں کا علاج ان ہی سے کراتی ہوں (یہ بھانپ کر کہ وہ غلط بات کہہ گئی ہے) یعنی اگر کبھی بچے میرے پاس آئے ہوتے ہیں ——

ہومیوپیتھک علاج کرتے ہیں لیکن تجربہ بہت ہے۔ دو پڑیوں میں آرام آجاتا ہے۔

باللہ :۔ نو تھینک یو ———— آپ تکلیف نہ کریں میں نے کبھی ہومیوپیتھک علاج نہیں کروایا۔

شگفتہ : (شرمندہ ہو کر) اچھا جی میں کھانا لگواؤں ذرا ———— excuse me

مجھے ذرا اجازت دیجئے۔

(شگفتہ گھبرائی ہوئی بائیں طرف جاتی ہے اور آف سٹیج چلی جاتی ہے دائیں طرف دروازے پر دستک ہوتی ہے)

باللہ :۔ (طمطراق سے) who is it? come in

(چوڑی لال کنی والی ساڑھی پہنے آیا آتی ہے۔ یہ آیا جمشید صاحب کے بچوں کی کھلائی ہے رنگ سانولا ہے مسلسل پان کھانے سے دانت سیاہ ہو چکے ہیں ناک میں چاندی کی چھوٹی سی نتھنی ہے عمر چالیس پچاس کے درمیان جسم تھل تھل کرتا ہوا۔ صاحب لوگوں میں رہنے کے باعث لہجہ اینگلو انڈین قسم کا ہے گود میں منیا کو اٹھائے آتی ہے)

آیا :۔ سلام صاحب۔

باللہ :۔ سلام

آیا :۔ صاحب آپ کا گلزار بھی اچھا آدمی ہے مجھے کہنے لگا ذرا بازار تک جا رہا ہوں دھوپ بہت ہے تم بابا کو اٹھا لو۔ تین گھنٹے ہونے کو آئے یہ ابھی تک نہیں آیا۔ ادھر بیگم صاحب ہم کو خفا ہو رہی ہیں نہ نیپی دھلے ہیں نہ باٹل بائیل کیا ہے ادھر بابا لوگ کا ——————

بالشد: کیا مطلب؟ Should I call Mrs. Ilyas?

آیا :۔ اتنی سمجھ تو گلزار کو ہونی چاہئے تھی کہ میری نئی نوکری ہے بیگم صاحب کیا سمجھیں گی تین مہینے کے بعد نوکری ملی ہے صاحب اور یہ گلزار چاہتا ہے کہ یہ چھوٹ جائے۔ جب روز میری صاحب کے گھر میں کام کرتی تھی تو یہ گلزار ان کے خانساماں سے ملنے آیا کرتا تھا پرانی واقفیت کا اچھا فائدہ اٹھایا ہے اس نے۔

بالشد :۔ بھئی میں نہیں جانتا آیا تم ان لوگوں سے پوچھو۔

آیا :۔ اسے بھی میں پوچھوں گی صاحب لیکن آپ بھی اسے سمجھائیں اپنا کام دوسروں پر ڈالنے سے وقت نہیں نکلا کرتا۔ ادھر صاحب کہہ رہی ہیں کہ بی بی کے لئے یارج لا دے یہ بابا لوگ ہمیں تھما کر آگیا ہم یارج بنائیں۔ کہ ان کو سنبھالیں۔

بالشد :۔ آخر آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔

(بچی کو آگے بڑھا کر)

آیا :۔ صاحب غلطی معاف آپ بابا لوگ پکڑ لیں۔ ہمیں فرصت ہوتی تو ہم سارا دن اسے پرم pram میں بٹھا کر سیر کراتے لیکن کیا کریں نئی نوکری ہے آپ معاف کرنا صاحب —————— غصہ نہیں کرنا۔

(بچہ پکڑاتی ہے)

بالشد :۔ غصہ ہم کیسے کر سکتے ہیں۔

آیا :۔ اور صاحب اپنے گلزار کو ضرور سمجھائیں اس کی عادت ہے روز میری صاحب کے خانسامے سے کیک بنوایا کرتا تھا یہ اپنا کام دوسروں پر ڈال دیتا ہے سارا۔

بالشد :۔ اچھا اچھا you please leave now

آیا :۔ شکریہ صاحب میں ہر وقت خدمت کو حاضر ہوں اگر آپ کی ضرورت ہو تو —————— میری

لڑکی ان دنوں بیکار ہے اسے لے آؤں گی مسٹر ڈبل ٹے صاحب کے گھر کام کیا ہے صاحب بچوں کو اپنے بچوں سے بھی اچھا رکھے گی۔ سب بابا لوگ کا کپڑا آئرن کر کے رکھے گی۔ صرف چار وقت چائے پیتی ہے صاحب۔ ڈبل ٹے صاحب نے اس کو مگ لے دیا تھا چائے کے لئے چائے کے سوا اور کوئی شوق نہیں۔

بالاللہ: اچھا ضرورت ہو گی تو اطلاع دیں گے ———— بتا دیں گے تم کو

آیا:۔ اچھا صاحب سلام ———— (محبت سے بچی کو) شام کو آنا بیبی ہمارے پاس اچھا صاحب سلام۔

بالاللہ:۔ سلام

(بالاللہ بچی کو گود میں لئے کھڑا ہے شگفتہ بائیں طرف سے اور الیاس پچھلے دروازے سے بیک وقت پریشان سے نکلتے ہیں سامنے بالاللہ بچی کو اپنے تن سے آدھ فٹ دور فضا میں اٹھائے بالکل stiff کھڑا ہے۔

شگفتہ:۔ یا میرے اللہ (سر پکڑ کر بھرائی سی ٹھٹھک جاتی ہے)

الیاس: (بھاگ کر) لایئے سر لایئے پلیز

(بچی کو جلدی سے گود اٹھاتا ہے)

شگفتہ:۔ (حالات پر قابو پانے کی خاطر) ابھی کھانا آتا ہے سر بس وہ لا رہا ہے آیئے بیٹھئے۔

(کھانے کی میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)

بالاللہ:۔ (غصے کے ساتھ) جی نہیں مجھے بھوک نہیں ہے ———— میں rest کرنا چاہتا ہوں۔

(بالاللہ غصے کے ساتھ کھڑکی کے پاس چلا جاتا ہے یہاں ایک تپائی پر کیکر کے کانٹوں سے decoration بنا کر ملتانی گلدان میں رکھی گئی ہے۔ بڑے سے جھاڑ میں مومی ٹکڑے اور رنگدار روئی کے پھاہے لگے ہوئے ہیں۔ بالاللہ بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ اس جھاڑ کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو جاتا ہے)

شگفتہ: جی تھوڑا سا تو کھانا کھا لیں۔

بالاللہ:۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے مسز الیاس میں upset ہوں۔

rest کرنا چاہوں گا۔

شگفتہ :- تھوڑا سا سوپ ہی پی لیجئے سر

باللہ :- آپ مجھے میرا کمرہ دکھا دیجئے الیاس۔ میں چار بجے تک retire کروں گا۔ مجھے disturb نہ کریں پلیز ——— میرے سر میں بھی درد ہونے لگا ہے

الیاس :- (جلدی سے بچی کو شگفتہ کے حوالے کرتا ہے) کمرہ اس طرف ہے سر۔ آیئے (سوٹ کیس اٹھاتا ہے) کچھ کافی وغیرہ آپ کے کمرے میں پہنچا دوں؟

باللہ :- ہاں ایک کپ کافی بھجوا دیجئے لیکن چار بجے تک مجھے کوئی disturb نہ کرے۔

(اب باللہ چلتا ہے تو کیکر کی جھاڑی پیچھے اس کے کوٹ سے پھنس جاتی ہے الیاس آگے آگے چلتا ہے۔ باللہ کو احساس نہیں ہوتا کہ جھاڑی اٹکی ہے شگفتہ دیکھ لیتی ہے اتارنے کے لئے بڑھتی ہے لیکن الیاس اور باللہ دونوں پچھلے دروازے سے آف سٹیج ہو جاتے ہیں۔ شگفتہ پریشان کھڑی ہے بچی زور سے روتی ہے پردہ گرتا ہے)

سین ——— ۳

(کچھ عرصہ بعد۔ وہی کمرہ۔ اب بلو اور زیبی کمرے میں موجود ہیں۔ زیبی ایک چھوٹی پیڑھی پر بیٹھی ہے سامنے رسی بندھی ہے بلو اسے کھینچ رہا ہے ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے بلو جلدی سے بھاگ کر فون اٹھاتا ہے)

بلو :- ھیلو؟ جی کون باجی عارفہ ——— ——— جی میں ہوں بلو اچھا جی۔

(زیبی پاس آکر)

زیبی :- پلیز فون مجھے دو۔ ایک دفعہ۔

بلو :- باجی عارفہ امی کو بلا رہی ہیں۔

زیبی : میری باری تھی اب کے۔

بلو : فون کے پیچھے مری جاتی ہے چل چوہی لو سن لو۔ (فون کا چونگا پکڑاتا ہے)

زیبی : تم ہو گے چوہے چوہے۔ چونگا پکڑ کر ھیلو۔ (یکدم آواز میں میٹھا پن پیدا کرتی ہے بلو بغیر منہ سے آواز

نکالے اس کے پیچھے پیچھے نقلیں اتارتا ہے) ھیلو۔ کون ہے جی؟ اچھا جی عارفہ باجی ہیں۔ ہاں جی امی گھر پر ہیں۔
(بے جی حقہ لے کر آتی ہیں۔ پچھلے دروازے سے نہیں بلکہ بائیں طرف سے)

بے جی:۔ میں ہیں پھر تم نے فون کیا زیبی ———— ؟ لاکھ مرتبہ سمجھایا ہے کہ یہ کوئی کھیل نہیں ہے اس کا پچھلی بار سنتالیس روپے آٹھ آنے بل آیا تھا۔ شرم نہیں آتی تم لوگوں کو وہ بیچارا سارا دن محنت کرتا ہے

بلو:۔ باجی عارفہ کا فون ہے۔

بے جی: تو کسی بڑے کو بلاؤ۔ تم کیا فون کر رہے ہو لاؤ ادھر دو مجھے۔

زیبی:۔ (منت سے) ہائے پلیز بے جی ایک منٹ ———— ———— باجی عارفہ ذرا روبی کو بلا دیجئے جی؟

بے جی:۔ ادھر دو ———— (فون لے کر) کوئی ضروری کام ہوگا انہیں۔ (لمبا کر کے) ھیلو ھیلو ———— کون ہے۔ ذرا اونچا بولو ———— کیا ہے عارفہ میں ہوں الیاس کی والدہ۔ کیا ہوا؟ ہیں ———— ———— کیسے؟ اچھا؟ اچھا۔ اسے تین من کی لاش تو ہے اس کی

شگفتہ: (بائیں طرف سے) لاکھ کہا ہے آہستہ بولو ———— پھر وہی، شور، کس کا فون ہے بے جی۔

بے جی:۔ ٹانگ ٹوٹ گئی۔

شگفتہ:۔ جی؟ کیا کہا۔

بے جی:۔ ٹانگ ٹوٹ گئی تمہاری خالہ سعیدہ کی

شگفتہ:۔ کیا کہا؟ ہائے خدا کے لئے کس کا فون ہے بے جی (فون لیتی ہے)

بے جی:۔ (فون دیتے ہوئے) لو خود تسلی کر لو کسی کی سنی پر کا ہے کو اعتبار ہے تمہیں؟

شگفتہ:۔ (جلدی جلدی) ھیلو۔ کون عارفہ؟ میں ہوں شگفتہ اچھا؟ کیسے؟ کوٹھے سے گر گئیں۔ کیسے؟ (چونگے پر ہاتھ رکھ کر) کوٹھے سے گر گئیں۔ جی ———— بیہوش ہیں ———— اچھا؟ ———— اچھا میں ہسپتال پہنچوں؟ (جلدی سے پچھلے دروازے کی طرف دیکھ کر) مشکل یہ ہے عارفہ میرے گھر مہمان آئے ہوئے

ہیں۔ہاں ہاں ——— ——— ٹھیک لیکن یہ مختلف قسم کے مہمان ہیں۔بڑے افسر ———

ہاں امی کا حکم ہے؟ ——— اچھا ——— آتی ہوں ——— ابھی ———

(بچے جواب تک پھر بیڑھی کی گاڑی میں سوار ہو چکے ہیں ان سے) خبردار جواب یہ بیڑھی کا کھیل کھیلا رکھ دو اسے

اندر ——— جاؤ (بلو بیڑھی لے جاتا ہے) ابھی اسی وقت (زیبی پیچھے جاتی ہے۔)؟

بے جی: کیسے گری سعیدہ؟

شگفتہ: کوٹھے سے بے جی کو بیلے سکھانے لے جا رہی تھیں پاؤں پھسلا سیڑھیوں میں۔پوری بائیس سیڑھیاں لڑھکتی آئی ہیں نیچے۔ڈبل فریکچر ہو گیا۔

بے جی: ایک اپنا جسم تین من کا ایک دو من کے قریب سبزیاں اٹھائی ہونگی اب پانچ من اٹھا کر جو چلے گا تو یہی ہو گا۔

(الیاس ایک کاغذ ہاتھ میں لئے آتا ہے)

الیاس: (بغیر شگفتہ کو دیکھے) دیکھو شگفتہ میں نے سپاس نامہ لکھا ہے مسٹر بالنڈ کی خدمت میں پیش کرونگا تو خوش ہو جائیں گے ڈیئر سر میں اور میری بیوی آپ کے قیام سے جس طرح خوش ہوئے ہیں

شگفتہ: خالہ سعیدہ کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ڈبل فریکچر۔ہسپتال لے گئے ہیں انہیں۔

الیاس: (حیرانی سے) ڈبل فریکچر ——— ہسپتال لے گئے ہیں خالہ سعیدہ کو؟

بے جی: نہ اسے سعیدہ کو سبزیاں سکھانے کا اس قدر سودا ہوتا نہ کوٹھے سے گر کر ہڈیاں ٹوٹتیں۔اپنا جثہ نہیں دیکھتی ہیں شگفتہ کے میکے والیاں۔

شگفتہ: چلئے امی نے بلایا ہے فوراً

الیاس: اسوقت! کیا کہہ رہی ہو۔مسٹر بالنڈ آئے ہوئے ہیں۔انہیں بھی آج ہی ٹانگ تڑوانا تھی۔

شگفتہ: میں مسٹر بالنڈ کی کیا پروا کرتی ہوں۔

الیاس: آہستہ بولو

شگفتہ: (پچھلے جملے سے) مجھے خالہ سعیدہ ماں کی طرح پیاری ہیں۔جب میں پیدا ہوئی تھی تو اماں کو

خسرہ نکل آیا تھا۔ حکیم محمود علی نے مشورہ دیا کہ بچی فوراً علیحدہ کر دی جائے خالہ نے سنبھالا تھا اس وقت مجھے

بےجی: پیدائش کے چھ ماہ بعد تک ایسے مرض نہیں ہوا کرتے۔ یہ بات طے ہے۔

(زیبی اور بلو واپس آتے ہیں دونوں کے ہاتھ میں ریکٹ ہیں اور وہ کمرے کی دائیں اور بائیں طرف کونوں میں کھڑے ہو کر شٹل کاک کا کھیل کھیلنے لگتے ہیں)

شگفتہ:۔ اگر آپ نہیں جانا چاہتے تو نہ سہی۔ (یکدم آنسو پونچھ کر) سسرال والوں پر چاہے کتنی ہی جان چھڑکی جائے وہ کبھی اپنے نہیں بنتے۔

الیاس:۔ میں تمہارا میاں ہوں سسرال والی یہ ہیں بےجی

شگفتہ:۔ مجھے ٹیکسی منگوا دیجئے مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ خالہ کی ٹانگ ٹوٹ جائے اور میں ——
میں مجھے اتنی توفیق بھی نہ ہو کہ انہیں دیکھ ہی آؤں ایک نظر ——

الیاس:۔ رو کیوں پڑیں؟ —— کمال ہے بھئی —— چلتے ہیں چلے جائیں گے

شگفتہ:۔ ابھی —— ابھی اسی وقت —— اسی لمحے۔

الیاس:۔ (ہتھیار ڈالتے ہوئے) چلئے صاحب، ابھی چلئے۔ ابھی چلئے

بےجی:۔ اور وہ جو تمہارا صاحب اندر آیا بیٹھا ہے۔

شگفتہ: ہم آدھے گھنٹے میں آجائیں گے بےجی۔ سکوٹر پر تو جانا ہے۔ کیوں الیاس؟
مسٹر باللہ تو ویسے بھی چار بجے تک آرام کریں گے —— ہے نا الیاس؟

الیاس:۔ اچھا اچھا چلو پھر —— لیکن خطرہ ہی ہے۔

بےجی:۔ تم جا کر ہڈی جوڑ دو گی شگفتہ؟

شگفتہ:۔ (بپھر کر) آپ چلیں گے کہ میں ٹیکسی پر جاؤں الیاس۔

الیاس:۔ چلیئے چلیئے صاحب —— اول نوکری تو آپ کی ہے (ہچکی بچا کر) بےجی ہمیں زیادہ سے زیادہ گھنٹہ لگے گا۔ آپ اور بچے میری ایک بات کان کھول کر سن لیں (بلو زیبی سے) شٹل کاک کھیلنے کیلئے اور کوئی جگہ نہیں ہے؟

زیبی : باہر دھوپ ہے ابو۔

الیاس: ادھر آؤ تم دونوں۔

شگفتہ: چلیئے بھی چھوڑیئے ان لوگوں کو۔

الیاس: ۔ (جاتے ہوئے) بے جی ——— زیبی اور بلو ساتھ والے کمرے میں مسٹر بالٹد آرام فرمارہے ہیں (گھڑی دیکھ کر) جب تک میں واپس نہ آؤں خبر دار جو کوئی ان کے کمرے کے پاس پھٹکا تو ———

بے جی : لو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے تمہارے بلے کو تنگ کرنے کی ۔

الیاس: تم بلو اور زیبی کان کھول کر سن لو خبردار جو کھڑکیوں میں سے جھانکنے کی کوشش کی آکر چمڑی ادھیڑ دونگا

شگفتہ: (شگفتہ دروازے تک پہنچ چکی ہے) آیئے ناں؟

الیاس : چپ چاپ بیٹھ کر پڑھو ——— اگر پڑھ نہیں سکتے تو آہستہ آہستہ باتیں کرو۔ سارا گھر سر پہ اٹھانے کی ضرورت نہیں ۔

(گلزار آتا ہے اس کی گود میں منیا ہے)

گلزار : آپا جی یہ منیا کو آپ اٹھالیں کوئی کام نہیں کرنے دیتی یہ

شگفتہ: ذرا تھوڑی دیر سنبھالو ہم ابھی آتے ہیں خالہ سعیدہ کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے وہاں جارہے ہیں ۔

گلزار : اسے بھی ساتھ لے جایئے جی خوش ہو جائے گی ۔

شگفتہ: کیا مطلب ؟

گلزار : بچے باہر جاکر خوش ہو جاتے ہیں جی ۔

الیاس : (الیاس باہر جاتے ہوئے) اب آیئے بھی فوراً واپس آنا ہے ابھی

(آف سٹیج دائیں جانب سے چلا جاتا ہے)

شگفتہ: آئی جی ۔ سنو گلزار اسے کوئی گیس کا غبارہ خرید دو ہم ابھی آرہے ہیں ۔

گلزار: غباروں سے نہیں کھیلتی اب یہ ۔

شگفتہ: تو پھر رونے دو ——— میں کیا کروں (جاتی ہے) انکو تو بس یہی کام ہے ۔

بے جی: یہ تو ماتا ہے آجکل کی ماؤں کی ——————— رونے دو۔ جیسے یتیم خانے سے پکڑ کر لائے ہوں بچے

گلزار:۔ بے جی آپ ذرا اٹھالیں منیا مجھے

بے جی: میں تو ظہر کی نماز پڑھنے چلی ہوں۔ میں کہاں جوڑا تبدیل کرتی پھروں گی۔ (پلے سے اکنی نکالکر اسے میٹھی سونفت دے اکنی کی چیپ ہو جائے گی۔ (گلزار اکنی اور منیا کو لے کر جاتا ہے) اسنو میں وضو کرنے چلی ہوں خبردار جو تم نے کوئی شرارت کی پتہ ہے ناں ابو کیا کہہ گئے ہیں۔ ذرا اس کمرے کا رخ کیا تو چمڑی ادھیڑ دینگے۔

(بے جی جاتی ہے بائیں جانب دونوں بچے ریکٹ لے کر اٹھتے ہیں اور دو کرسیاں درمیان میں نٹ کی طرح لگاتے ہیں۔)

بلو:۔ اگر اس طرف شٹل کاک گرے گی تو تمہارا نمبر تمہاری طرف گرے گی تو میرا نمبر ——————— منظور

زیبی۔ منظور۔ لیکن خوب زور زور کے شاٹ نہ لگانا۔ اچھا؟

بلو: میں تو تمہیں چھوٹی سمجھ کر ہمیشہ آہستہ کھیلتا ہوں۔

زیبی: میں کوئی اتنی چھوٹی نہیں ہوں۔ امی کہتی تھیں صرف سال بھر کا فرق ہے۔

بلو: فرق تو ہے ناں

زیبی: ایک سال کا فرق تو بالکل معمولی بات ہے۔ یاد ہے جب مقبول چچا فیل ہو گئے تھے تو ابو کہتے تھے ایک سال کی بات ہے پھر دوبارہ بی اے کا امتحان دو گے۔ فٹ پاس ہو جاؤ گے۔

بلو: چلو چلو کھیلو گی بھی کہ بس باتیں ہی کرو گی۔

(دونوں چند لمحے کھیلتے ہیں۔ اندر والے کمرے سے مستنصر باللہ کے کراہنے کی آواز آتی ہے۔

باللہ: Oh my God آئے ہائے This is terrrible

(تکیہ پھینکنے کی آواز بچے ٹھٹھکتے ہیں) terrible terrible

اف میرے خدا ——— terrible

(زیبی اور بلو سہم جاتے ہیں) (کراہتا ہے)

کیا نام ہے تمہارا بیرا ــــــــ بیرا ــــــــ Oh boy

(بلو اور زیبی دبے پاؤں پچھلے دروازے تک جاتے ہیں۔ ذراسی جھری کھول کر دیکھتے ہیں اس وقت بے جی وضو کئے بغل میں چٹائی اٹھائے آتی ہیں بائیں جانب سے)

بے جی: ہیں ہیں یہ ہیں ہیں؟ کچھ یاد نہیں کہ باپ کیا کہہ گیا تھا؟ ایسے بے شرم بچے میں نے آج تک نہیں دیکھے آنے تمہارا باپ میں خود بتاؤں گی اسے

بلو: بے جی میاؤں صاحب رو رہے ہیں اندر

بے جی: چپ رہو کسی کا نام نہیں بگاڑا کرتے (جائے نماز بچھاتی ہے اور اس پر نیت باندھ کر کھڑی ہو جاتی ہے بلو زیبی وہیں کھڑے ہیں)

باللہ: (پھر آف سٹیج کراہتا ہے) آئے آئے ــــــــ خلاصی ــــ خلاصی ــــ ہوائے ــــــ خانساماں ــــــــ بیرا ــــــــ ہوائے Oh my God

بے جی: (نیت توڑ کر) قصنا ــــــــ ارے یہ تو باللہ صاحب کی آواز ہے۔

بلو: بے جی وہ رو رہے ہیں (عقب میں ہائے ہائے کی آواز جاری رہتی ہے)

زیبی: میں کھڑکی میں جا کر دیکھوں بے جی؟

بے جی: پتہ نہیں باپ کیا کہہ گیا ہے خبردار جو کوئی کھڑکیوں میں سے جھانکا۔

(بے جی زیبی اور بلو تینوں دروازے کے پاس بڑی تشویش سے آواز پر کان لگائے کھڑے ہیں)

باللہ: اوہ ــــــ اوہ ــــــ یا خدا بس ــــــ رحم کر ــــــ (آواز دے کر) مسٹر الیاس ــــــ مسز الیاس پلیز کم ہیئر ــــــــ یا الٰہی اس گھر میں کوئی نہیں کیا؟ ــــــــ مسٹر الیاس مسٹر الیاس ــــــ آئے ہائے Oh my God کوئی ہے؟ کوئی ہے؟ بھئی کوئی ہے کہ مجھے اسی طرح مارنے کا ارادہ ہے تنہائی میں۔

بے جی: بیٹا، ہم اندر نہیں آسکتے اور الیاس گھر پر نہیں ہے اس وقت۔

باللہ: آپ اندر کیوں نہیں آسکتیں بڑی بی ــــــ ہائے ــــــــ ہائے یا خدا کیا کس

جرم کی سزا ہے یہ۔ کیوں نہیں آسکتیں آپ؟

بے جی: الیاس کا حکم نہیں ہے بیٹا۔

باللہ: Oh please میں اس کا افسر ہوں۔ بڑی بی۔ آپ ذرا اندر تو آئیں مجھے تکلیف ہے۔

بے جی: خبردار جو تم دونوں نے اس بات کا ذکر اپنے باپ سے کیا۔ ذرا تم ہی باہر آجاؤ میاں مجھ پر خفا ہوگا الیاس اس کا مزاج یونہی برہم ہوجاتا ہے۔

(مسٹر باللہ تکیئے سینے سے لگائے نائیٹ سوٹ پہنے کراہتا ہوا پچھلے دروازے سے باہر آتا ہے بے جی اور بچے سہارا دینے کو آگے بڑھتے ہیں)

باللہ: افوہ کس قدر درد ہے ایسا attack تو بیروت میں بھی نہیں ہوا تھا۔ یا میرے خدایا کہاں جاؤں۔

بے جی: ادھر سے چلو بلوزیبی ادھر دیوان پر۔ ارے تم کو ایسی تکلیف تھی تو پہلے بتاتے۔

باللہ (اپنے آپ کو ان کی گرفت سے آزاد کر کے انکسر یہ ——— (تھینک یو مجھے فی الحال کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ——— ہائے ——— توبہ ——— تو میں خود پہنچ جاؤں گا دیوان تک اتنا بھی نہیں رہ گیا کہ بوڑھی عورتوں اور بچوں کی مدد لینے لگوں۔

(بے جی ناخوش ہو کر ایک صوفے پر بیٹھ جاتی ہے بچے دونوں مسکین صورت دائیں بائیں بیٹھتے ہیں)

باللہ:۔ (دیوان پر لیٹتا ہے تکیئے کو گھونسہ مارتا ہے) کیا منحوس جگہ ہے ——— آتے ہی attack ہوگیا۔ یا میرے خدایا۔ کہاں جاؤں ——— کہاں کہاں how to escape this pain ہائے ——— افوہ ———

بے جی:۔ بات کیا ہے بیٹا ———

باللہ: میں مر رہا ہوں understand مر رہا ہوں میں

بے جی: ہیں ہیں مر رہے ہو تو راضی برضا مرد یہ اس قدر شور کیوں مچا رہے ہو مرد ہو کر۔

باللہ: کاش آپ کے پیٹ میں اس شدت کا درد اٹھے اور میں پوچھوں بڑی بی اس قدر شور کیوں مچا رہی

میں آپ عورت ہوکر۔افوہ ——— ———

This is going to be the end of me

بے جی: (دیوان پر پاس بیٹھتی ہے) مجھے اپنی زبان میں سمجھاؤ کہ آخر تکلیف کیا ہے؟

باللہ: بڑی بی قولنج کا درد ہے کسی ڈاکٹر کو بلائیں ڈاکٹر کو۔میں آپ کو اپنی تکلیف explain نہیں کر سکتا colic pain سمجھتی ہیں آپ؟ قولنج کا دورہ؟ (افوہ افوہ جیسے کوئی دانت کاٹتا ہے)

بے جی: اچھا قولنج ہے۔میں تو سمجھی خدانخواستہ دل کا دورہ پڑا ہے۔

باللہ: آپ کے نزدیک قولنج معمولی بات ہے! Oh my God ! Oh my God !

بڑی بی یا میری کچھ مدد کریں یا مجھے میرے This is double trouble حال پر چھوڑ دیں completely

بے جی: جاؤ بلو ادھر جاکر حقہ اٹھا لاؤ میرا۔اللہ جنت نصیب کرے میرے والد کو انہیں بھی قولنج کی شکایت تھی۔بہت علاج کیا بہت علاج کیا لیکن افاقہ نہ ہوا (بلو جاتا ہے)

بے جی: تین بار پیٹ چاک کیا ابا جان کا پر درد ایسا جاتا تھا کہ جانے کا نام نہ لیتا تھا ہر مہینے کے پہلے اتوار کو صبح بونے آٹھ بجے اٹھتا تھا اور پیر کی رات گیارہ بجکر بیس منٹ تک مسلسل ——— ——— ابا جان کو مروڑا دیتا تھا جیسے کوئی تولیئے کو بل دے رہا ہو۔

باللہ: impossible ——— مرگیا ——— افوہ

بے جی: تم کو کیا تکلیف ہے جو ابا جان کو تھی۔ایک مرتبہ بلی گھس گئی تھی انکے کمرے میں اتوار کا روز تھا درد عروج پر تھا۔بلی کو اٹھا کر دھائیں دھائیں دھوبی کے کپڑے کی طرح پٹخ کر چھیتڑے اڑا ڈالے اس نے۔

باللہ: (یکدم بیٹھ کر) Your father was a brute بڑی بی آپکے والد brute تھے سنگدل، ظالم ——— Oh-God

بے جی: خبردار جو میرے ابا جان کو کچھ کہا ——— ؟ ویسے فرشتہ سیرت لوگ اب کہاں ہیں دنیا میں؟

وہ تو تکلیف کی شدت ایسی تھی کہ اوسان خطا ہو جاتے تھے دیکھنے والوں کے۔ ان کو کہاں ہوش ہوتا تھا۔

باللہ: (زیبی گھبرا کر دور ہوتی ہے) بند کیجئے خدا کے لئے بند کیجئے یہ لانگ سٹوری

زیبی: میں جاؤں بے جی۔

بے جی: چل زیبی ٹخنے دبا ان کے

زیبی: اچھا جی۔

باللہ: No body No thank you

بے جی: تھینک یو کیسی بنا دلوائے ہے تھینک یو؟ بچیوں کو بچپن سے خدمت کی عادت ہونی چاہیئے۔ دباؤ

زیبی ——— تم بلو نہیں۔ (زیبی دیوان پر بیٹھ کر ٹانگیں دباتی ہے) بابا جان کو تو ہمارا سارا خاندان دباتا تھا پھر بھی کسی کروٹ آرام نہیں ملتا تھا۔ بھائی پھیرو میں ایک حکیم رہتے ہیں احسان علی۔ انہوں نے تین دن تین پڑیاں پلائیں۔ درد پھر لوٹ کر گھر نہیں آیا تم کہتے ہو تو لاؤں اسے

باللہ:۔ (جیسے درد کی لہر اٹھی ہو) آپ خاموش نہیں رہ سکتیں بڑی بی؟ کوئی ڈاکٹر ہے قریب میں۔

(بلو حقہ لے کر آتی ہے)

بے جی: ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہے منگواؤں اسے۔

باللہ: (جلدی سے) Oh - no - no - no -

بے جی:۔ ادھر رکھو حقہ (ہاتھ لگا کر) شکر ہے گرم ہے ابھی۔ لو ذرا دو کش لگاؤ یہ شدت نہ رہے گی تکلیف میں۔ جب بابا جان کو درد پڑتا تھا تو تین تین حقے تازہ کر کے پاس رکھے جاتے تھے چلم ٹھنڈی نہیں پڑنے پاتی تھی کبھی لگاؤ دو کش بسم اللہ کر کے۔

باللہ: Hang your Baba Jan

بے جی: کیا کہا؟

بلو: (آہستہ) آپ کے ابا جان کو گالیاں دے رہے ہیں بے جی۔

بے جی: خبردار جو میرے بابا جان کی شان میں زبان کھولی۔ تم بیمار ہو ورنہ ابھی اس گھر سے نکال دیتی

کھڑے کھڑے ۔

باللہ: ۔ اور جو میں نکلنے کے قابل ہوتا تو کبھی ٹھہرتا بڑی بی ــــــــــ آج رات میری لاش کراچی واپس جائے گی ۔ سارا آفس حیران رہ جاتے گا اب نہیں سہا جاتا ــــــــــ یا میرے خدایا ــــــــــ کہاں جاؤں ۔ بڑی بی کہاں کہاں کہاں!

بے جی: (دیوان پر بھسکڑا مار کر بیٹھتی ہے) تو تم میرے کہے سے دو کش لگاؤ میں تمہاری پنڈلیاں دباتی ہوں۔

باللہ: ۔ بڑی بی میں پائپ پیتا ہوں پائپ ــــــــــ

Oh God! Will it never stop?

بے جی: یوں لگتا ہے تمہیں کسی نے بڑوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں سکھائی ۔ چپ چاپ لیٹ جاؤ (وبدے سے) اور چھوڑ دو تکیہ ۔ سیدھے لیٹو سیدھے جلدی ــــــ ــــــ لگاؤ کش ۔ لگاؤ منہ کیا دیکھ رہے ہو۔

(باللہ ذرا خوفزدہ ہو کر تکیہ چھوڑتا ہے اور حقے کا کش لگاتا ہے) بے طرح کھانستا ہے ۔

بے جی: ابھی طبیعت بحال ہو جائے گی جا زیبی میری الماری میں سے زیتون کا تیل اٹھا لا چھوٹی بوتل لا اور بڑی میں سرکہ ہے (خود باللہ کا پاؤں اپنے زانو پر رکھ کر اس پر اپنا کھڑا ہاتھ تلوار کی طرح مارتی ہے ۔ باللہ درد سے بلبلاتا ہے)

باللہ: (دو تین کش لگا کر) مجھے معاف کر دیں خدا کے لئے بڑی بی اب میری طبیعت بحال ہو رہی ہے ۔

بے جی: واہ میاں اگر تم کو آرام مل رہا ہے تو معافی کیسی ۔ یہ تلوؤں پر کھڑے ہاتھ کی چوٹ لگانا بھی ایک ٹوٹکا ہے قولنج کے درد کا۔

باللہ: ۔ یہ آپ نے خوشبو ڈالی ہے تمباکو میں ــــــــــ ہائے ۔

بے جی: اوکاڑہ سے منگوایا ہے وہاں میرے باباجان کے ایک دوست رہتے ہیں ۔ ٹیوب ویل لگایا ہے انہوں نے ۔ قیام پاکستان سے پہلے ایک مرلہ زمین نہیں تھی ان کی (رازداری سے) اب پورے چار مربعے الاٹ کرا لئے ہیں ۔ لیکن ہم انہیں برا کیوں کہیں بیچارے کبھی کبھار تمباکو بھیج دیتے ہیں ۔ سن بلو ہاون دستے میں سونٹھ بنا رکھی ہے میں نے تیرے ابو کے لئے ایک چمچی بھر نکال کر لا۔

(بلو جاتے ہوئے) ۔ اچھا بے جی ــــــــــ ــــــــــ ــــــــــ

بے جی : اور ساتھ ہی ایک گلاس پانی لے لانا۔

باللہ :۔ (گھبرا کر) I hope that is not for me

بے جی :۔ یہ پل بھر میں تمہاری زبان کو کیا ہو جاتا ہے۔

باللہ :۔ بڑی بی عادت ہوگئی ہے دفتر میں بول بول کر ________

بے جی :۔ یہ کوئی دفتر ہے ؟

باللہ : بس کیا کریں مجبوری ہے ________ میں ویانا میں تھا وہاں ایک بوڑھی سی لینڈ لیڈی تھی میری بس آپ کی طرح تھی بالکل ________ ________

بے جی :۔ میں بوڑھی ہوں لڑکے تیری اور میری عمر میں مشکل سے دس بارہ سال کا فرق ہوگا۔

باللہ : آئی ایم ساری ،

بے جی : وہ تو میں یہ سوچ کر تمہیں بیٹا بیٹا کہہ رہی ہوں کہ تم ایاس کے افسر ہو ورنہ مجھے تو تمہیں بھائی جان کہنا چاہیئے تھا۔

باللہ : بھائی جان، بھائی جان ، Indeed

(زیبی تیل لاتی ہے)

زیبی :۔ لیجئے بے جی تیل۔

بے جی :۔ ادھر بیٹھ جا سرہانے کی طرف اور مستنصر کے سر میں ڈال آہستہ آہستہ کیسی خشکی ہو رہی ہے صحت کا خیال رکھا کرو میاں۔ بڑا افسر بن کر آدمی صحت سے ہاتھ دھولے تو لعنت ایسی بڑی افسری پر ،

باللہ :۔ جی نہیں شکریہ میں نے آج تک تیل نہیں ڈالا سر میں۔

زیبی :۔ لے جاؤں تیل بے جی۔

بے جی : (گھرک کر) کیسا مری جاتی ہے۔ ذرا سے کام کا نام سن کر۔ دیکھنا تو سہی کیسی آنکان ددھ ہو جائے گی۔ بیٹھ جا سرہانے کی طرف۔ زیتون کا تیل تو ہزار علاجوں کا علاج ہے رچا دے بیٹی آدھ پاؤ تیل۔

(زیبی ڈبے سمیت سرہانے پڑھ کر بیٹھتی ہے)

باللہ :۔ نہیں بڑی بی میں ہرگز تیل نہیں ڈلواؤں گا۔

بے جی :۔ توبہ، کپڑے میلے نہیں ہونگے جاؤ زیبی تولیہ اٹھالاؤ غسل خانے میں سے ۔

زیبی :۔ (جاتے ہوئے) اچھا بے جی

بے جی :۔ (آواز دے کر) سنو گندا تولیہ ڈولی میں سے لانا تیل میں سن جائے گا۔

(دوسری طرف سے بلو آتا ہے ہاتھ میں ایک چچی بھر سونٹھ اور دوسرے ہاتھ میں پانی کا گلاس ہے)

بے جی : جہاں جاتا ہے تجھے اونگھ آجاتی ہے

بلو :۔ پہلے چچی ڈالی تو ساری گر گئی ۔

بے جی :۔ تو اٹھا لیتی تھی کاغذ سے ایسی چیزیں کوئی روز روز تھوڑی بنتی ہیں ۔

بلو : اٹھا کر ہی تو لایا ہوں

بے جی ؛ شاباش

باللہ : (یکدم پرے پرے ہوتے ہوئے) نو نو پلیز

Dear lady spare me spare me

بے جی : (چچی اور گلاس بلو سے لے کر) لو اٹھو پی لو۔ بدذائقہ نہیں ہے چورن جیسا مزہ ہے ۔ میں نے اس میں سونف جوائن لیموں کا ست، سونچل نمک اور ادرک کا عرق ڈالا ہے کیسا تیز معدہ ہو منٹوں میں گیس نکل جاتی ہے۔

باللہ : جی نہیں آپ چاہے مجھے قتل کر دیں میں اس کی ایک چٹکی حلق سے نہیں اتاروں گا۔

بے جی :۔ ادھر آؤ بلو۔ (چٹکی بھر چچی سے نکال کر) ہتھیلی دکھاؤ (بلو ہتھیلی آگے بڑھاتا ہے) لو پھانک جاؤ۔ (بلو جلدی سے پھانک لیتا ہے) تم سے تو یہ بچہ اچھا ہے بغیر پانی کے کھالی سونٹھ ــــــــــــــــ توبہ ایسا ہی دوائی سے ڈرتے ہو تو تمہیں آرام آسکتا ہے، ہیں ؟

باللہ :۔ آپ مجھ پر ظلم ڈھا رہی ہیں بڑی بی ۔ خدا کیلئے مجھے بخشیئے (پیٹ پر ہاتھ رکھ کر) ہائے پھر لہر اٹھی (جلدی سے دو کش حقے کے لگاتا ہے)

بے جی:۔ ابھی کیا ظلم کیا ہے۔ چندے اور تم نے چوں چراں کی تو تم سے ویسے ہی نپٹوں گی۔ جیسے ان بچوں سے نپٹا کرتی ہوں۔

(بلو کچھی میں سے تھوڑی چٹکی اٹھا کر کھاتا ہے)

بلو:۔ جلدی پی لیجئے بالنٰد صاحب بے جی کا ہاتھ بہت بھاری ہے۔

بے جی: (بلو سے) تمہارے سامنے تو کوئی زہر لے کر کھڑا ہو جائے تو وہ بھی تم چٹکی بھر ضرور چکھو گے۔ ایسے ندیدے ہیں گویا ساری زندگی کھانے کو ایک کھیل بھی نہیں ملی۔ چلو اٹھو پرے مستنصر میاں۔

(بالنٰد جلدی سے کچھی منہ میں ڈال کر اوپر سے پانی غٹا غٹ پیتا ہے)

بے جی:۔ چلو بازو دباؤ مستنصر میاں کے گنڈیری دار طریقے سے دبانا

بلو:۔ اچھا بے جی۔ (بددلی سے دیوان پر بیٹھتا ہے)

بالنٰد: آپ بچوں کو تو تکلیف نہ دیں کم از کم۔

بلو:۔ ہمیں تکلیف نہیں ہوتی جی۔ بڑے کو دابنے سے ثواب ملتا ہے۔

بے جی: رہنے دو مسئلے نہ سناؤ خاموشی سے دباؤ۔ بڑوں کی باتوں میں دخل نہیں دیا کرتے۔ یہ زیبی بڑی کم چور ہے بالکل ماں کا نمونہ ہے اب تک تولیہ ہی نہیں ملا اسے

(زیبی آتی ہے)

زیبی:۔ مل گیا ہے بے جی۔ گندے کپڑوں کی ڈولی میں سے نکال کر لائی ہوں

بے جی:۔ لاؤ میاں کونسی نماز پڑھنی ہے اس پر گندا ہی چاہیئے تھا۔

بالنٰد: You are a terror

پلیز تولیہ رہنے دیں۔

بے جی:۔ بیٹھ جاؤ۔ کندھوں پر ڈال تولیہ۔ زیبی منہ کیا دیکھ رہی ہے؟

بالنٰد:۔ میں ایسے ہی تیل لگا لوں گا آپ تولیہ رہنے دیں۔

بے جی:۔ تم کو کسی نے تمیز نہیں سکھائی میاں کسی اجڈ ماحول کی پیداوار لگتے ہو۔ بچی تولیہ لے آئی ہے تو اب

لگوانے سے انکار ہے تمہاری جیسی ایک ہماری پھوپھی ہوتی تھیں تین صبح کئے پر بد دماغی نہ گئی ـــــــــ لگاؤ تولیہ چلو ڈالو تیل زیبی۔ ادھر پاؤں تیل رچادو۔

(بااللہ حالات سے نبرد آزما ہونے کی قوت اپنے میں نہیں پاتا۔ تولیہ کندھوں پر ڈال کر سر تکیئے پر ڈال دیتا ہے۔ زیبی تیل ڈالتی ہے ساتھ ساتھ بلو اور اس کی تھوڑی تھوڑی جنگ جاری رہتی ہے۔ بے جی پائنتی بیٹھی کبھی کبھار بااللہ کی پنڈلی ناتواں اور پاؤں پر ٹھولا مار کر دیکھ لیتی ہے)

بے جی :۔ صالحہ پھوپھی کی عادت تھی۔ پہلے ہر بات پر انکار کرتیں اور پھر مان جاتیں۔ پھوپھی صالحہ حلوہ کھا لیجئے ـــــــــ جواب ملتا ہے ـــــــــ ناں میں نہیں کھاؤں گی میٹھے سے رغبت نہیں اور جب کھانے پر آتیں تو گھر والے کھانے کو ترستے ہی رہ جاتے۔

بااللہ : (جس کا موڈ اب بہتر ہو چکا ہے) ہیگ میں میری ملاقات بھی ایک ایسی خاتون سے ہوئی تھی۔ سوا تین من وزن تھا اس کا اور بظاہر وہ dieting کرتی تھی جو کچھ کوئی کھانے کو دیتا فوراً پہلے انکار کرتی۔

زیبی : بے جی بس کروں۔

بے جی : مری کیوں جاتی ہے رچا دے تیل اچھی طرح سے صالحہ پھوپھی نہا لیجئے نہا لیجئے فوراً کہتیں ناں۔ کوئی پوچھ بیٹھتا کیوں پھوپھی؟ گرمیوں میں جواب ملتا گرمی لگتی ہے سردیوں میں کہتیں سردی لگتی ہے۔ ادھر غسلخانے تک جاؤ اور اندر صالحہ پھوپھی نہا رہی ہیں۔ حمام کے حمام خالی کر جاتیں اور نہانا بس نہ ہوتا۔

بااللہ :۔ (ذرا دلچسپی کے ساتھ) بڑی بی میں کوپن ہیگن میں تھا سن چھیالیس میں۔ تب ابھی پاکستان نہیں بنا تھا ملٹری میں تھا تب میں۔ بڑی کانفرنس تھی وہاں بڑے بڑے ملکوں کے ملٹری آئے تھے

بے جی :۔ ابھی کہہ رہے تھے ہیگ میں تھے اب ہیگن بتا رہے ہو اسکا نام اپنی بات پر قائم رہا کرو۔

بااللہ بخیر ہیگ اور کوپن ہیگن مختلف جگہیں ہیں۔ entirely different

بے جی :۔ اور ہر جگہ تم مزدور گئے ہو ہے نا؟

بااللہ : (بیٹھ کر خفگی کے ساتھ) میں نے بڑی بی ساری دنیا کا دو بار چکر لگایا ہے میں نے مینڈ تھرسٹ میں

تعلیم پائی ہے میں نے سات سال یورپ میں گذارے ہیں seven long years سمجھیں آپ!

بے جی: ایسی کون سی بات ہے تمہاری عمر میں میری پھوپھی صالحہ نے تین حج کرلئے تھے۔

باللہ: میں نے ساری زندگی شادی نہیں کی اس سیاحت کی خاطر، یورپ کو میری طرح کسی نے نہ دیکھا ہوگا no body no body no body

بے جی:- ہونہہ اپنے منہ میاں مٹھو دنیا یورپ آتی جاتی ہی ہے اس طرح کوئی ڈینگیں تو نہیں مارتا مجھے تو شک ہے تمہاری افسری پر۔

زیبی: بے جی بس کردوں؟

بے جی:- ذرا پاؤں میں بھی تیل لگا۔ دیکھ تو کیسی بوائیاں پھٹی ہیں اس کی ادتہہ، یورپ پھر آیا ہے اپنے پیر تو تجھے نظر نہیں آتے۔

باللہ: (جھلاکر) بڑی بی میں آپ کا لحاظ کر رہا ہوں۔

بے جی:- یہ لحاظ ہے تو خدا جانے بے لحاظی کیا ہوگی؟

(کھڑکی کی طرف سے آواز آتی ہے)

آواز: توت جلیبا ——— کھنڈاں بنیا ——— مصری دے پونے ——— توتے جلیبا ——— سستا ہوگیا جے لئو مڑ ایس مل نہیں ملنا ——— ——— توت جلیبا۔

بے جی: بلو روک اسے ذرا ——— بھاگ کر۔

بلو:- اچھا جی۔ (بلو بھاگ کر کھڑکی کی سیل پر چڑھتا ہے اور آواز دیتا ہے) شہتوت والے شہتوت والے رکنا ذرا ——— رکنا ذرا ——— (دوسری طرف آف سٹیج چھلانگ لگاتا ہے)

بے جی:- پوچھ کیسے پاؤ دے گا۔ تیرے ہاتھوں میں جان نہیں ہے زیبی؟ اسطرح مالش کرتے ہیں؟

بلو:- (کھڑکی کے بیرونی طرف چہرہ نکال کر سٹیج کی طرف دیکھتا ہے) بے جی چار آنے پاؤ مانگتا ہے۔

باللہ:- اس علاقے میں ہاکرز کی اجازت ہے بڑی بی؟

بے جی:- کہو دو آنے پاؤ دے تو ہم پاؤ بھر لے لیں گے۔ ہمارے زمانے میں منوں شہتوت زمین پر پڑے سڑتے

تھے کوئی پوچھتا نہ تھا نہیں۔

(بلو پھر غوطہ لگاتا ہے)

کیا کہتا ہے؟

باللہ:۔ یہاں اس ایریا میں یہ پھیری والے آ سکتے ہیں۔

بے جی: کیوں پیر نہیں ہیں ان کے؟

باللہ:۔ میرا مطلب ہے منع نہیں ہے ——— I mean حکومت کی طرف سے

اجازت ہے انہیں ادھر آنے کی۔

بے جی:۔ اتنے بڑے افسر بنے ہوئے ہو کیا حکومت سے اجازت لے کر بنے تھے؟

باللہ:۔ آپ سے تو بات کرنا فضول ہے۔

بے جی: تو چپ چاپ رہو۔ تم کو بات کرنے کو کہا ہی کس نے ہے؟

بلو: (کھڑکی سے سر نکال کر) نہیں مانتا بے جی

بے جی: ڈھائی آنے کر او۔

زیبی:۔ میں بھاؤ کراؤں بے جی۔

بے جی: تو بیٹھی رہ چپکی ——— ماتھے پہ تیل لگا کیسے مالش سے جی چراتی ہے۔

(زیبی افسردہ ہو کر تیل رچاتی ہے) ماں کی طرح کام چور ہے پوری۔

بلو:۔ (سر نکال کر) بے جی کہتا ہے کہ تین آنے پاؤ دے دوں گا اس سے کم ایک پائی نہیں ہو سکتی۔

(پلے سے پیسے کھولتی ہے)

بے جی:۔ اچھا لے لو ایک پاؤ۔ (بلو پھر کھڑکی پھلانگ کر اندر آ جاتا ہے) یہ تو دو آنے ہیں میرے پاس۔

تمہارے پاس اکنی ہوگی مستنصر؟

باللہ:۔ اکنی؟

بے جی:۔ کیوں اکنی نہیں دیکھی کبھی؟

باللہ:۔ دیکھی ہے دیکھی کیوں نہیں؟ (نائیٹ سوٹ کی جیب سے بٹوا نکال کر اکنی دیتا ہے) یہ دیکھئے نکل ہی آئی۔

بے جی: (دونی ہاتھ سے دے کر) لو اچھی طرح سے تلوانا۔ پکڑ لو اکنی جلدی لاؤ۔

زیبی:۔ بے جی مجھے دونی دیجئے میں علیحدہ شہتوت لوں گی۔

بے جی: ہاں تو علیحدہ لے گی کیوں؟ زیادہ لاڈلی ہے ناں؟

زیبی:۔ بلو بے جی تیز کھاتا ہے۔ مجھ سے دوگنا کھا جاتا ہے،

بے جی: اچھا اچھا چپ رہ

باللہ:۔ (جیب سے دونی نکال کر) یہ لو ——— تم علیحدہ خرید لو ———

(زیبی دونی پکڑاتی ہے)

بے جی:۔ (کڑک کر) بدتمیز کہیں کی واپس کرو دونی ——— پیسے نہیں مانگا کرتے مہمانوں سے۔

باللہ: You are a strange lady

بے جی:۔ واپس کرو ——— جلدی، مانگ کر شہتوت کھانے سے تو بہتر ہے کہ آدمی بھوکا ہی رہے

(بلو پتے پر شہتوت لاتا ہے)

بے جی:۔ لو اٹھو مستنصر اللہ نے رحمت کا فرشتہ بھیج دیا۔ شہتوت کھاؤ قولنج کے درد کے لئے اکسیر ہے۔

باللہ:۔ نوتھنگ یار ——— چھابڑی والا nothing from a

بے جی:۔ اٹھو صالحہ پھوپھی نہ بنو ——— اٹھو

باللہ:۔ خدا کے لئے انہیں دھو تو لیجئے۔

بے جی:۔ ساری مٹھاس ختم ہو جائے گی ان کی اٹھو ——— لو ——— یہ تم لو بلو ——— پہلے ہاتھ دھو آؤ زیبی پھر تم کو دوں گی جاؤ۔

زیبی: (جاتے ہوئے) بے جی میرا حصہ بلو کو نہ دے دینا۔

بے جی:۔ نہیں تم آؤ جلدی۔ کھاؤ مستنصر ساری گرمی چاٹ جاتے ہیں یہ شہتوت۔ جگر کی گرمی ہو یا قولنج

کا درد ہو اس سے بہتر تو کوئی چیز ہی نہیں۔ (بلو ہتھیلی پر اپنے حصے کے شہتوت لے کر کھڑکی میں جا بیٹھتا ہے اور کھاتا ہے) میری بہن کے گلے پڑ گئے تھے بچپن میں۔ ایک سو چھ بخار تھری تھری لگی تھی کوئی کہے مونیہ ہے کوئی کہے گردن توڑ بخار ہو گا شہتوت کے شربت کی دو چمچیاں بابا جان نے پلائیں بند اٹھنڈا پڑ گیا اٹھ کر کھچڑی کھانے لگی ـــــ چلو کھاؤ۔

باللہ:۔ اس پتے میں؟

بے جی:۔ پتہ ہے کوئی جوتا تو نہیں ہے۔

باللہ: بڑی بی۔ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے۔

بے جی:۔ کھاؤ بے حد مفرح ہیں۔ کئی چھابڑی والے گزرتے ہیں یہاں سے لیکن میں کسی سے شہتوت نہیں لیتی یہ قصائیوں کا لونڈا ملے داروں کے باغ سے لاتا ہے شہتوت فالسے بھی ان کے باغ کے خوب ہوتے ہیں۔ اب جی کیسا ہے؟

باللہ:۔ اب تو طبیعت ٹھیک ہے۔

بے جی:۔ ذرا حقہ بھی پیتے رہو۔ ساتھ ساتھ۔

(اب باللہ دیوان پر بیٹھا ہے سر پر تیل چپڑا ہے ہاتھ میں پتہ ہے اور وہ اس پر سے شہتوت کھا رہا ہے۔ جوں جوں شہتوت اس کے اندر جاتے ہیں اس کی طبیعت ملائم پڑتی جاتی ہے)

زیبی:۔ (آکر) دیجئے بے جی۔

(مستنصر کے ہاتھ پر سے چند شہتوت اٹھا کر زیبی کی ہتھیلی پر رکھتی ہے)

زیبی:۔ دو اور ــــــــــــــــــــــــــــ

(بے جی دو اور شہتوت اس کی ہتھیلی پر رکھتی ہے)

زیبی:۔ ایک اور ــــــــــــ

بے جی:۔ بھاگ جا مندیری۔

(زیبی بھی سل پر بیٹھ کر مزے لے لے کر کھاتی ہے)

بالتند: ۔ آئی ایم ساری۔آپ بھی کھائیے؟

بے جی: ارے نہیں ہیں ہی کتنے؟۔تم کھاؤ۔ابھی جی بحال ہو جائے گا۔بڑی اچھی تاثیر ہے ان کی
ٹھنڈی اور مفرح۔

(اسوقت گلزار منیا کو گود میں لے کر بائیں جانب سے آتا ہے)

گلزار:۔ (جو باوردی ہے) آپا جی کہاں ہیں۔ (یکدم دیکھتا ہے کہ بالتند بیٹھا ہے) بیگم صاحبہ کہاں ہیں جی۔

بے جی:۔ ٹانگ ٹوٹ گئی ہے

گلزار بالتند (گھبرا کر) جی؟
(حیران ہوکر) کمال ہے آپ نے (تو مجھے) بتایا ہی نہیں!

بے جی:۔ شگفتہ کی نہیں اس کی خالہ کی ـــــــــــــــ

بلو:۔ امی ہسپتال گئی ہیں خالہ سعیدہ کو دیکھنے

بے جی:۔ بہانہ چاہیئے پھرنے کے لئے

بالتند: very sad very sad

گلزار:۔ بھر جی منیا کو آپ اٹھالیں۔مجھے باورچی خانے میں بہت کام ہے شامی بننے ہیں بریانی دم کرنی ہے
جیلی بنانی ہے۔

بے جی:۔ واہ وا ـــــــــــــــ واہ محمدی بیگم کا پورا دستر خوان تیار کرنا ہے تجھے۔دال پکانے کو
کہو تو دال علیحدہ اور پانی علیحدہ جائے ابالنے کو کہو تو اوپر جائے نیچے پانی۔

گلزار:۔ آپ بے جی منیا کو لےلیں مجھے صاحب نے باتیں کرنے سے منع کیا ہے آج کے دن۔

بے جی:۔ میں کیسے بچی لے لوں مجھے ظہر کی نماز پڑھنا ہے ابھی آجاتی ہے شگفتہ کہہ گئی تھی گھنٹہ بھر میں آجاؤنگی۔

گلزار: بہت کام ہے بے جی مجھے۔

بے جی:۔ اتنا سارا کھانا دوپہر کو پکا تھا وہ سب کیا ہوا؟

گلزار:۔ پلاؤ اور مرغی پکی ہے۔

بے جی :۔ باقی سب کچھ ہڑپ۔ تو بر معدہ ہے تیرا کہ بدھو کا آدا ________ جوڑا لو بھسم، جوڑا لو راکھ۔

گلزار :۔ زیبی تم سے لو ذرا منیا کو

زیبی :۔ میں شہتوت کھا رہی ہوں بے جی

گلزار :۔ بے بے جی آپ ہی ذرا ....

بے جی : میرے کپڑے پلید کر دے گی مجھے ظہر کی نماز پڑھنا ہے۔

باللہ :۔ خانساماں تم بچی کو سنبھالو جب تک بیگم صاحبہ نہیں آتیں

گلزار :۔ پھر کام ختم نہیں ہو گا جی۔

باللہ :۔ میں تو فقط ایک پیالی سوپ کی پیوں گا thats all

تم باقی menu بنے دو بچی کو سنبھالو۔

گلزار :۔ میں آپ کا حکم کیسے مانوں جی؟ انہوں نے جو حکم دیا ہے میں .... میں تو وہ مانوں گا۔

باللہ :۔ (ذرا غصے سے) میں تمہارے افسر کا افسر ہوں

گلزار :۔ ہوں گے جی بیشک پر میں تو ان سے تنخواہ پاتا ہوں ان کا حکم مانوں گا۔

باللہ :۔ (غصے سے کھڑے ہو کر) کیا نام ہے تمہارا

بے جی :۔ گلزار۔ سر پھاڑ منہ پھاڑ

باللہ :۔ (طنز سے) You are an idiot سمجھے،

گلزار :۔ (گرم ہو کر) آپ مجھے انگریزی میں گالیاں نہ دیں جی۔ بے بے جو چاہیں کہہ سکتی ہیں۔ آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔

بے جی : چپ رہ بدبخت تیرے صاحب کے صاحب ہیں یہ۔

گلزار : ہمارے لئے بے بے جی الیاس صاحب سے بڑا افسر کوئی نہیں ہے۔

باللہ: بدتمیز احمق۔ fool تم کیا سمجھتے ہو الیاس صاحب کو۔

(اس وقت کھڑکی میں الیاس اور شگفتہ نمودار ہوتے ہیں۔ وہ باقی مکالمہ سنتے ہیں آپس میں اشارے کرتے ہیں اور آخر میں بھاگ جاتے ہیں وہ چونکہ سٹیج پر نہیں آتے اس لئے lighting کچھ اس نوعیت کی ہونی چاہیئے کہ ان دونوں کا وجود کھڑکی کے پار آسانی سے نظر آسکے۔ جب الیاس اور شگفتہ کھڑکی میں ابھرتے ہیں۔ اس وقت باللہ صاحب نے گلزار کو کان سے پکڑ رکھا ہے)

باللہ:۔ تم سمجھتے کیا ہو الیاس کو۔ ہم ویسٹ ڈنگ کے چیف میجر ہیں۔ تمہارے صاحب جیسے بیسیوں آدمی ہمارے نیچے کام کرتے ہیں۔

گلزار:۔ کرتے ہوں گے جی۔

باللہ:۔ میں چاہوں تو (چٹکی بجا کر) ایک پل میں تمہارے صاحب کو نکلوا دوں ایک منٹ کے نوٹس پر نوکری سے برخاست ——— چھٹی gone for ever

گلزار:۔ ان کے رزق کا اللہ مالک ہے جی

باللہ:۔ شٹ اپ بدبخت بکواس کئے جاتا ہے میں تمہارے صاحب کو نہ صرف اس نوکری سے نکال سکتا ہوں بلکہ ان کا career اس طرح تباہ کردوں گا کہ پھر وہ کسی دوسری فرم میں نوکری بھی نہ کرسکے idiot good for nothing

بے جی:۔ اب تو جا بھی باورچی خانے میں۔

گلزار:۔ میں کیسے جاؤں بے بے جی وہاں کام بہت ہے۔

باللہ:۔ تم سے جو میں نے کہا ہے کہ میرا حکم مانو But do you care دیکھ لینا میں تمہیں کیسا مزہ چکھاؤں گا جب سے میں نے اس گھر میں قدم رکھا ہے I come to the conclusion

کہ I will have to mend matters

گلزار:۔ آپ مجھے انگریزی میں گالیاں نہ دیں جی۔

بالله :۔ (گلنار کو جھنجھوڑ کر) دوں گا ——— دوں گا Idiot fool

تم کیا تمہارے صاحب کو بھی دوں گا ——— Idiot fool

تم نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے good for nothing

(الیاس شگفتہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر بھاگتے ہیں ۔)

جاؤ بچی رکھو۔ اور خبردار جو بچی کو رلایا تم نے get out

(پردہ تیزی سے گرتا ہے)

سین ——— ۴

(وہی کمرہ۔ فقط بے ترتیبی بڑھ چکی ہے اور منظر پہلے سین کی طرح بیہودہ اور بدسلیقگی کا منظر بن چکا ہے بے جی ایک صوفے پر چوکڑی مارے بیٹھی کدو چھیل رہی ہیں سامنے حقہ پڑا ہے کدو کا چھلکا اتار کر وہ دور پھینکتی ہیں۔ کبھی کبھی حقہ کا کش بھی لگاتی ہیں۔ جب پردہ کھلتا ہے بے جی کے علاوہ شگفتہ گم سم کھڑکی کے سامنے کھڑی ہے کھانے کے کمرے کی میز پر لجاجت سے ہاتھ رکھے بغیر وردی کے گلزار کھڑا ہے الیاس کمرے کے وسط میں غصے میں ٹہل رہا ہے)

گلزار :۔ آپ بے بے جی سے پوچھ لیں باؤ جی

الیاس :۔ ان سے میں بعد میں پوچھوں گا لیکن تم کو چھٹی دوں گا۔ آپا جی سے بائیس دن کے پیسے۔ پہلی تاریخ کو آ کر لے لینا۔

بے جی :۔ الیاس بیٹا لیکن سنو تو ———

الیاس :۔ آپ بالکل نہ بولیں بے جی۔ اس کی وجہ سے اس گدھے کی بدتمیزی کی وجہ سے میری ملازمت گئی۔

بے جی :۔ ارے خدا رازق ہے بیٹا۔ زندگی ہے تو نوکریاں بہت

الیاس :۔ زندگی نہیں ہے ناں بے جی۔ زندگی نہیں۔ بس ہے۔

بے جی :۔ اے خدا نہ کرے۔

الیاس :۔ اب وہ میرا سارا career تباہ کر دیں گے۔

بے جی: کرنے دو تمہیں کیا لینا ہے کریر سے۔

الیاس :۔ آپ بالکل بیچ میں نہ بولیں بے جی۔ آپ کی باری بعد میں آئے گی۔

شگفتہ :۔ اگر بااللہ صاحب خفا نہ ہوتے تو یوں ———— یوں بلا اطلاع دیئے چلے جاتے۔ یہ بھی تو سوچیئے بے جی۔ کم از کم ہمیں تو مل کر جاتے۔

بے جی :۔ اپنا قصور نظر نہیں آتا تمہیں شگفتہ۔ گھنٹہ بھر کا کہہ کر چار گھنٹے کے لئے غائب ہو گئیں۔ وہ کوئی تمہارا نوکر تھا۔ افسر تھا تمہارا افسر اس کی اردل میں رہنا چاہیئے تھے تم کو۔ لیکن بیوی کی نوکری ختم ہوتی تو افسر کی ذکری کرتا ناں، ان کو تو ہر وقت بیوقت باہر جانا ہوتا ہے۔

الیاس :۔ ہم آئے تھے بے جی۔ کتنی بار بتاؤں ہم آئے تھے لیکن کھڑکی سے ہی منظر دیکھ کر میرا حوصلہ چھوٹ گیا تھا۔ شکل کیا دیکھ رہے ہو میری جاؤ دفع ہو جاؤ پہلی کو آکر بیگم صاحبہ سے بائیس دن کی تنخواہ لے لینا۔

بے جی :۔ بسترا ساتھ نہ لے جانا۔

الیاس :۔ جاؤ۔

گلزار :۔ حضور ———— میں نے تو ہمیشہ آپ کی خیر خواہی کی ہے۔ آپا جی سے پوچھ لیں آپ رضوان صاحب کو لٹن روڈ کی چوکی پر چھوڑ کر میں ہی آیا تھا جی۔

الیاس :۔ وہ بھی تمہارا احمق پن تھا۔ بیچارے کو خواہ مخواہ کی پریشانی دکھائی۔ اب تک وہیں بیٹھا ہو گا۔ میں اسے لینے جاؤں گا ابھی شگفتہ،

شگفتہ :۔ جی ہاں ضرور

الیاس :۔ تم جاؤ میاں تمہارا حساب کر دیا ہے ہم نے اور جو کچھ تم نے ہمارے ساتھ کیا ہے اسکا بہت بہت شکریہ۔

گلزار :۔ اچھا جی ———— (رقت سے) جیسے آپ مناسب سمجھیں ———— سلام صاحب

الیاس : (غصے سے) سلام

شگفتہ: (جس پر کچھ اثر ہو گیا ہے) پیسے ضرور لے جانا اپنے پہلی تاریخ کو

گلزار:۔ سلام بے بے جی۔

بے جی:۔ وعلیکم السلام، کچھ دن اور رہتا تو ڈھنگ کا پکانا آجاتا تجھے۔ پہلے مجھے چار آنے کا تمباکو لادے بازار سے پھر جانا۔

الیاس:۔ تمباکو آپ کو میں لادوں گا اسے آپ جانے دیں۔

گلزار:۔ نہیں باؤجی تمباکو میں لادیتا ہوں وہ دکان آپ کو نہیں ملے گی جی چاہ پھوواڑے سے لاتا ہوں۔ بے بے جی کا تمباکو ——————

(گلزار جاتا ہے)

الیاس:۔ (الیاس گرج کر) واہ بے جی کمال کرتی ہیں آپ۔ جس ملازم کو میں برطرف کر چکا ہوں اسے آپ کام بتا رہی ہیں۔ یہ آپ کی اصول پروری ہے۔ یہ آپ کا طریقہ ہے زندہ رہنے کا۔

بے جی:۔ ایک ذرا سا تمباکو لا دے گا تو کیا ہو جائے گا۔

الیاس:۔ گھر آپ کے سر پر گر جائے تو آپ کہیں گی ذرا سا گھر ہی تو گرا ہے۔ آپ بے بے جی نہ کسی کے اصول کی پرواہ کرتی ہیں نہ کسی کی خوشی کی،

بے جی:۔ کیا کہا۔

الیاس:۔ آپ کی وجہ سے صرف آپکی وجہ سے —————— میرے مستقبل کا یہ حال ہوا۔

بے جی:۔ میری وجہ سے کیا کہہ رہے ہو الیاس۔

الیاس:۔ جی صاحب آپ کی وجہ سے آج تک میری زبان نہیں کھلی کبھی لیکن آج میں سب کچھ کہوں گا اور ضرور کہوں گا۔

شگفتہ:۔ اب رہنے بھی دیجئے۔ معمولی سی بات کو اس قدر طول نہ دیجئے۔

الیاس:۔ یہ معمولی سی بات نہیں ہے شگفتہ۔ مستنصر بااثر بڑی powers کا آدمی ہے۔ ہمیں زندگی کا golden چانس ملا۔ وہ میرے گھر رہا۔ اور ان بے جی نے اس کا ناطقہ

الیسا بند کیا کہ وہ چپ چاپ جان چھڑا کر بھاگا ______ یہ چھوٹی بات ہے۔ میری نوکری کا چھوٹ جانا معمولی بات ہے میرا career تباہ ہو گیا میرا مستقبل فنا ہو گیا میرے پاس تو اتنا اثاثہ بھی نہیں کہ کھوکھا ہی کھڑا کر لوں ______ یہ معمولی بات ہے۔

بے جی:۔ نہایت بدتمیز آدمی ہے میں نے اتنی خدمت کی اس کی۔ مجھے بھی بتا کر نہیں گیا۔ یہ تو اس کی عقل ہے۔

شگفتہ: آپ کو تو بے جی معاف کیجئے سارے ہی بدتمیز لگتے ہیں۔

بے جی: میرا قصور بتاتے ہو الیاس میاں تم گھر ہوتے تو اطلاع نہ دیتا پر تم کو وقت بے وقت سیر کی سوجھتی ہے۔

شگفتہ:۔ معاف کیجئے ہسپتال جانا سیر نہیں ہوتی بے جی۔ میری سگی خالہ کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ ڈبل فریکچر ہوا ہے ڈبل فریکچر،

بے جی:۔ اور تم نے جا کر جوڑ دی ڈبل ٹانگ؟ وقت پر خود نہیں آئے اور..........اور

الیاس: آئے تھے آئے تھے ______ آئے تھے۔ کتنی مرتبہ بتائیں کہ آئے تھے لیکن خوف سے بھاگ گئے۔ جس طرح باللہ صاحب کے منہ سے جھاگ بہہ رہا تھا جس طرح وہ غصے اور جلال میں آئے ہوئے تھے انہیں کون face کر سکتا تھا۔؟

بے جی: تو اب رو کیوں رہے ہو قصور کر کے۔

الیاس: میں تو روؤں گا بے جی اور ساری عمر روؤں گا آپ ہی کہیں گی قصوروار جو ہوئیں۔

بے جی:۔ اچھا بھئی میرا ہی قصور ہے۔

الیاس:۔ میں آپ سے تاکید کر گیا تھا کہ آپ کو باللہ صاحب کے کمرے میں قدم نہیں دھرنا۔ لیکن آپ کو تو چسکا ہے ہر ایک سے کہانیاں کہنے کا،

شگفتہ:۔ بس اب چپ بھی کیجئے۔

بے جی:۔ میں اس کے کمرے میں نہیں گئی وہ اس کمرے میں آیا تھا۔

الیاس:۔ مقصد یہ تھا کہ آپ اور وہ ایک کمرے میں نہ ہوں لیکن your highness
کبھی رہ سکتیں ہیں اجنبی لوگوں سے بات کئے بغیر۔ ادھر وہ اس کمرے میں آیا آپ نے فوراً اسے دبوچ لیا۔

بے جی:۔ میری بات تو سنو

شگفتہ:۔ پلیز الیاس۔ رہنے بھی دیں۔ اب آپ حد سے گندے جا رہے ہیں۔

الیاس:۔ تم بیچ میں نہ بولو جی۔ آج میں ان کو غیاث کے گھر چھوڑ کر آؤں گا جب ہفتہ بھر صبح چائے کے ساتھ
توس کھانے پڑے بازاری مکھن کے ساتھ تو پتہ چلے گا انہیں۔ بھابی انہیں ٹھیک رکھتی ہیں۔ تم نے سر پر چڑھا رکھا ہے۔

شگفتہ:۔ بے جی نہیں جائینگی بھابی کے پاس۔ کچھ بھی ہو جائے۔

بے جی:۔ (رقت کے ساتھ) تم جانے دو مجھے بہو ———— اپنا بیٹا نکال رہا ہو تم کیوں روکو۔

الیاس:۔ رو دھو کر آپ میرے ارادے کو متزلزل نہیں کر سکتیں۔ آپ مجھے عمر بھر کی سزا دلوا رہی ہیں میں آپ
کو چند ہفتے کی سزا بھی نہیں دے سکتا۔

شگفتہ:۔ میں بے جی کو ہرگز نہیں جانے دوں گی۔ یہ خیال آپ دل سے نکال دیں ———— ہاں
(زیبی اور بلو آتے ہیں) جب تک میں زندہ ہوں بے جی میرے پاس رہیں گی۔

بلو:۔ (ایک لفافہ آگے بڑھا کر) ابو ہم یہ لفافہ لے لیں۔

الیاس:۔ لے لو دفع ہو جاؤ لے لو چلو میری جان بھی لے لو۔ جاؤ بھاگ کے لاؤ ایک چھری تیز سی
(زیبی جانے لگتی ہے)

بے جی:۔ اب ان کو تو رہنے دو معصوم ہیں بیچارے۔ کہاں جا رہی ہو زیبی۔

زیبی:۔ چھری لانے جی

الیاس: یہ معصوم ہیں یہ ———— یہ زیبی اور بلو؟ سب سے بڑے ظالم ہیں
بیجا لاڈ پیار نے انہیں انسان کا بچہ ہی نہیں رہنے دیا۔

(بچے سر جھکا کر کھڑے ہو جاتے ہیں)

الیاس:۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ چمڑی ادھیڑ دوں گا جو اس کمرے میں قدم دھرا۔ لیکن باپ کی بات کون سنتا

ہے اس گھر میں۔ یہ تو ہر جگہ دندناتے جائیں گے ہر جگہ سرکس کے بندروں کی طرح پہنچیں گے۔ نوکری چھوٹ گئی تمہارے باپ کی اب خوش ہو۔ کل سے سکول سے تمہیں بھی چھٹی بوٹ پالش کے لئے تیار ہو جاؤ کوئی لکڑی کا کھوکھا وغیرہ ڈھونڈھ لو اپنے سامان کے لئے بہت نخرے کر لئے۔

شگفتہ :۔ ہائے اللہ نہ کرے۔ (بچوں کو اپنے ساتھ لگاتی ہے)

بلو :۔ امی ۔

بے جی :۔ جاؤ کھیلو ۔

الیاس :۔ یہ بھی اس گھر میں نہ رہنے پائیں۔ بورڈنگ ہاؤس میں رکھوں گا انہیں۔ وہاں ڈنڈوں سے عقل سکھا دیتے ہیں ماسٹر۔ صبح پانچ بجے اٹھا دیتے ہیں۔ اول آں نہیں کرنے دیتے وہ لوگ۔ ڈیڑھ گھنٹہ پی ٹی کراتے ہیں۔

شگفتہ :۔ خدا کے لئے اب رہنے بھی دیجئے۔

الیاس :۔ ماں باپ کی شفقت نہ ہوئی عذاب ہو گیا۔

شگفتہ : (پیار سے) جاؤ کھیلو شور نہیں کرنا ——— ——— اچھا ! ——— ابو پریشان ہیں۔

الیاس : میں پھر کہوں گا جو کچھ ہوا آپ کی شہ پر ہوا ہے جی۔ میں نے آج تک آپ کو کچھ نہیں کہا لیکن میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کو ہماری رتی بھر پروا نہیں ہے۔ میں نے جانے سے پہلے آپ کو۔

شگفتہ : اب بس بھی کیجئے خدا کے لئے۔

بلو :۔ یہ لفافہ ہم لے لیں بے جی ؟

بے جی : لے لوبے لو ——— ——— جان نہ کھاؤ ابا کی۔

(دونوں سل پر چڑھ کر بیٹھتے ہیں)

الیاس : ملاحظہ کی ان کے کھیلنے کی جگہ۔ تمام گھر چھوڑ کر اس کھڑکی میں بیٹھیں گے اس گھر میں کوئی سلیقہ کوئی ڈھنگ ہے ہی نہیں۔ (بچے سل سے اترتے ہیں)

شگفتہ : آپ کو تو یہ گھر لگتا ہی برا ہے

الیاس :۔ خدا کے لئے اب وہ قصہ نہ لے بیٹھنا۔

شگفتہ :۔ ہمیں کیا غرض پڑی ہے۔

الیاس :۔ (جاتے ہوئے) کسی کو کوئی غرض نہیں۔ ساری غرضیں اس گھر میں مجھی کو ہیں۔ (پچھلے دروازے سے سٹیج جاتا ہے)

(بچے ہوائی جہاز بنانے کے لئے صوفے پر ٹانگیں اوپر رکھ کر بیٹھتے ہیں)

شگفتہ : بے جی آخر آپ آئیں کیوں بلے کے سامنے

بے جی :۔ کیوں پردہ تھا میرا اس سے کچھ

شگفتہ :۔ دیکھ لیجئے الیاس کا کیا حال ہے؟

بے جی :۔ تم بھر لڑکا دو ذرا اور تو مجھے کابُلی ہاؤس چھوڑ آئے گا۔

شگفتہ :۔ اللہ نہ کرے۔ کیسی باتیں کرتی ہیں آپ؟

بے جی :۔ عجیب زمانہ ہے جس سے ہمدردی کرو اس سے جوتے کھاؤ۔

شگفتہ :۔ خیر باللہ صاحب کے پاس بیٹھ کر حقہ پینا۔ ہمدردی میں ہرگز شامل نہیں

بے جی :۔ دیکھا ——— دیکھا تمہیں تو دراصل میرے اس شوق سے ہی ضد ہے

(الیاس ایک ٹوٹی ہوئی شیشی ہاتھ میں لے کر پھر آتا ہے)

الیاس :۔ یہ ماؤتھ کی شیشی کس نے توڑی ہے

شگفتہ :۔ ہائے اللہ یہ کیسے ٹوٹی؟

بلو :۔ ہم نے تو ہاتھ بھی نہیں لگایا امی۔

الیاس :۔ جی ہاں آپ نے کیوں ہاتھ لگایا ہو گا۔ آسمان سے جنوں کی فوج آئی ہو گی۔ خاص اسے توڑنے ——— ملاحظہ ہو بیٹھے کہاں ہیں صوفے پر اور وہ بھی سنے ہوئے پیروں کو اوپر رکھ کر۔ تمہیں سارے گھر میں کوئی جگہ نہیں ملتی کھیلنے کو۔

(بچے صوفے سے اتر کر قالین پر بیٹھتے ہیں)

اور یہ ساری شہ آپ کی ہے بے جی۔ میں دیکھتا رہتا ہوں بولتا نہیں تو کیا ہوا آپ انہیں بگاڑتی ہیں۔ ہر برا کام کسی دن کے للچ میں آ کر کرتے ہیں یہ بدبخت

شگفتہ:۔ خدا کیلئے غصہ تھوک دیجئے اب

الیاس:۔ اسباب باندھیئے اسباب پورے دو سو روپے کرایہ نہیں دے سکیں گے اب ہم کسی چھوٹے گھر کی تلاش کیجئے بہت عیش ہو چکا ———— (پچھلے دروازے سے باہر جاتا ہے۔)

شگفتہ:۔ انہیں تو کبھی غصہ آیا ہی نہیں۔ میں تو پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔

(بچے ہوائی جہاز اڑاتے ہیں)

بے جی: غصہ! اس جیسا غصہ کسی کا ہوگا ہی نہیں۔ غیاث تو اس کے سامنے بھیگی بلی ہے بیچارہ۔

شگفتہ:۔ توبہ کیجئے بے جی ان کے منہ میں تو زبان ہی نہیں ہے۔

بے جی:۔ تمہارے سامنے زبان نہیں ہوتی۔ باقی تو ہر جگہ پر غصے میں بھرا رہتا ہے۔

شگفتہ:۔ یہ تو خیر نا ممکن بات ہے بے جی۔ طبیعت تو ہر جگہ ایک ہی رہتی ہے ان کی طبیعت ہے ہی نرم۔

بے جی:۔ (غصے سے) میں اس کی طبیعت بہتر جانتی ہوں کہیں تم سے پالا بڑا کیا میں تو اس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ بڑا زہری ہے بیحد لہو چوس جائے گا گلے کا

شگفتہ:۔ کمال غلط بیانی سے کام لے رہی ہیں آپ ایسی ٹھنڈی اور میٹھی طبیعت تو کبھی دیکھی نہ سنی۔

بے جی:۔ زن مریدوں کا یہی حال ہے ہر جگہ۔

(الیاس واپس آتا ہے ہاتھ میں اخبار ہے)

الیاس:۔ یہ ایک اسامی ہے شگفتہ تین سو روپیہ ماہوار دینگے۔ کوارٹر مفت ملے گا۔ اگر کسی فرم کا تجربہ ہو تو ترجیح دی جائے گی۔ پوسٹ بکس ۲۰۲ لاہور ———— ———— میرا خیال ہے میں فوراً درخواست دے دوں ادھر سے چھٹی ہونے پر کم از کم بھوکے تو نہ مریں گے۔

شگفتہ:۔ تین سو روپے صرف

الیاس:۔ تو جناب کا کیا خیال ہے کہ ایک بار جب باللہ صاحب نے جواب دیدیا تو دوبارہ پھر پانچ سو کی نوکری

مل جائے گی۔ عجیب خوش فہمی ہے آپ کو؟

(ہوائی جہاز اڑ کر الیاس تک آتا ہے)

الیاس :۔ (جہاز پکڑ کر) سارا گھر چھوڑ کر اسی ایک کمرے میں ہوائی جہاز اڑائیں گے۔ حد ہے ـــــــــ

کمال ہے۔ (ہوائی جہاز اٹھا کر پڑھتے ہوئے) استغفر باللہ ـــــــــ ہونہہ لعنت اللہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

آئے بھی تشریف بھی لے گئے مگر ان کا خط دل جلانے کو موجود ہے۔ بدبختی بن کر ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔

شگفتہ :۔ ابھی تک بات اتری نہیں آپ کے دل سے

الیاس :۔ حیران ہوں کہ اس گھر میں چیز کو محفوظ رکھنے کی کونسی جگہ ہو سکتی ہے۔ یہ خط میں نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا تھا۔ یہ حضرت وہاں سے بھی اٹھا لائے۔ تم نے نکالا ہو گا میری جیب سے بلو

زیبی :۔ نہیں ابو یہ تو ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا تھا۔

الیاس :۔ ڈریسنگ ٹیبل؟ کونسی ڈریسنگ ٹیبل پر؟

زیبی :۔ جی جہاں بلا صاحب ٹھہرے تھے

الیاس :۔ تو یہ وہاں کیسے چلا گیا؟ میں نے ائیرپورٹ جاتے ہوئے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا تھا۔
(ہوائی جہاز کو غور سے دیکھ کر)

Dear Mr. Ilyas,

This day I was taught the toughest lesson of my life.

یہ تو وہ خط نہیں ہے شگفتہ،

شگفتہ :۔ بدبختو، ہر خط کا ہوائی جہاز کیوں بنا لیتے ہو۔

بلو :۔ ہمیں بے جی نے کہا تھا۔ بنا لو۔

بے جی :۔ تھوپ دو۔ تھوپ دو سارا الزام میرے سر

الیاس :۔ (جلدی سے) اس کے باقی ٹکڑے کہاں ہیں؟

شگفتہ :۔ اٹھا کر دو ———— کھڑے کیا تک رہے ہو؟

زیبی :۔ ایک جہاز میرے پاس ہے ابو ———— ———— (بھیگی بلی بنی آگے آ کر دیتی ہے۔)

الیاس :۔ بدبختو تم سے کس نے کہا تھا باللہ صاحب کا خط پھاڑنے کو؟

(خاموشی سے پڑھتے ہوئے) لو سن لو ———— ہو گیا بیڑا غرق ———— (بآواز بلند)

I. was very much disturbed and annoyed at your place.

سن لیا تم نے؟ ہو گئی طبیعت خوش؟

بے جی :۔ یہ کیا گٹ مٹ کر رہے ہو اپنی اردو میں سناؤ۔

الیاس :۔ انگریزی میں خط لکھا ہے بے جی۔

بے جی :۔ تو انگریزی کو اردو بنتے شرم آتی ہے کیا؟ تم سے ترجمہ نہیں ہو سکتا اس کا۔

الیاس : لکھتے ہیں مجھے تمہارے اس گھر میں بہت ستایا گیا بہت تنگ کیا گیا۔

بے جی :۔ ہاں ستایا گیا ———— ستایا گیا، ڈیڑھ چھٹانک تو میرا تمباکو پی گیا۔ بڑا افسر بنا پھرتا ہے۔
حقے کا کش تک نہیں لگانا آتا۔

الیاس :۔ (پڑھتے ہوئے) جس بدتمیزی اور بدنظمی سے بچنے کے لئے میں نے شادی نہ کی آج اس کے نیچے میں ایسا
جکڑا گیا کہ .... کہ مجھے چھٹی کا عمر بھر دودھ یاد آگیا۔

بے جی :۔ ہم نے کونسا تمہیں دعوت نامہ بھیجا تھا کہ آ کر ہمارے گھر رہو۔

شگفتہ :۔ ہائے بے جی آپ سنیں تو سہی۔

الیاس :۔ مجھے افسوس ہے کہ کل سے آپ ہمارے برانچ منیجر نہیں رہیں گے۔

شگفتہ :۔ کیا کہا

الیاس :۔ میں کوئی یونانی تو نہیں بول رہا سیدھی سادی اردو میں بات کر رہا ہوں۔ اب جی خوش ہو گیا بے جی
آزمائے نانا حضور کے صدری نسخے باللہ صاحب کی بیماری پر۔

بے جی : دفع دور ———— مجھے کیا ضرورت تھی۔ کالا منہ اور نیلے پیر پھول سی بچی ناریل سسی

کھوپڑی میں گھنٹہ بھر تیل چپڑتی رہی اور یہ صلہ دیا ہے تمہارے بلے نے بے فیض کہیں کا۔ ....

شگفتہ:۔ آگے بھی تو بتایئے آگے کیا لکھا ہے۔

الیاس:۔ آگے کیا لکھنا تھا۔ اس کے بعد کھیل ختم ہے۔ جو انہوں نے کہنا تھا کہہ دیا۔

شگفتہ: دیکھا بے جی وہی ہوا ناں جس بات کا اندیشہ تھا۔

بے جی:۔ جیسے میں ہی تو اس اندیشے کو گھر بلا کر لائی تھی۔

الیاس:۔ بس اب گفتگو بند کی جائے اس گھر میں۔ اور آئندہ کے لئے سوچا جائے جو ہونا تھا ہو چکا ——

بے جی:۔ اس کے ہر کام میں کوئی بہتری ضرور ہوتی ہے۔

الیاس: جی ہاں کیوں نہیں۔ بالکل بجا ارشاد فرمایا۔ اس سے بڑی بہتری اور کیا ہوگی؟ (سنجیدگی سے)
راحت نے جو کوارٹر بنوائے ہیں ڈی ٹائیپ وہ سب کے سب کرائے پر اٹھ گئے یا ابھی کوئی باقی ہے

شگفتہ:۔ ہائے اللہ تو اب کیا ڈی ٹائیپ میں چل کر رہیئے گا۔

الیاس:۔ شاید اس سے بھی نیچے کچی بستی میں جا کر رہنا پڑے۔

شگفتہ:۔ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں الیاس؟

بے جی:۔ کیوں کچی بستی میں کیا برائی ہے اپنی بھینس رکھ لیں گے۔ گھر کی مرغیاں انڈے ہو جائیں گے۔ فضول خرچ
گھٹے گا۔ بچوں کی صحت اچھی ہوگی۔

الیاس:۔ (لاتعلقی سے) اٹھو بلو۔ چلو یہاں سے

بلو:۔ جاتا ہوں ابو (جو صوفے کے پیچھے بیٹھا ہے زیبی ساتھ ہے)

الیاس:۔ جاتا کیا مطلب۔ اٹھو ابھی —— —— اسی وقت

بلو:۔ ابو اٹھتا ہوں

الیاس:۔ تم کیا کر رہے ہو۔

زیبی:۔ ہوائی جہاز بنا رہا ہے ابو

شگفتہ:۔ بننے دیجئے بننے دیجئے۔ اب اس گھر میں یا تو ہوائی جہاز بنا کریں گے یا لفافے۔

شگفتہ :۔ اٹھو بلو ——— لاؤ ادھر ——— لاؤ یہ ہوائی جہاز مجھے دو ———
دو نا ں ۔ میں اسے چولہے میں ڈالوں ——— (قریب پہنچ کر) دکھاؤ مجھے ۔

بلو :۔ بڑا .... اچھا بنا ہے امی ۔

شگفتہ :۔ لاؤ مجھے دو ۔ (ہوائی جہاز بلو کے ہاتھ سے چھین کر) اور خبردار جو پھر کسی نے اس گھر میں ہوائی جہاز بنایا ——— جاؤ زیبی اسے چولہے میں پھینک کر آؤ بلو تو سارے زمانے کی الٹی کھیلیں سیکھ آتا ہے سکول سے ۔

زیبی :۔ (جہاز پکڑتی ہے) اچھا جی

الیاس :۔ آپ کی فہم و فراست پر بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے ۔ زیبی صاحب اسے چولہے میں ڈالیں گی کہ سینت کر رکھیں گی اپنے تھیلے میں ؟

شگفتہ :۔ لاؤ مجھے دو ——— فوراً ——— میں خود ہی اسے جھونک کر آتی ہوں

(خط جلدی سے لے کر جاتی ہے الیاس ٹہلنے لگتا ہے ۔ بلو اور زیبی پھر صوفے کے پیچھے بیٹھ کر دھاگے سے کھیلنے لگتے ہیں)

بے جی :۔ اب آرام سے بیٹھ جاؤ ایک طرف ہو کر ۔ یوں ٹہلنے سے نوکری مل جائے گی ؟

الیاس :۔ مجھے اس گھر میں کم از کم ٹہلنے کی تو اجازت عطا فرمایئے ۔

بے جی :۔ ٹہلو ٹہلو ——— تمہارا اپنا گھر ہے ۔ میں کون ہوتی ہوں اجازت عطا کرنے والی ؛

(شگفتہ الیاس الیاس کہتی بھاگتی آتی ہے ۔ اس کے ہاتھ میں ہوائی جہاز کا جس کا ایک کونہ آگ پکڑ چکا ہے)

شگفتہ :۔ بجھاؤ بجھاؤ ——— الیاس جلدی کرو ہائے اللہ بجھاؤ اسے

(الیاس تالی کے انداز میں ہاتھ مار مار کر آگ بجھاتا ہے)

بے جی :۔ کچھ سمجھ نہیں آتی تمہاری بھی شگفتہ ۔ اگر یونہی بجھوانا تھی آگ تو پہلے لگائی ہی کیوں تھی ؟

شگفتہ :۔ بے جی یہ ہوائی جہاز بھی اسی خط کا ایک حصہ ہے

بے جی :۔ کمال ہے ؛

الیاس :۔ یہ آپ نے کونسی انوکھی تحقیق فرمائی۔ اس گھر میں جتنے بھی ہوائی جہاز اڑ رہے ہیں سب مسٹر بالللہ کے خط ہیں اپنے دل کی خوشی کے لئے اسے بھی سن لیجئے۔ Monday سے آپ ہیڈ آفس میں کام کریں گے مسٹر کریم کے ساتھ ـــــــ اسسٹنٹ زونل منیجر کی حیثیت سے ـــــ ـــــ

شگفتہ :۔ کیا کہا۔

الیاس :۔ (الیاس خود بھی نہ سمجھتے ہوئے) Monday سے آپ مسٹر کریم کے ساتھ کام کریں گے۔ as Assistant Zonal Manager

شگفتہ :۔ دیکھا........ دیکھا الیاس میں نہ کہتی تھی آخر خدا نے میری دعائیں سن لیں۔

بے جی :۔ ہم نے تو نہ تہیں کبھی نماز پڑھتے دیکھا نہ دعائیں مانگتے

الیاس :۔ بیٹے تو سہی ذرا آرام سے...... میں ذرا Shy آدمی ہوں۔

بے جی :۔ جس قدر شاہی وہ ہے۔ وہ تو میں نے دیکھ ہی لیا ہے۔ اکتی مانگی تھی میں نے۔ وہ بھی دینے پر رضامند نہیں تھا ـــــــ شاہی اونہہ،

(الیاس اور شگفتہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں)

الیاس :۔ آپ بیچ میں نہ بولیں بے جی۔

بے جی :۔ ہاں ـــــــ مجھے کیا ضرورت ہے؟

الیاس :۔ آپکے گھر کے ایک روزہ قیام میں میں نے زندگی کا وہ رخ دیکھا جو آجتک نہ دیکھ پایا تھا۔

شگفتہ :۔ ہائے،

الیاس :۔ میری ساری عمر ہوٹلوں میں گزری۔ گاڑیوں میں کٹی، ہوائی جہازوں میں بسر ہوئی۔ میں نے کبھی بھرے پرے گھر کی آوازیں نہیں سنیں۔

بے جی :۔ اب کھلا ناں بھید۔ بہرہ تھا کمبخت جبھی تو چھ چھ دفعہ بول کے ایک ایک بات سمجھانا پڑتی تھی۔

الیاس :۔ آپ چپ رہیں بے جی۔

بے جی :۔ ہاں واقعی مجھے کیا؟

الیاس :۔ (پڑھتے ہوئے) آپ کے گھر میں میرے لئے راحت کے سامان نہ سہی۔ لیکن یہ ایک شاداب زندگی ہے۔

شگفتہ :۔ ہائے واقعی،

الیاس :۔ سنو آگے لکھا ہے۔ آپ کا ملازم گو میرے مطلب کا نہیں

But I liked him very much

بڑا باوفا آدمی ہے۔ اس کی قدر کیجئے۔ اور اس کی تنخواہ میں ضرور increment کیجئے ——————

(آواز دے کر) گلزار ——— گلزار ——— دیکھو یہ بدبخت پھر کہیں دفع ہو گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

گلزار ——— گلزار ——— ———

بلو :۔ ابو جی وہ تمباکو لینے گیا ہے۔

(بائیں جانب سے گلزار آتا ہے۔ منیا اس کی گود میں ہے۔ لولی پاپ چوس رہی ہے۔ ہاتھ میں گیس کا غبارہ بھی ہے)

گلزار :۔ مجھے بلایا تھا باؤجی۔

الیاس :۔ کب کا گلا پھاڑ رہا ہوں۔ سنائی نہیں دیا تمہیں؟

گلزار :۔ یہ منیا اٹھ گئی تھی جی۔

الیاس :۔ پانچ روپے ترقی کر دی ہے تمہاری

گلزار :۔ نوکری سے چھٹی اور پانچ روپے ترقی جی؟

بے جی :۔ تمباکو لے آیا میرا؟ ——— میرا تو کوئی کام ہی اس سے نہیں ہوتا

الیاس :۔ جاؤ کام کرو باورچی خانے میں۔ کوئی نہیں چھٹی نوکری وکری سے تمھے۔

شگفتہ :۔ سو مرتبہ تم سے کہا ہے اس منیا کی بچی کو لولی پاپ نہ کھلایا کرو گلا خراب ہو جاتا ہے۔ لیکن تم پر اثر ہی نہیں ہوتا۔ جاؤ لے جاؤ اسے باہر

بے جی :۔ تمباکو لے آؤ سنا؟ (الیاس پھر خط پڑھنے میں مشغول ہے)

گلزار:۔ اسے آپ لے لیں آپا جی۔

شگفتہ:۔ تو یہ تو ہاتھ لکھو لکھا ہے وہاں تک ساتھ لے لیجاؤ گے تو کوئی مر تو نہیں جاؤ گے۔

گلزار:۔ جی یہ سگریٹیں مانگتی ہے وہاں

شگفتہ:۔ تو لے دینا ایک پیسے کی۔

زیبی:۔ میرے لئے بھی امی

بلو:۔ میرے لئے بھی امی

(گلزار جاتا ہے)

شگفتہ:۔ ہاں بڑا اچھا کام کیا ہے ناں تم دونوں نے (دونوں پھر چپ چاپ بیٹھ کر دھاگے سے کھیلتے ہیں)

الیاس:۔ یہ ماسٹر پیس ہے شگفتہ۔ باکس آفس (ہنستا ہے)

شگفتہ:۔ جی کہئے۔

الیاس:۔ باللہ صاحب لکھتے ہیں۔ اگر کبھی آپ کراچی آئیں تو بے جی اور بچوں کو ضرور ساتھ لائیں۔ particularly بے جی کو ______ ہاکس بے پر میری کاٹیج ہے for guests ہم سب اس میں رہیں گے۔ بے جی کو سلام دیں۔ بچوں کو پیار۔ میں اس طرح بغیر اطلاع جانے کی معافی چاہتا ہوں اگر میں آپ سے اجازت طلب کرتا تو شاید آپ اجازت نہ دیتے۔

بے جی:۔ ہائے وہ کیوں؟

الیاس:۔ (پڑھتے ہوئے) کیونکہ آپ لوگوں کے دلوں میں وسعت ہے لیکن مجھے اپنے فرلیشن سے ضرور ملنا ہے۔ I must consult him then اور اس کے بعد آپ کے احمق پن کی وجہ سے یہ خط جل چکا ہے۔

شگفتہ:۔ آپ ہی نے تو کہا تھا

الیاس :۔ ٹھیک ہے میں نے کہا تھا لیکن تمہیں بھی تو کچھ خیال ہونا چاہیئے تھا۔ کہ کس قدر ضروری ہوائی جہاز ہے یہ ـــــــ ـــــــ ـــــــ

شگفتہ :۔ آپ کمال کرتے ہیں الیاس۔

الیاس :۔ کمال میں کرتا ہوں کہ تم ؛ یہ کاغذ میں نے جلایا ہے کہ تم نے ؟ اب پتہ نہیں وہ کیا کہنا چاہتے تھے آگئے ؟

شگفتہ :۔ الیاس کچھ آپ ہی سوچیئے ؟

الیاس :۔ یعنی جس گھر میں اس قدر ضروری کاغذوں کا یہ حال ہو۔ وہاں غیر ضروری چیزوں کی کیا حالت ہوگی ؟

شگفتہ :۔ لیکن الیاس آپ کمال ....

الیاس :۔ آئی ایم سوری .... شگفتہ ویری سوری لیکن آپ کو کچھ تو خیال ہونا چاہیئے تھا۔

شگفتہ :۔ جی ہاں میں تو کسی چیز کا خیال رکھتی ہی نہیں۔

الیاس :۔ یہ مطلب نہیں ہے میرا

شگفتہ :۔ یہی مطلب ہے آپ کا میں خوب جانتی ہوں۔

(اس وقت دروازہ کھلتا ہے۔ پریشان حال رضوان داخل ہوتا ہے۔ قمیص کے بٹن کھلے ہیں پاجامے کی بری حالت ہے بال بکھرے ہیں)

رضوان :۔ کچھ نہیں بتا بھابی۔ ھیلو الیاس سلام علیکم بے جی

(الیاس آگے بڑھتا ہے۔ اس سے پہلے بچے بھاگ کر اس سے لپٹ جاتے ہیں۔ بے جی سر کے اشارے سے سلام کرتی ہے)

الیاس :۔ ارے تم کہاں اس وقت ؟

رضوان :۔ میرا موڈ سخت upset ہے یار۔ پورے چار گھنٹے ٹچوکی بیٹھ کر آ رہا ہوں،

اب کہیں تھانیدار صاحب آئے ہیں تو بیان درج ہوا ہے برا حال ہو گیا گرمی میں بیٹھ بیٹھ کر۔ وہاں سے میں سٹیشن چلا گیا ٹکٹ خریدنے۔ شکر ہے قمیص کی جیب میں بٹوہ تھا ورنہ یہ بھی چوری ہو جاتا۔

الیاس :۔ رہنے ناں کو دن کے کو دن۔ تم سے کس نے کہا تھا پولیس چوکی چلے جاؤ۔

شگفتہ :۔ (الیاس کو آنکھ مار کر) اور کیا کرتے بیچارے۔ ایسا قیمتی کیمرہ اور وہ بھی یوں آنکھوں میں دھول ڈال کر.........

رضوان :۔ کیمرہ بھی میرا کہاں تھا بھابی۔ دفتر کا تھا تو بھابی اب شب دیجور سے بھی آپکے خاکسار کو چھٹی ہوئی سمجھو۔ یہیں ہمارے لئے ایک بستر ڈال لیجئے اور لنگر سے روٹی کپڑا مل جائے۔ بڑا غضب ہوا یار پورے پچیس سو کا کیمرہ تھا جاپان سے امپورٹ کیا تھا اخبار والوں نے

شگفتہ :۔ (اندر جاتے ہوئے) بیٹھئے تو سہی ذرا۔

بلو زیبی : رضوان چچا ہمیں چڑیا گھر لے چلیں گے آپ؟

رضوان :۔ مجھے دیکھو لو بیٹا مجھے۔ اتنی دور کہاں جاؤ گے۔ یار الیاس صبح ہی ٹرین پر مجھے شبہ ہو گیا تھا کہ کوئی آدمی مجھے follow کر رہا ہے

الیاس :۔ اچھا؟

رضوان :۔ جہلم پر میں سگریٹ پینے کے لئے اترا تو وہ بنچ پر سے اٹھا اور میرے پیچھے ہو لیا۔ ذرا سا بھینگا آدمی تھا۔ کہیں جو مل جائے مجھے تو میں فوراً شناخت کر لوں اسکی۔

(شگفتہ کیمرہ لے کر پچھلے دروازے سے آتی ہے)

شگفتہ :۔ لیجئے صاحب

رضوان :۔ ارے یہیں۔ (آنکھیں مل کر) کوئی چٹکی کاٹو مجھے چٹکی۔ یہ تو وہی ہے میرا کیمرہ۔

(بلو چٹکی کاٹتا ہے)

ارے ظالم اتنی زور سے نہیں۔ تو تو ظالم پاؤ بھر بوٹی اتار کر لے گیا۔ بھابی ونڈر فل بھابی ونڈر فل۔ کہاں سے ملا یہ۔

شگفتہ:۔ گلزار نے پکڑا چور کو۔ چوکی پر آپ کو چھوڑ کر لوٹ رہا تھا کہ وہ بھینگا سا آدمی مل گیا۔ اس نے فوراً پہچان لیا، خوب مارا خوب مارا کیمرہ چھین لیا اس سے ——— ——— اس سے

رضوان:۔ زندہ باد زندہ باد ——— ——— گلزار زندہ باد۔ ملازم ہو تو ایسا ہو۔ (جیب سے پانچ روپے نکال کر) گلزار گلزار ——— ———

بلو:۔ وہ تمباکو لینے گیا ہے چچا جان

رضوان:۔ (واپس جیب میں نوٹ ڈال کر) لیجئے بھابی اب بندہ رخصت چاہتا ہے میں ٹکٹ خرید لایا ہوں۔ وہ میرا دوسرا کیمرہ اور .... چھینے۔ ریکھیئے گاڑی جانے ہی والی ہے میری۔ زندگی بچ گئی یار الیاس میں تو پھر سے زندہ ہو گیا۔

بھابی:۔ واہ ہم آپ کو جانے دیں گے اس طرح۔ فوراً ٹکٹ واپس کر کے آیئے۔

رضوان:۔ میں تار بھی بھیج چکا ہوں

بھابی:۔ ایک اور بھی تار دیا جا سکتا ہے آسانی سے۔ تار آتے جاتے ہی رہتے ہیں۔

رضوان:۔ بھابی،

بھابی:۔ تین دن کی رخصت کم از کم، تین دن کی۔ برسوں بعد ملاقات ہوئی ہے ہم اس طرح نہیں جانے دیں گے کبھی بھی۔ گلزار سات کورس کا ڈنر پکا رہا ہے۔ وہ قتل نہ کر دے گا ہم سب کو بغیر مہمان کے۔

رضوان:۔ واہ بھابی واہ ——— ایک دنیا بدلی لیکن تم لوگ نہ بدلے۔ وہی طریقہ ——— وہی محبت ——— وہی خلوص۔ کیمرہ ملنے کی خوشی میں پہلی تصویر آپ سب کی ہوگی the ideal family

چلو بلو زیبی ——— بے جی کے پاس (الیاس کو) چل بے گدھے تو بھی پاس ہو جا بھابی کے پورا Beauty and the beast,

کا قصہ ہے ـــــــ ذرا پرے ہو کر کھڑا ہو - ایسی خوب صورت اور پیاری بھابی کا تو اردلی لگتا ہے پورا ـــــــ ـــــــ

(شگفتہ ہنستی ہے)

فیملی فوٹو میں لائف ہونی چاہیئے - تیری نوکری نہیں چھوٹ گئی مسکرا ـــــــ ـــــــ ـــــــ ذرا زبی منہ چڑاؤ بلو کا ـــــــ ـــــــ ـــــــ ـــــــ ـــــــ بلو چٹیا کھینچو زبی کی - بے جی حقہ نہیں ہے لے لیجئے ذرا ـــــــ ـــــــ ـــــــ تھینک یو ـــــــ ـــــــ ـــــــ ـــــــ

ارے الیاس ایسی بیوی میری ہو تو بتیس دانت باہر رہیں ہر وقت serious مت ہونا اب really good good - smile

(جب وہ کیمرہ کلک کرتا ہے اسی وقت عقب میں گیسی غبارہ پھٹتا ہے شگفتہ اور الیاس کے سوائے سب حیران ہوتے ہیں - رضوان کیمرہ دیکھنے لگتا ہے - شگفتہ اور الیاس ہنستے ہیں - پردہ جلدی گرتا ہے)

منزل منزل

(تین ایکٹ کا ڈرامہ)

بانو قدسیہ

افرادِ تمثیل

صادق

باپ

ماں

نوری

ٹینا

ڈولی

ممّی

ڈیڈی

امجد

نرس

عذرا

میاں جی

خاں

بگا

بشیر

حنیف

رحیم

پہلا ایکٹ

پہلا سین

دیہاتی مکان۔ پھونس کی چھت والا برآمدہ۔ پیچھے دو کمرے برآمدے میں باورچی خانہ اور سامنے کھلی جگہ۔ ایک پرانا درخت سٹیج کے بائیں طرف ہے جس کی ڈالیاں برآمدے کی چھت پر جھک آئی ہیں۔ ستون لکڑیوں کے ہیں۔ ایک ستون کیساتھ لالٹین لٹک رہی ہے درخت کے ساتھ بکری بندھی ہے۔ ایک کمرے کا دروازہ کھلا ہے اور دوسرا دروازہ بند ہے اس طرح سٹیج پر تین راستے کھلتے ہیں۔ ایک راستہ دائیں جانب ہے جو محلے کی سڑک کی طرف کھلتا ہے دوسرا راستہ بکری والے درخت کے ساتھ ہو کر پیچھے کو جاتا ہے اور تیسرا راستہ عین سٹیج کے وسط میں کمرے میں سے ہو کر باہر جاتا ہے۔ کھلے آنگن میں بائیں طرف درخت سے رے کرفٹ لائٹ تک رسی بندھی ہے جس پر کچھ کپڑے خشک ہونے کے لئے ٹانگے گئے ہیں۔ دائیں جانب ایک چارپائی پڑی ہے جس پر صادق کا باپ بیٹھا حقہ پی رہا ہے۔ دو تین مونڈھے بے ترتیبی سے پڑے ہوئے ہیں اور چارپائی کے پاس چرخہ پڑا ہے صادق کا خاندان مہاجر ہے اور ہندوستان کے ایسے دیہاتی علاقے سے آیا ہے جہاں اردو بولی جاتی ہے صادق کی ماں دھوتی پہنتی ہے۔ بال کھینچ کر پیچھے جوڑا باندھتی ہے۔ پیروں میں کھڑاویں ہیں اور ناک میں چھوٹی سی نتھنی ہے۔ باپ کے سر پر نمازی ٹوپی جسم پر ڈھیلا کرتہ اور لنگی پہن رکھی ہے۔ جس وقت پردہ کھلتا ہے صادق کا باپ چارپائی پر بیٹھا حقہ پی رہا ہے۔ ماں بکری کے سامنے گھاس کا پولا ڈال کر پوچھتی ہے)

ماں : صادق ابھی نہیں آیا؟

باپ : کیوں پوچھتی ہے؟

ماں : ماسٹر جی کی طرف چلا جاتا ہے تو پھر گھنٹوں نہیں لوٹتا تو بھی تو اسے کچھ نہیں کہتا ——————

باپ : کہہ کہہ کے تھک گیا۔ اب کہاں تک کہتا چلا جاؤں؟

ماں : پھر بھی ——— کچھ تو ———

باپ : پھر بھی کیا؟

ماں : (ڈرتے ہوئے) اور جو اس نے پھر شہر جانا چاہا تو؟ ———

باپ : تو چلا جائے گا اور کیا؟

ماں : تو نہیں روکے گا اسے تو پھر کون روکے گا؟ جوان پوت ہو اور ہمارا بڑھاپا بے سہارا گزرے تجھے خیال کیوں نہیں آتا؟

باپ : (اٹھتے ہوئے) خیالوں کی باتیں نہ کیا کر مجھ سے۔

ماں : تو پھر صادق کے سوا اور کس کی طرف دیکھیں؟ اور کوئی آس بھی تو نہیں ہماری ———

باپ : آس دل میں نہ ہو تو وقت اچھا گزرتا ہے۔

ماں : اپنی اولاد پر تو حق ہوتا ہے۔ ہوتا ہے کہ نہیں؟

باپ : بھلی لوک کیسا حق اور کیسا ناحق؟ جوان اولاد پر کوئی زور نہیں چلتا۔ لے میں چلتا ہوں کھیتوں پر

ماں : ذرا کمر تو سیدھی کر لے۔ ابھی تو کہہ رہا تھا کمر میں درد ہو رہا ہے۔

باپ : اس عمر میں درد ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ صادق کی ماں۔ جیسے جوانی میں سپنے ساتھ چلتے تھے۔

ماں : اتنا کام مت کیا کرو۔ بڈھی ہڈیاں ہیں گھڑی دو گھڑی آرام بھی کیا کرو دن کے وقت۔

باپ : (دور دیکھتے ہوئے) میرا باپ کہا کرتا تھا سپاہی میدان میں مٹی کا بیٹا کھیت میں اور آرام کرنے والا ہسپتال میں مرا کرتا ہے۔

ماں : پالے کے دن ہیں صدری پہن لے۔ میں ابھی لائی (اندر جاتی ہے جاتے ہوئے) سردی بھی کیا موسم ہے۔ سب کچھ سونا سونا ہو جاتا ہے۔ دھرتی کو ہاتھ لگاؤ تو ٹھنڈ جسم کو چھو کر دیکھو تو برف ———

(ماں چلی جاتی ہے دائیں طرف سے صادق آتا ہے۔ گھسی ہوئی زین کی پتلون اور پرانی سی چیکوں والی قمیص پہن رکھی ہے۔ ہاتھ میں رول کیا ہوا اخبار ہے چہرے پہ بے اطمینانی اور بے صبری لکھی

ہوگئی ہے)

صادق: ابا سلام۔

باپ: جیتا رہ بیٹا۔ خوش رہ۔

صادق: اس وقت کہاں جا رہا ہے ابا؟

باپ: کھیتوں پر۔ اور کہاں جاؤں گا؟

صادق: گھڑی دو گھڑی آرام بھی کر لیا کر دیکھ تو تیرے چہرے پر کیسی......... زردی چھائی ہے

باپ: کمر سیدھی کرنے کو لیٹ جاؤں تو پھر اٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔ تیری لالٹین میں نے صاف کر کے لٹکا دی ہے کیل کے ساتھ۔

صادق: تو نے کیوں تکلیف کی ابا۔ میں خود صاف کر لیتا۔

باپ: (ہنس کر) ارے اس میں تکلیف کا ہے کی صادق! جب تو شام کو لالٹین جلا کر پڑھتا ہے تو تیری ماں کڑھتی ہے۔ کہتی ہے صادق کے ابا اس کو کچھ ہوش ہی نہیں کہ کہاں ہے؟ میں کہتا ہوں بھلی لوک پڑھ رہا ہے ہوے بات کر۔ پھر وہ مجھ سے پوچھتی ہے پڑھائی تو سنا ہے بی آ پاس کرنے تک ہوتی ہے۔ اب یہ کیا پڑھتا رہتا ہے؟ میں کہتا ہوں میں کیا جانوں کیا پڑھتا رہتا ہے۔ تو اسے بتاتا کیوں نہیں کہ تو پڑھتا کیا رہتا ہے؟

صادق: (ہنسکر) وہ سمجھے گی ابا؟ میں اسے کیا سمجھاؤں۔

باپ: (ہنسکر) ہاں سچ وہ سمجھے گی؟

ماں: (اندر سے) کس سے باتیں کر رہے ہو۔ کون ہے آنگن میں؟

باپ: میں جا رہا ہوں صادق کی ماں رہنے دے۔ صدری کی ضرورت نہیں مجھے (آہستہ) صادق ماں کا خیال رکھنا۔ پتہ نہیں کیا بات ہے تیری ماں اب ہنستی نہیں، دکھی سی رہتی ہے ہر وقت

صادق: (آہستہ) ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے ابا۔

ماں: (اندر سے) پتہ نہیں یہ صدری کہاں گئی تمہاری۔ کس سے باتیں کر رہے ہو؟

باپ : (اونچی آواز میں) کسی سے بھی نہیں ہوا چل رہی ہے. پتے بج رہے ہیں. پت جھڑ کی گونج ہے۔

ماں : (اونچی آواز میں) یہ موہدری نہ جانے کہاں کھو گئی؟

باپ : میں نے چادر اوڑھ دی ہے. فکر نہ کرو۔ اچھا اللہ کے حوالے۔ (صادق سے) ماں کو کہنا دو گھڑی لیٹ جائے۔ صبح چڑیوں کے ساتھ اٹھتی ہے۔

صادق: اچھا ابا ——— (گم سم کھڑا ہے۔ باپ جاتا ہے۔ ماں اندر سے نکلتے ہوئے)

ماں : یہ لو موہدری۔ ارے جلا ہی گیا؟ ——— تو کب آیا صادق؟

صادق: تو گیا نہ آتا ماں؟

ماں : کہاں گیا ہے تیرا ابا؟

صادق: ابا؟

ماں : کھیتوں پر گیا ہے۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہل جوتنے۔ گھٹیا کا مریض نلائی کرنے گیا ہے سوکھا ڈھینگر ہری فصل اگانے گیا ہے۔

صادق: وہ تو ہمیشہ کھیتوں پر جاتا ہے اں۔ یہ کونسی نئی بات ہے؟

ماں : یہ بالکل نئی بات ہے بالکل نئی۔ پہلے وہ جوان تھا۔ اس کے جسم میں کس بل تھا اب تیرے جیسا لا ٹھو سا پوت سامنے ہے اور وہ ہل چلا رہا ہے۔ بول اسے اب بھی محنت کرنی چاہیئے بول صادق؟

صادق: محنت تو کامیابی کے ہر نسخے میں پڑتی ہے ماں تجھے کیا پتہ بی اے پاس کرنے کے لئے کتنی محنت کرنی پڑی تھی۔

ماں : کبھی اپنے سے نظر اٹھا کر کسی دوسرے کو بھی دیکھ لیا کر کسی بن میں آگ لگی تھی مور ادھر سے گزر رہا تھا۔ پر کل موہے نے اپنے آپ پر ایسی پیار بھری نظر گاڑی کہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ دونوں پیر جل گئے اس کے۔

صادق : میرے بھی پیر جل جانے دے ماں۔ پھر میں اس کے گھاٹ پر لیٹ رہوں گا تیرے پاس

(بوٹوں سمیت چارپائی پر لیٹ جاتا ہے)

ماں : کل جھیا! ڈھنگ کی بات بھی نہیں کر سکتا۔

صادق: جب مجھے لاہور میں نوکری مل گئی ناں، ماں جونیئر ماڈل سکول میں ـــــ تو پھر ابا کو اتنی محنت نہیں کرنی پڑے گی۔

ماں : (ڈر کر) صادق!

صادق: ہاں۔

ماں : تو پھر شہر جانے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ ہم بڈھوں کو چھوڑ کر۔ جب تو آیا تھا تو تیرے قدموں کی چاپ مجھے اندر جگی میں بتا رہی تھی کہ تو جانے کی بات سوچ رہا ہے۔

صادق: (اٹھ کر) ـــــ تو نے بھی آواز سنی ہے ماں ـــــ کوچ کی آواز۔ یہ میرے تعاقب میں اس طرح رہتی ہے جیسے کڑی دھوپ میں انسان کا سایہ۔ یہ آواز ابھرتی ہے ڈوبتی ہے مدھم ہو جاتی ہے لیکن کبھی ختم نہیں ہوتی۔

ماں : تو کس سے باتیں کر رہا ہے صادق یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟

صادق: میرے اپنے قدموں کی چاپ میرے سینے میں یوں پڑی رہتی ہے جیسے سفید چادر پر بیار بچہ، جب میں سوتا ہوں یہ جاگتی ہے جب میں جاگتا ہوں یہ آنکھیں کھولے میری طرف دیکھنے لگتی ہے میں اس آواز سے بہت ڈرتا ہوں ماں بہت ڈرتا ہوں لیکن یہ مجھے اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے۔ جیسے زرد پتے کو دھرتی اپنی طرف کھینچتی ہے۔

ماں : (گھبرا کر) تجھے کیا ہو گیا ہے صادق؟

صادق: (چلتے ہوئے) اگر مجھے معلوم ہوتا ماں کہ مجھے کیا ہو گیا ہے! تو میں تیرے آنگن میں اس پیڑ کی طرح جم جاتا شام کو گھر جانے والی چڑیاں مجھ پر اپنے گھونسلے بناتیں بچے میرے پتوں سے پیپیئے بناتے۔ لڑکیاں میری شاخوں تلے چرخہ کاتتیں۔ میں دوسروں کا سہارا بن جاتا ماں دوسروں کی خوشی کا باعث بنتا۔ لیکن وہ آواز مجھے کھینچتی ہی رہتی ہے ہر لمحے۔

ماں : کیسی آواز صادق؟ ——— کیسی آواز؟

صادق : سارا قصور ان قدموں کی چاپ کا ہے جو سینہ دھڑ لگا کر میرے دل میں داخل ہو گئی ہے۔ ماں اس میں کسی کا قصور نہیں۔ نہ تمہارا نہ ابا کا نہ میرا (آہستہ) میں زندگی کے گول سوراخ میں چوکور کیل ہوں۔

ماں : نہ جانے تجھے کیا ہو گیا ہے صادق (اندر جاتی ہے جاتے ہوتے) میرے بھاگ ہی ایسے تھے۔ بڑی آس سے تجھے پالا تھا۔ بڑی آس سے پڑھایا تھا تجھے پر ———

(صادق سر پکڑ کر مونڈھے پر بیٹھتا ہے۔ ایک کنکر اس کے کندھے پہ آ کر لگتا ہے اِدھر اُدھر دیکھتا ہے پھر سر کو ہاتھوں میں لے کر بیٹھ جاتا ہے ایک اور کنکر آ کر بوٹ کو لگتا ہے)

صادق : کون ہے؟ کون کنکر مار رہا ہے ادھر؟

ماں : (چھابے میں روٹیاں اور لسّی کا کٹورہ لے کر باہر نکلتی ہے) کون ہے صادق؟ کس سے باتیں کر رہا ہے تو؟

صادق : کوئی کنکر مار رہا ہے اِدھر۔

ماں : پت جھڑ کی رُت ہے ڈالی سے پتہ گرا ہو گا کوئی۔

صادق : کنکر تھا ماں۔ پہلے کندھے پر لگا پھر بوٹ پر۔

ماں : تجھے تو ہر وقت وہم گھیرے رہتے ہیں۔ لے کھانا کھا لے۔

(صادق مونڈھے سے اٹھ کر چارپائی پر لیٹ جاتا ہے)

صادق : ابھی بھوک نہیں ہے ماں۔

ماں : کبھی بھوک ہوتی بھی ہے تجھے۔

صادق : نہ جانے کیا بات ہے بھوک لگتی ہی نہیں۔

ماں : کھیتوں پر جا کر آپی بھوک لگے گی۔

صادق : تجھ سے سو بار کہا ہے میں کھیتی باڑی نہیں کر سکتا۔

ماں : تو پھر پیروں سے بوٹ اتار کر تو لیٹ سکتا ہے چارپائی پر۔ لاکھ بار کہا ہے جس کھاٹ پر کوئی

جوتے سمیت لیٹے اس پر سانپ چڑھ جاتا ہے۔

صادق : (ہنسکر) اسی لئے تو جوتے سمیت لیٹتا ہوں ماں ـــ

(نوری بھاگی ہوئی آتی ہے)

نوری : ماسی۔ ماسی جی! تمہاری گاں اُدھر شاہ جی کے کھوہ کو نسّی جارہی ہے سرپٹ نہ آگا دیکھتی ہے نہ پیچھا۔ لگی جاندی ہے لگی جاندی ہے۔ منہ چک کر۔

ماں : اس چاندنی کو کھولا کس نے میں نے تو خوب کس کر کھونٹے سے باندھی تھی۔

نوری : نسّ کے جا ماسی اوہ تے کھوہ سے وی آگے لنگھ گئی ہونی ہے ـــــــ ایس وقت

ماں : اب ان ٹانگوں میں بھاگنے کی طاقت کہاں بیٹی؟

نوری : میں نے گوجراں کا جیلا لنسایا ہے اس کے پیچھے لگی لگی جا۔ اس سے کیا سنبھلنی اے وچارے نیانے سے

ماں : (دائیں جانب جاتے ہوئے) اب تو ان ہاتھوں میں گیا باندھنے کی بھی سکت نہیں رہی،

نوری : چھیتی جا ماسی چھیتی چھیتی متے گاں کو رسہ گیر پھیڑ کے نہ لے جان۔

(ماں جاتے ہوئے)

ماں : کھانا کھا لینا صادق۔

صادق : اچھا ماں۔

(نوری پنجوں کے بل ہو کر ماسی کو جاتا دیکھتی ہے۔ صادق چارپائی پر بیٹھ کر بے دلی سے کھانا کھاتا ہے)

نوری : (خوشی کے ساتھ) ماسی گئی۔

صادق : (سر اٹھائے بغیر) ہاں گئی۔

نوری : (ہنسکر) اتنے دٹے مارے مڑ کے دیکھیا ای ناں تم نے۔

صادق : اچھا تو تھی کنکر مارنے والی۔ میں بھی سوچتا رہا۔

نوری : وہ تمہاری چندری گاں دی ہم نے ای کھولی تھی کلے سے۔ بڑا تت تت کیا۔ ہلاوے تے چنگی

سکھی ہوئی ہے گلے سے پرے جاندی ای نہیں تمہاری طرحاں۔ خیر ڈنڈا مار کے لشائی ھسم
ننے دی۔

صادق: تم نے گائے کھولی تھی۔

نوری: ہاں۔

صادق: وہ کیوں۔

نوری: ایویں۔ ہماری مرضی۔

صادق: عجب مرضی ہے تمہاری۔

نوری: جیہی راکھی ماسی اپنے منڈے کی کرتی ہے ویسا دھیان تاں بابا چوکیدار نمبراں کے باغ کی وی نہیں
کرتا۔ منٹ کو کھلیاں نہیں ہونے دیتی تمہارے کول۔

صادق: ہوں۔

نوری: اور تھے ماسٹر جی کے پاس گھنٹوں گھنٹی کیوں بہہ رہنا ایں؟

صادق: ماسٹر جی کے پاس؟

نوری: آہو اوس لنگے کے پاس تینوں کی سواد ملتا ہے کیدو کے پاس!

صادق: بڑا پڑھا لکھا آدمی ہے بات کر کے مزہ ملتا ہے۔

نوری: ہور کے ساتھ بات کر کے مزہ نہیں ملتا تینوں،

صادق: (نوری کی طرف دیکھ کر) کیوں پوچھتی ہے؟

نوری: بس ایویں ہماری مرجی۔

صادق: عجب مرضی ہے تمہاری بھی۔

نوری: کیلیاں کیلیاں ٹبرکیاں ماردا جار ہیا ایں۔ دوجیاں کو بھی صلح مارنی چاہی دی ہے۔

صادق: (روٹی بڑھا کر) کھاؤ گی؟

نوری: نہیں میں تے کھا کے آئی آں گھر سے بس اینویں تمیز کی بات بتائی ہے تم کو۔

(اخبار اٹھا کر دیکھتی ہے)

صادق: بڑی تمیزدار سمجھتی ہے اپنے آپ کو؟ ——— ادھر آ ذرا۔

نوری: میں نہیں آسکدی ایس ویلے۔

صادق: کیوں؟

نوری: ہماری مرجی۔

صادق: اخبار ساتھ لا ——— اور پاس آ میرے ——— جلدی۔

(نوری پاس آتی ہے)

صادق: مجھے اخبار دے ذرا۔

(نوری اخبار پکڑاتی ہے)

صادق: (اخبار کھول کر) یہ تصویریں دیکھتی ہے تو۔

نوری: پراں کراہناں نوں،

صادق: جب تو شہر جائے گی تو تیرے بال بھی کٹوا دوں گا اسی طرح۔

نوری: او تھے نائیاں کاکم کریا کریں گا؟

صادق: (اپنی دھن میں) تو کار چلائے گی۔

نوری: رین دے وڈا اڈر لول،

صادق: تو بنگلے میں رہے گی نوکر چاکر تیری خدمت کو ہوں گے۔ سارا دن خوبصورت کپڑے پہن کر لان پر ٹہلا کرے گی۔ آرام کرسیوں میں بیٹھے گی سپرنگ والے پلنگوں پر سوئے گی۔

نوری: سارا کم نوکر چاکر کرن گے۔ ہیں دس دے۔

صادق: ہاں سارا کام رتی رتی۔

نوری: تے فیر میں کی کراں گی۔ سارا دن؟

صادق: آرام عیش ——— کبھی ایک آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بال بنا لئے کبھی دوسرے

آئینے کے سامنے جاکر دوپٹہ ٹھیک کر لیا کبھی ریڈیو سن لیا کبھی فلم دیکھ آئے سن نوری تجھ سے کڑوے تیل اور دیسی صابن کی بو نہیں آئے گی۔ یہ ہاتھ جو آج درخت کی چھال جیسے سخت ہیں ان میں سنبل کی روئی جیسی نرمی پیدا ہو جائے گی تو مٹی کا تودہ نہیں رہے گی۔ آرٹسٹ کا تراشا ہوا ماڈل بن جائے گی۔ لوگ تجھے نورجہاں کہیں گے ——

ملکہ نورجہاں ——

(یہ باتیں سن کر نوری کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ وہ اخبار کے پرزے پرزے کر دیتی ہے)

صادق: ارے رے رے۔ بیوقوف یہ کیا کر رہی ہے میں ماسٹر جی سے ادھار مانگ کر لایا ہوں

نوری۔ نوری سن تو ظالم! کمال ہے سارا اخبار پرزے پرزے کر دیا ——

کیسی احمق لڑکی ہے تو۔

نوری: نہ یہ اخبار آیا کرے۔ نہ ہم غریباں کو ستایا کریئے۔

صادق: جلتی ہے اخبار سے ماں کی طرح۔؟

نوری: اللہ کرے اوہ لوکی غرق جان جہیڑے ایہہ چندرے اخبار چھاپ دے نیں۔

(منہ پر ہاتھ رکھ کر چلتی ہے)

میں تے ایویں آجاندی آں ایس پاسے .... پتہ وی ہنداے رونداں ای گھر جاناں اے فیروی ....

(منہ پر ہاتھ رکھے صادق کے پاس سے گزرتی ہے وہ پیچھے سے اس کی چٹیا پکڑ کر اپنی جانب کھینچتا ہے پردہ گرتا ہے)

پہلا ایکٹ

دوسرا سین

وہی منظر

بکری اب کھونٹے پر موجود نہیں ہے۔ درمیان میں چرخہ بھی نہیں دھرا ہے چارپائی دیوار کے ساتھ لگی کھڑی ہے سٹیج کے وسط میں دو بوریاں گندم کی اور کچھ گھاس کے مٹھے پڑے ہیں۔ جھٹپٹے کا وقت ہے صادق بڑے انہماک سے مونڈھے پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا ہے اور روشنی کی کمی کے باعث حروف کو شناخت کرنے میں اسے بڑی دقت پیش آ رہی ہے باپ اندر سے لالٹین جلا کر باہر نکلتا ہے اس نے کھیس کی بُکل مار رکھی ہے۔ بتی کو ٹھیک کرتا ہے صادق کے پاس آتا ہے۔)

باپ : اندر چل کر بیٹھ جانا صادق ——— ہوا میں کچھ سردی ہے۔

صادق : مجھ سے کچھ کہا ابا؟

باپ : بڑھاپے میں سردیوں کی رات بہت بُری لگتی ہے نہ اندر روشنی رہتی ہے نہ باہر!

صادق : میں خود لالٹین جلا کر لے آتا۔ تم نے کیوں تکلیف کی ابا؟

باپ : (پاس بیٹھ کر) جب تو چھوٹا تھا۔ مجھے بڑا شوق تھا کہ تو پڑھے۔ تو تختی لکھتا تو میں پاس بیٹھا کر دیکھا کرتا۔ بار بار تجھ سے پوچھتا۔ اب کیا لکھا ہے؟ اب الف لکھ رہا ہوں ابا۔ الف۔ اچھا اچھا۔ لکھ لکھ الف ہی لکھ۔ الف سے اللہ اور رسولؐ کا نام شروع ہوتا ہے لکھتا جا بیٹے۔ تو کہتا زیادہ باتیں نہ کر ابا۔ میری لکھائی خراب ہو جائے گی۔

(صادق دراصل باپ کی بات نہیں سُن رہا اور اخبار پڑھنے میں منہمک ہے یک دم سر اٹھا کر پوچھتا ہے)

صادق: کیا ہے ابا۔

باپ: کچھ نہیں کچھ نہیں پڑھتا جا۔ دھیان سے جب تو پڑھتا ہے تو میرا دل آپ سے آپ بولنے لگتا ہے

صادق: میرے ساتھ شہر چلے گا ابا؟

باپ: (ڈر کر) شہر!

صادق: وہاں تیرے گٹھیئے کا علاج کراؤں گا ابا۔ تجھے نظر کی عینک لگوا دوں گا۔ وہاں تو اتنی سردی محسوس نہیں کرے گا۔ تو جوان ہو جائیگا ابا جوان وہاں بڑے بڑے قابل ڈاکٹر ہیں۔

باپ: سچ؟

صادق: ہاں ابا۔

باپ: یہ جوانی کے بھی بڑے دکھ ہیں بیٹا اور وہ بڑھاپے کے دکھوں سے بھی کڑے ہوتے ہیں۔

صادق: زندگی آسمان کی طرف دیکھ کر نہیں کٹے گی ابا۔ مجھے نوکری مل جائے گی تو ——— تو اچھے دن آجائیں گے۔

باپ: (جاتے ہوئے) میں تو چلا جاؤں گا صادق ——— پر وہ تیری ماں نہیں جائے گی اس کے چار جوان بیٹے یہاں دفن ہیں۔ وہ ہر جمعرات کو ان کی قبروں پر چراغ جلانے جاتی ہے وہ نہیں جا سکے گی۔ تیرے ساتھ باقی چار بیٹوں کو چھوڑ کر ———

صادق: تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا ابا کہ میرے ہوتے ہوئے میرے بھائیوں کو یاد نہیں کرے گا۔

باپ: میں کب یاد کر رہا ہوں انہیں۔ میں تو تیری ماں کی بات کر رہا ہوں۔ تو پڑھ آرام سے تیل کم ہو جائے تو بتی اونچی کر لینا میں ذرا کھیتوں پر جا رہا ہوں۔ آج پانی کی باری ہے میری۔

صادق: یہ لالٹین لے جاؤ ابا۔

باپ: نہیں نہیں تو پڑھتا رہ۔ مجھے تو ساری گلیوں کے پتھر زبانی یاد ہیں۔ ان رستوں کی اونچ نیچ سب میرے پاؤں کی داب سے بنی ہے مجھے لالٹین کی کیا ضرورت ہے تیری ماں آئے تو اسے کہنا میری فکر نہ کرے۔ میں سارے کھیت سینچ کر آؤں گا۔ کبھی ہنستی نہیں تیری

ماں صادق نہ جانے اُسے کیا ہو گیا ہے ؟ پہلے ہنسا کرتی تھی تو گالوں میں گڑھے پڑ جاتے تھے دونوں
طرف ۔ اچھا میں چلتا ہوں ۔

صادق : میں بھی ساتھ چلوں ابّا ۔

باپ : نہیں نہیں تو آرام سے بیٹھ کر پڑھ چلا جاؤں گا اکیلا ۔

صادق : میرا کوٹ پہن لیتے ۔

باپ : تیرا کوٹ تجھی پر سجتا ہے بیٹے ۔ میرے لئے یہ چادر ٹھیک ہے ۔ خدا جانے نوری کیوں لے
گئی ساتھ اسے ۔ (جاتے ہوئے) بڑی اچھی لڑکی ہے نوری ۔

(صادق کا باپ چلا جاتا ہے صادق اخبار تہ کر کے مونڈھے پر رکھتا ہے بتی اونچی کرتا ہے
عقب میں قدموں کی آواز پیدا ہوتی ہے ۔ یہ آواز اس قدر اونچی ہو جاتی ہے
کہ سارا ہال اس آواز سے بھر جاتا ہے ۔ یہ آواز ایسے بوٹوں کی آواز جو
پر چل رہے ہوں یہ آواز اونچی ہوتی ہے صادق اس آواز پر کان دھرتا ہے ۔ بائیں طرف سے ماں
ہاتھ میں دیا لے کر آتی ہے)

ماں : صادق ! ——— صادق ! ادھر کیا دیکھ رہا ہے بیٹے ؟
(آواز مدھم ہو کر محض ایک گونج سی رہ جاتی ہے)

صادق : پھر وہی قدموں کی آواز ۔ یہ آواز تجھے سنائی نہیں دیتی ؟ ماں سن تو ۔

ماں : (کان لگا کر)
کدھر ؟ ——— کہاں ؟

صادق : یہ آواز میرے لہو میں گردش کرتی ہے ۔ میری نبض دھڑکتی ہے ۔
(ماں خوف سے لالٹین کی روشنی صادق کے چہرے پر ڈالتی ہے ۔)

صادق : وہ مجھے بلا رہی ہے ۔

ماں : (گھبرا کر) کیسی آواز صادق ؟ ——— کس کی آواز ؟

صادق : ترقی کی آواز ـــــــ سنہرے مستقبل کی آواز ـــــــ شہر کی آواز ـــــــ
(مجاجت سے) تو مجھے شہر بھیج دے ماں یہاں گاؤں میں میرا دل نہیں لگتا مجھے گاؤں اچھا نہیں لگتا۔ میں پارے کی طرح ہر وقت تھرکتا رہتا ہوں۔ ہر وقت خوف اور وسوسوں میں گھرا رہتا ہوں۔

ماں : (دکھ سے) ہمارے لئے تو نے کیا سوچا ہے صادق؟

صادق : تمہارے لئے ماں؟ ـــــــ (خاموشی کے بعد) تم بھی میرے ساتھ شہر چلنا شہر۔ تم اور آبا دونوں۔

ماں : (زہر خند کے ساتھ) چار سال ہم دونوں نے اس آس میں کاٹے کہ ایک دن تو ہمارے پاس لوٹ آئے گا۔ اور اب تو پڑھ لکھ کر سیانا بن کر کوٹ پہن کر ـــــــ تو ہمیں بھی جڑوں سے اکھیڑنا چاہتا ہے ہمارے صبر کا یہی پھل دینا تھا تجھے؟

صادق : (خاموشی سے سر جھکاتا ہے)

ماں : تیرا باپ شہر جاکر کیا کرے گا۔ کس سے بات کرے گا کون اس سے بولے گا۔ ہم جیسوں کو تو جوانی میں بھی ساتھی نہیں ملتے بڑھاپے میں کون سنگی مل جائے گا اسے وہاں؟

صادق : تو اپنی بات کر ماں باپ کی بات رہنے دے۔

ماں : تیرے لئے اس کی باتیں ختم ہوگئی ہیں تو اس کی باتیں رہنے دے لیکن میں اسے کیسے چھوڑ دوں جیتے جی؟

صادق : میری بات ہی نہیں سمجھتی توُ۔

ماں : تیرے باپ کو کھیتوں سے پیار ہے۔ وہ ہریالی دیکھ کر جیتا ہے۔ گائے بچھڑے سے باتیں

کرتا ہے گوبر کھینچتا ہے تمبا کو پیتا ہے۔ تو بڑھاپے میں یہ آسرے چھین لینا چاہتا ہے۔

صادق: (آہستہ) یعنی میرے لئے کوئی اُمید نہیں۔

ماں: جب تیرے نوجوان بھائی نہ رہے تو میں سوچنے لگی اب میں زندہ نہ رہوں گی۔ اگر رہی تو دیوانی ضرور ہو جاؤں گی میں سوچتی تھی اس بھری دنیا میں ان چار قبروں کے سوا اور کچھ نہیں۔ پھر میری نظر تیرے باپ پر پڑتی۔ تو میں ——— ہیں۔ تو نے کبھی اپنے باپ کا چہرہ غور سے دیکھا ہے؟

صادق: دیکھا ہے۔

ماں: اس کے چہرے پر دکھ نے ہل چلا دیئے ہیں۔ اس کی آنکھوں کو اُن آنسوؤں نے گلا دیا ہے جو کبھی اس کے چہرے پر نہیں بہے۔ جب وہ آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور جب وہ کچھ نہیں کہہ سکتا تو اس کے ماتھے پر چار موٹی موٹی سلوٹیں پڑ جاتی ہیں، ایک دوسری کے پاس پاس ——— موٹی موٹی سلوٹیں۔

(صادق سر جھکاتا ہے)

ماں: تو ایسے باپ کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا؟ بول اب بولتا کیوں نہیں؟

صادق: کیا بولوں ماں؟

ماں: تو آگے بڑھ کر اپنے باپ کے ہاتھ سے ہل نہیں لے سکتا، اس کی صدری نہیں پہن سکتا

صادق: میں کھیتی باڑی نہیں کر سکتا ماں اگر تجھے مجھ سے کھیتی باڑی ہی کروانا تھی تو مجھے تعلیم کیوں دلائی تھی؟ ——— مجھے شہر کیوں بھیجا تھا؟

ماں: اس لئے کہ تیرے باپ کو شوق تھا۔ تجھے شوق تھا۔ میں نے تم دونوں کا شوق پورا کر دیا مجھے کیا خبر تھی کہ . . . .

صادق: میں یہ کام نہیں کر سکتا ماں۔ نہیں کر سکتا۔ میں یہ کام نہیں جانتا۔

ماں: اور جس کی ساری عمر ——— جس کے بڑے بزرگوں کی ساری عمر دیہات

میں گزری تو اس بوڑھے درخت کا ٹھنٹھ اٹھا کر شہر سے جانا چاہتا ہے دیوانے۔

(صادق خاموش ہے)

ماں : بیٹا باپ کی لاٹھی ہوتا ہے صادق۔ اس لاٹھی کو دیمک لگ جائے تو جانتا ہے کیا ہوتا ہے؟

صادق : جانتا ہوں ماں۔

(ماں اندر جاتی ہے۔ اندر جاتے ہوئے)

ماں : میرے پاس کون سے پانچ بیٹے ہیں سمجھانے کو کہ ایک نہ مانے گا تو دوسرا مان لے گا کھانا لے آؤں تیرے لئے۔

صادق : بھوک نہیں ہے ماں!

ماں : (واپس لوٹ کر) پھر بھوک نہیں ہے؟

(صادق اخبار کھولتا ہے۔ لمحہ بھر توقف)

صادق : آج کے اخبار میں ایک اشتہار ہے۔

ماں : کیا اشتہار؟

صادق : نوکری کا۔ ایک سکول میں ڈرائنگ ماسٹر کی ضرورت ہے۔ بی۔ اے کی ڈگری ضروری ہے اور ——————

ماں : کیا کرے گا تو وہاں اسکول میں؟

صادق : بچوں کو ڈرائنگ سکھاؤں گا۔ انہیں مورتیں بنانی سکھاؤں گا۔

ماں : میری ماں کہا کرتی تھی۔ مردوں کی سوچ سیلابی پانیوں کی سی ہوتی ہے۔ سب کچھ بہہ جاتا ہے اس کے آگے کیا گھاس پھوس کیا جھگی کیا ڈھور ڈنگر!

(صادق آگے بڑھ کر ماں کو کندھوں سے پکڑتا ہے)

صادق : دیکھو ماں ایک سمجھوتہ کر لے میرے ساتھ۔

(ماں خاموش ہے لیکن نگاہیں گھما کر جیسے پوچھتی ہے بول کیا کہتا ہے؟)

صادق: میں ـــــــ میں اس نوکری کے لئے درخواست بھیج دیتا ہوں اگر منظوری
آگئی تو میں شہر کا ـــــــ اور جو منظوری نہ آئی تو ـــــــ میں تمہارا۔

ماں: (خوفزدہ ہوکر) اپنے وعدے پر قائم رہے گا تو؟

صادق: (ماں کی مانگ چوم کر) پہلے خود ہی میرا نام صادق رکھ دیا۔ اور خود ہی مجھ سے پوچھ رہی ہے
کہ اپنے وعدہ پر قائم رہے گا تو؟

ماں: اور کہیں جو منظوری آگئی تو؟

صادق: اور کہیں جو منظوری نہ آئی تو ماں ـــــــ ذرا سوچ تو؟

ماں: ہونی ٹلا نہیں کرتی۔ جو تیرے جی میں آئے کر ـــــــ کھانا لاؤں تیرے لئے؟

صادق: ہاں لے آ ماں۔

ماں: (جاتے ہوئے) چاندنی کو جانے کیا ہو گیا ہے۔ گھاس دانے کو چاہت سے نہیں کھاتی
ذرا صبح ڈنگر ڈاکٹر کے پاس لے جانا۔
(اندر پچھلی طرف جاتی ہے جاتے ہوئے) اور کہیں جو منظوری آگئی تو۔؟

(صادق قلم کاغذ لے کر بتی اونچی کرتا ہے۔ خط لکھنے کے لئے بیٹھتا ہے اتنی دیر اندر سے
آواز آتی ہے)

ماں: چاندنی کی ماں نے اسطرح گھاس دانا کھانا چھوڑ دیا تھا۔ تیرا باپ کھیتوں پر گیا ہے صادق۔

صادق: ہوں۔

(نوری آتی ہے۔ ہاتھ میں چھابہ ہے۔ اس میں تازہ گڑ کی بھیلیاں ہیں)

نوری: (طمطراق سے) سلاواں لیکم!

صادق: (سر اٹھائے بغیر) وعلیکم السلام نورجہاں بیگم۔

نوری: ماسی کدھر کو گئی ہے۔

صادق: اندر گئی ہے۔

ماں : (اندر سے) کس سے باتیں کر رہا ہے تو؟

صادق: کسی سے بھی نہیں ماں۔ تو کھانا لے آ جلدی سے۔

نوری: کیا لکھ رہتے او ———— ؟

صادق: خط ———— بہت ضروری خط ———— درخواست ہے۔

نوری: پٹواری کے ناں کہ تحصیل دار کے ناں؟

صادق: نوکری نکلی ہے ایک لاہور میں ڈرائنگ ماسٹر کی۔ یہ دیکھو یہ ———— (اخبار دکھاتا ہے) ایک عدد ڈرائنگ ماسٹر کی ضرورت ہے جو ماڈل سکول کے بچوں کو ڈرائنگ سکھا سکے۔

نوری: ایدر دکھا اخبار ہم نوں۔

(صادق اخبار پکڑاتا ہے)

نوری: کیسیاں چنگریاں گلاں چھاپ دیتے ہیں۔ یہ اخبار والے دی۔

صادق: میں درخواست لکھ رہا ہوں دیکھ چپ کر کے بیٹھ جا۔ باتیں نہ کر زیادہ۔

نوری: لگی جا ہم نوں کی لوڑ، لے بولنے کی۔

(صادق لکھتا ہے نوری اخبار پرزے پرزے کر کے پھینکتی ہے صادق نظر اٹھا کر دیکھتا ہے)

صادق: کیا کر رہی ہے نوری! میں ماسٹر صاحب سے مانگ کر لایا ہوں تو نے پھر پرزے پرزے کر دیا۔ عجب احمق لڑکی ہے تو بھی۔

(چٹیا پکڑ کر) بتا کیوں پھاڑا تو نے اخبار؟

نوری: ہماری مرضی! جب بھی چاہاں گے پھاڑاں گے ———— ہاں!

صادق: (چٹیا چھوڑ کر) بڑی جاہل ہے تو۔

(بیٹھ کر پھر پڑھنے میں مشغول ہو جاتا ہے)

نوری: وے صادق!

صادق: کیلہے؟

نوری: کیا سچی شہر کو ٹر جائیں گا؟

صادق: اور کیا؟ یہاں دل نہیں لگتا اپنا۔

نوری: اوتھے دل لگ جائے گا تیرا؟

صادق: شہر تو نور کا دریا ہے نوری وہاں دل لگانے کے بڑے دھندے ہیں۔ وہاں ہر سال ہمارے سال سے چھوٹا ہے۔ وہاں عمر یوں گزرتی ہے یوں۔

(چٹکی بجاکر)

نوری: (چٹکی بجاکر) توکیوں ایس طرحاں عمر لنگھانا چاہنا ایں؟ ہیں؟

صادق: کیونکہ مجھ پر میری عمر کا بوجھ بہت زیادہ ہے۔ سمجھی؟ ——— کام کرنے دے اب مجھے۔

(نوری چارپائی پر بیٹھ کر رونے لگتی ہے صادق خط لفافے میں ڈال کر لفافے کو لب لگاتا ہے)

لے میں خط بمبے میں ڈال کر ابھی آیا۔ تو بھاگ نہ جائیو یہاں سے۔

نوری: ہم کو کوئی چٹی نہیں پڑی ہوئی ایتھے بیٹھنے کی۔

صادق: (پاس آکر) میری راہ بھی نہیں دیکھے گی۔؟

(نوری اثبات میں سر ہلاتی ہے)

صادق: واپس گھر تک چھوڑ آؤں گا تجھے۔

نوری: نہ جی توں رین دے اپنیاں مہربانیاں۔ جا چھیتی خط ڈال آ کتے لال ڈبہ نہ نس جاوے مدرسے والا۔

(صادق ہنستا ہوا جاتا ہے)

(نوری روتی ہے اندر سے ماں روٹی لے کر آتی ہے)

ماں: (آتے ہوئے) صادق دیکھ لے اپنے کھیت کے شلغم ہیں گاجر سے بھی میٹھے صادق کہاں

ہے نوری۔

نوری : چھٹی ڈالنے گیا اسے مدرسے۔

ماں : اِدھر آ میرے پاس تو کیوں آئی ہے اس وقت؟

نوری : چاچا لوتاں گڑلے کر آیا سی۔ میں تمہارے لئی لیائی ساں۔

ماں : اِدھر آ میرے پاس

(نوری پاس آتی ہے)

ماں : پھر صادق نے جھگڑا کیا ہے تجھ سے؟

(نوری کے جھل جھل آنسو برستے ہیں)

ماں : تو اس کی باتوں کا بُرا نہ مان جایا کر۔ اوپر سے کڑوا ہے دل کا بُرا نہیں۔ اندر سے نئے گڑ کی طرح میٹھا ہے (اپنے پلے سے اس کے آنسو پونچھتی ہے) ابھی آئے گا تو اس کی خبر لوں گی۔ لے اب آنسو نہ گرے کوئی ہاں۔

نوری : لکھ سمجھاتی ہوں اپنے آپ کو ماسی پر۔

ماں : دراصل تو اس کی بات نہیں سمجھتی۔

نوری : بڑی کوشش کرتی ہاں سمجھن کی ماسی۔ پر چندری تمہاری زبان میں ہمیشہ بھلیکھا ہی پڑ جاتا ہے۔

ماں : بھلیکھا ہی اچھا ہے بیٹی بڑے بڑے دکھوں سے جان بچ جاتی ہے بڑے بڑے روگ کٹ جاتے ہیں اس سے۔ لے اب بھاگ جا تجھے دیر ہو رہی ہے۔

نوری : اچھا ماسی سلاں والیکم۔

ماں : میں ساتھ چلوں تیرے۔

نوری : نیئں میں ڈبو کر ساتھ لیائی تھی اپنے باہر بٹھیا ہویا اسے گاں کے پاس۔

(نوری جانے کے لئے بڑھتی ہے باپ داخل ہوتا ہے اس کے سر پہ پٹی بندھی ہے

اور ہاتھ میں ڈنڈا ہے)

ماں : کیا ہوا ——— تمہیں کیا ہو گیا! یہ چوٹ کیسے لگی۔ صادق کے آبا سر پر پٹی کیوں باندھی ہے؟

باپ : (آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے) گر گیا راستے میں۔

(نوری بھاگ کر چارپائی کھسکا لاتی ہے)

نوری : ایدھر منجی پر لیٹ جا ——— تے سٹ کنویں وچ گئی تیرے۔ آپ کے۔

باپ : گڈھا تھا راہ میں ایک ——— نظر نہیں آیا۔

(صادق آکر دروازے میں رکتا ہے)

ماں : (سہارا دے کر لٹاتے ہوئے) لالٹین لے کر کیوں نہ گئے۔ سو دفعہ کہا ہے اندھیرے میں بنا بتی کے باہر نہ جایا کر ——— زیادہ چوٹ تو نہیں آئی۔

باپ : گھر میں ایک ہی تو لالٹین ہے۔ صادق پڑھ رہا تھا۔ ایسی کوئی خاص چوٹ نہیں بڑھاپے میں ذرا سی چوٹ بھی گھاؤ بن جاتی ہے۔

نوری : ماسی دودھ لیا داں گھی ڈال کے۔

ماسی : ہاں شاباش اندر رکھا ہے دودھ آنچ پر۔

(نوری بھاگ کے اندر جاتی ہے)

باپ : گر گیا ہوتا ہمیشہ کے لئے تو کتنا اچھا ہوتا۔

ماں : (پیر دباتے ہوئے) کیسی باتیں کرتے ہو۔؟

باپ : اب نہ باہنوں میں بل رہا ہے۔ بھلی لوک۔ نہ آنکھوں میں جوت باقی رہی ہے اندھا بوڑھا بیل کیا کھیتی باڑی کرے گا۔

ماں : پٹی کس تے باندھی؟

باپ : ماسٹر جی کہیں آرہے تھے وہاں انہوں نے مرہم پٹی کر دی بھلا آدمی ہے بیچارہ

ماں : اس وقت کیا ضروری تھا کھیتوں پر جانا۔

باپ : پانی کی باری ہے آج نہ جاتا تو کب جاتا۔

ماں : (آہ بھر کر) جو کہیں صادق اس جوگا ہوتا تو کاہے کا گھاٹا تھا۔

(صادق بوجھل قدموں سے آگے بڑھتا ہے)

صادق : کیا بات ہے ابا؟ چوٹ کیسے لگی؟

باپ : کچھ نہیں یار گڈھے میں پاؤں پڑ گیا ذرا اوچھا اور ——————

صادق : مجھے جھگی کی چابی تو دے ابا۔

(صدری میں سے چابی نکال کر) کیوں مانگتا ہے؟

صادق : کدال اور کسی وہیں ہے نا جھگی میں

(نوری گلاس لے کر آتی ہے)

باپ : کیوں کیا بات ہے؟

صادق : میں کھیتوں کو پانی دینے جا رہوں ابا

ماں / باپ : تو ——— تو صادق؟

صادق : کیوں کیا میں پانی نہیں لگا سکتا کھیتوں کو؟

(صادق جاتا ہے۔ ماں یکدم ہنسنے لگتی ہے)

نوری : ماسی! ماسی ہوش کر دماسی! ماسی جی ایدھر دیکھو ماسی۔ ماسی ہوش کر

ماں : کسان کا بیٹا کھیت پر گیا ہے اور تو مجھے ہنسنے سے روکتی ہے (قہقہہ) میرا صادق پانی لگانے گیا ہے۔ اور تو مجھے ہنسنے سے روکتی ہے کیسی پگلی ہے تو۔

(ماں دیوانوں کی طرح ہنستی ہے پردہ گرتا ہے)

پہلا ایکٹ

تیسرا سین

(وہی منظر
باپ حقے کے کش لگا رہا ہے۔ پٹی کھل چکی ہے۔ صرف ماتھے پر لال دوائی اور زخم کا نشان ہے باپ مونڈھے پر اس ستون سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے جس سے لالٹین ٹنگی ہے۔ ماں بائیں جانب سے آتی ہے ہاتھوں میں بھٹلی ہے جس میں وہ کپڑے دھو کر لائی ہے۔ انہیں آنگن کی تار پہ ڈالتی ہے)

باپ : ابھی تک نہیں آیا۔

ماں : آجائے گا آجائے گا۔

باپ : میں اسے جا کرے نہ آؤں۔

ماں : ہاں ہاں لے آؤ لے آؤ جا کر اور ٹوکری میں روئی ڈال کر بٹھا رکھو اپنے پاس

باپ : بھلی لوک! اب تو عصر کی اذان بھی ہو گئی کب کی۔

ماں : جوان آدمی ہے کرنے دے کام مٹی میں مل کر ہی پنڈا کندن ہو جاتا ہے کسان کا

باپ : کھیتوں پر اس کا دل نہیں لگتا۔

ماں : اور دل کس طرح لگا کرتا ہے۔ جو زمین برسوں سے بنجر پڑی تھی اس میں بھی ہل چلا دیا اس نے۔ بیج بو دیا اور کس طرح دل لگے گا؟

باپ : اسی لئے تو میں کہتا ہوں اس کا دل نہیں لگتا زمینوں پر۔

ماں : (رُک کر) کیسی باتیں کرتے ہو۔

باپ : میں جانتا ہوں وہ زمین میں ہل نہیں چلاتا۔ اپنا من مارتا ہے ہل چلا چلا کر دھرتی کے سینے پر سارا غصہ نکالتا ہے اپنا۔

ماں : تم بھی نرالے ہو۔ پہلے کہتے تھے کھیت پر نہیں جاتا اب جانے لگا ہے تو کہتے ہو کھیتوں پر اس کا دل نہیں لگتا۔

باپ : حضرت یعقوب کو اللہ نے بہت اولاد دی تھی بھلی لوک پر ان کے من میں یوسف ہی بسا تھا ہر گھڑی۔

ماں : اپنا صادق بھی تو یوسف ہے سارے گھرانے میں اس جیسا کوئی اور تو نکال کر دکھائی آ پاس لڑکا تیری کھیتی باڑی پر لگا دیا ہم نے۔ پھر کہو ہو قربانی نہیں دی ہم نے۔

(باپ سٹیج کے وسط میں آتا ہے اور جیسے اپنے آپ سے کہتا ہے)

باپ : جب میں صادق کی عمر کا تھا تو میں بھیڑیں چرایا کرتا تھا صادق کی ماں میرے بابا کے پاس بھیڑوں کا بہت بڑا گلہ تھا۔ ہم بھیڑوں کی پشم بیچنے شہر جایا کرتے تھے بابا اور میں۔

ماں : (پاس آکر) تو پچھلی باتیں نہ کرا کر ——— وقت بے وقت۔

باپ : (ہنس کر) وہ کیوں۔

ماں : جب تو پچھلے دنوں کی باتیں کرتا ہے تو تیرا من خوش نہیں ہوتا۔

باپ : جس کا جوان پوت کھیتوں میں ہل جوتے کھیتی باڑی کرے۔ وہ خوش نہ ہو کیسی باتیں

کرتی ہے تو؟

ماں : دودھ لاؤں تیرے لئے؟

باپ : بھیڑوں کو ہنکا کر جب میں گاؤں سے دور لے جاتا صادق کی ماں تو میں اپنی جیب سے بنسری نکال کر بجایا کرتا تھا۔ اس بانسری میں بہت پیارے سُر بھرے تھے۔ آپ ہی بولتی تھی۔

ماں : (مسکرا کر) تم بنسری بجایا کرتے تھے تم نے کبھی بتایا ہی نہیں مجھے۔

باپ : میں اور میری بھیڑیں اس بنسری سے بہت پیار کرتے تھے۔ لیکن ایک دن پہاڑی پر آبا آگیا۔ میں اس وقت پتھر پہ بیٹھا تھا۔ اور میرے ہاتھ میں بنسری تھی۔ آبا کو میں نے آتے نہیں دیکھا۔ بس وہ اچانک آگیا بالکل اچانک!

ماں : پھر؟

باپ : بابا نے مجھ سے کہا کیوں بے بنسری کہاں سے لی تو نے؟ میں نے کہا بابا اس بار جب ہم شہر بھیڑوں کی پشم بیچنے گئے تھے تو ——— تو میں خرید لایا تھا اسے۔ بابا بڑا دیانتدار تھا اس نے کڑک کر پوچھا۔ اور پیسے کہاں سے لئے تو نے؟ میں نے آہستہ سے جواب دیا تیرے کھیسے میں سے لئے تھے پیسے۔

ماں : چوری کئے تھے پیسے۔

باپ : بابا بھی اسے چوری سمجھتا تھا۔ اس نے بنسری میرے ہاتھ سے لی اور گھٹنے پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دی۔ بڑا ایمان دار آدمی تھا بابا۔ ساری عمر کسی کی ایک دمڑی نہیں ماری۔

(دروازے پر آف سٹیج دستک)

باپ : جا دیکھ تو سہی کون ہے؟

ماں : (جاتے ہوئے) اس وقت پتہ نہیں کون آگیا ہماری چوکھٹ پر۔

باپ : گونگی ہوگی اور کون ہوگا؟ (اپنے آپ سے) اسے بھی جب کسی اور جگہ سے کچھ نہیں

ملتا تو آکر ہمارا کواڑ کھڑ کانے لگتی ہے بیچاری پتہ نہیں ہمیں کیا سمجھے بیٹھی ہے۔

ماں : (واپس آکر) بشیرا تھا۔

باپ : کون؟

ماں : علمو کا لڑکا بشیرا ـــــــــ

باپ : کیا کہنے آیا تھا؟

ماں : (دور سے) یہ خط بھیجے ہیں ماسٹر جی نے۔

باپ : خط کیسے خط؟

ماں : صادق کے ہیں۔

باپ : ذرا دکھا تو کس کے خط ہیں۔

ماں : (جھولی میں ڈال کر چھپاتے ہوئے) نہ جی وہ ناراض ہوتا ہے مجھ سے کہتا ہے۔ تم لوگوں کو اتنی تمیز نہیں کہ خط نہ کھولا کرو کسی کے۔

باپ : ہم کونسا پڑھ لیں گے؟ بس دیکھنا ہی ہے ذرا کی ذرا ـــــــــ

ماں : جب خط پڑھ نہیں سکتا تو کھولنے سے کیا فائدہ؟

باپ : تو مجھے دکھا تو دے اس کا خط ـــــــــ

(لمبا سرکاری لفافہ پکڑاتے ہوئے)

ماں : لے ـــــــــ پر کھولنا نہیں۔

باپ : (خط کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے) کھول کر دیکھ لیتا ہوں تو خفا ہو جاتا ہے ـــــــــ میں تو اس لئے خط دیکھتا ہوں صادق کی ماں کہ ایسے خط اسے مجھ سے دور لے جاتے ہیں۔ پہلے بھی ایسا ہی خط آیا تھا لمبا سا خاکی ـــــــــ جب وہ شہر چلا گیا تھا پڑھنے ـــــــــ (خط کھولنے کی کوشش کرتا ہے)

ماں : (جلدی سے خط چھین کر) لاؤ مجھے دو تم اسے کھولنے لگے۔

باپ : اب تک تو اسے آجانا چاہیئے تھا۔

ماں : کام بیچ میں چھوڑ کر آجایا کرے ؟

باپ : میں ذرا دیکھ نہ آؤں اُسے ؟

ماں : پھر ٹانگ میں درد ہونے لگا تو ؟

باپ : نہیں ہوتا درد۔ بس موڑ تک جاؤں گا۔ وہاں سے دور تک راستہ نظر آتا ہے۔

ماں : جاؤ جاؤ (ہنس کر) کوئی میرے کہنے سے رک تھوڑی جاؤ گے۔

(باپ چلا جاتا ہے ماں خالی بٹلی لے کر بائیں طرف درخت کی جانب ہو کر مکان کے پچھواڑے چلی جاتی ہے چند لمحے سٹیج خالی رہتا ہے پھر صادق دائیں طرف سے داخل ہوتا ہے چارخانے کی تہمد اور صدری پہنے ہوئے ہے بال سرمٹی میں سنے ہوئے ہیں۔ پریشان حال داخل ہوتا ہے۔ ہاتھ میں بیلچہ اور کسی ہے پانی کی بالٹی کے پاس دونوں چیزیں رکھ کر پانی کے چھپاکے مار رہا ہے۔ اس وقت نوری آتی ہے)

نوری : واہ جی واہ وچ میں ای دھوئے جاتے ہو۔ لوٹے میں پانی پا کے دھو دو۔

صادق : تو کب آئی مجھے تمیز سکھلانے والی ؟

نوری : ہُنہے۔

صادق : ماں کہاں ہے ؟

نوری : مساں مساں اس کو کھوکھراں کے حاطے تک بھیجیا ہے میں نے۔

صادق : کیا مطلب ؟

نوری : مطلب ایہہ پئی ماسی اپنے منڈے کی راکھی ساڈے ڈبو سے بھی وودھ کرتی ہے منٹ بھر کو کیلیاں نہیں ہونے دیتی بھرماں کی ماری۔ میں نے ماسی سے پچھیا۔ ماسی گھر میں کون کون ہے۔ بولی کوئی نہیں ہے گھر میں۔ میں تبھوں آتے دیکھ لیا سی۔ میں نے کہا ماسی تم ایدھر ای رہیں۔ میں گاں کی جچڑیاں کی دوا لیائی آں اپنے گھر تے۔

صادق : (چٹیا کھینچ کر) بڑی مکار ہے تو؟

نوری : اک تو بدھو ہے ہمارے پنڈ میں دواں کی کیا لوڑ اے ۔ چھڈ میری گت۔

صادق : اور جو نہ چھوڑوں تو ———— ؟

نوری : نہ چھڈ ماسی تو بنے آئی کھڑی سمجھ میں ساری گل دساں گی اوس کو۔

صادق : (چٹیا چھوڑ کر) یہ تو اپنی ماسی کو یہ گل کیوں بتا دیتی ہے ۔

نوری : ماسی جو ہوئی ہماری۔

صادق : اور ماسی کا بیٹا ———— وہ ؟

نوری : ماسی کا پت ———— میسر !

صادق : چل دفع ہو ۔

نوری : (ہاتھ ہلا کر) چنگا رب راکھا ۔

صادق : اِدھر آ میرے پاس ۔

نوری : (وہیں سے) کی اے ؟

صادق : اور پاس آ۔

نوری : (آکر) لے ۔

صادق : اور پاس ۔

نوری : تیرا جدم اے میں ڈر جاواں گی تمہارے سے ۔

صادق : (نوری کا ہاتھ پکڑ کر) بڑی جلدی ر دیٹھ جاتی ہے تو ———— ماں کی طرح ———— (ایک دم اس کی نظر انگوٹھی پر جاتی ہے) یہ انگوٹھی کس نے پہنائی تجھے؟ بول ———— کس نے دی ہے یہ انگوٹھی۔ بولتی کیوں نہیں بول؟ ———— ———— بتا کس نے دی ہے انگوٹھی۔

(غصے سے چٹیا پکڑتا ہے)

نوری: پلوا چھڈی اے پوان والیاں نے ———— تینوں کی چھڈ میری گُٹ۔
صادق: اگر تجھے کچھ بھی کسی کا خیال ہوتا تو یہ انگوٹھی کبھی نہ پہنتی۔
(چٹیا جھٹکے کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے)
نوری: بے بے ناراج ہندی پئی صادق! چاچا دکھ ہم کو گلاں بناتا تھا
صادق: چلو یہ بھی اچھا ہی کیا تو نے نوری ———— اچھا ہی کیا۔
نوری: کیا مطلب اے تیرا۔؟
صادق: میرا مطلب چھوڑ اُن کی سُنا کہاں کے لوگ ہیں۔ کیسے ہیں؟ کس برادری کے ہیں
نوری: (چارپائی پر بیٹھ کر ٹانگیں ہلاتے ہوئے) چک جھیروال کے چوہدری کا پتر ہے
صادق: بہت اچھا کام کیا تو نے جو ماں باپ کا کہا مانا۔ ماں باپ کا کہا مان کر ہمیشہ سکھ ملتا ہے۔
بڑا درجہ ملتا ہے (ہنستا ہے) میری طرف دیکھ میں بھی ماں باپ کا کہا مان کر مٹی میں مٹی
ہو رہا ہوں۔ دیکھ تو ان دنوں میں کس قدر خوش ہوں ———— کیسا سکھی ہوں تو نے
بہت اچھا کیا نوری (قہقہہ) بہت ہی اچھا کیا (نوری بھاگ کر پاس آتی ہے)
نوری: صادق! وے صادق! ———— اڑیا صادقا وے سُن تاں سئی
صادق: (ایک دم رُک کر) کیا بات ہے؟
نوری: اڑیا انج نہ ہس ہم نوں ڈر لگدا اے۔
صادق: (مسکرا کر) چوہدری کے بیٹے کی انگوٹھی ہاتھ میں ہے اور اب بھی تجھے ڈر لگتا ہے۔
نوری: تو وی تو ہم کو نہ نہ چھیڑ صادق۔ ہم تے اگے ای اوکھا دیلا پڑیا ہویا اے۔
صادق: (نوری کو جھنجھوڑتے ہوئے) انگوٹھی پہن لی اور اب بھی مشکل وقت ہے تجھ پر ————
کاش تجھ سی ریاکار عورتیں جنم لیتے ہی مر جایا کریں۔ (اپنا چہرہ ہاتھوں میں لے کر) اب
میرا یہاں رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ تو نے میرے سلگتے ہوئے بدن کو اپنی اوڑھنی سے دھکا
کر مجھے خاک سیاہ کر دیا ہے ———— نوری تو نے میرا یہاں رہنا مشکل کر دیا ہے۔

نوری : کی کہہ دیا ایں ؟

صادق : بہت مشکل کر دیا تو نے یہاں رہنا میرا۔

نوری : (صادق کو کندھوں سے پکڑ کر) گل سُن ——— میرے نال ول فریب دی گل نہ کریں
تینوں بُری لگی اے ایہہ انگوٹھی ——— دس ناں ؟

صادق : انگوٹھی تو اچھی ہے پر لانے والے بُرے ہیں بہت بُرے۔

نوری : (انگوٹھی پلے سے باندھتے ہوئے) لے بھئیر بس بے بے نوں موڑ دواں گی۔ ایسے دا ایڈا
پکھنڈ سی ناں بنایا ہویا۔ اوس وچارے نوں کج نہ کہیو ماں مڑ ہیگا وچارہ۔

صادق : کیا۔

نوری : ماں نہیں ہے گی وچارے دی سمجھیا ؟ ——— ماں مڑ

(ماں دور سے آواز دیتی ہے)

ماں : نوری نوری ——— شاباش ہے لڑکی اچھی گئی دوا لینے۔

نوری : ایدھر مجھ کو صادق ٹکر گیا سی تے میں ایس کے ساتھ گلاں کرن لگ پئی۔

ماں : اور تو کب آیا صادق ؟

صادق : بس ماں چلا ہی آ رہا ہوں۔ دراصل آج جھیر ووال سے ایک آوارہ کتا آیا تھا
ہمارے گاؤں میں۔

(نوری کھی کھی کر کے ہنستی ہے)

ماں : جھیر ووال سے آوارہ کتا ؟

صادق : میں نے اسے ایسا مارا ——— ایسا مارا ماں کہ دم دبا کر بھاگا اپنے گاؤں کی طرف

ماں : (نہ سمجھتے ہوئے) دفع کر بیٹے آوارہ کتوں کے پیچھے .... جو کہیں ———

صادق : وہ سمجھا ماں کہ اس گاؤں والوں کے پاس نہ لاٹھی ہے نہ کلہاڑی نہ بندوق نہ تلوار۔

نوری : ہائے ہائے

صادق : جہاں سے وہ دم دبا کر بھاگا ناں ماں وہاں یہ انگوٹھی رہ گئی۔ (نوری کے پلے سے کھول کر)
یہ دیکھ کیسے نگینے جڑے ہیں اس میں۔

ماں : یہ انگوٹھی ——— وہ کتا چھوڑ گیا ہے صادق ؟

(صادق خاموش ہے)

نوری : ہن بول وی کجھ۔

صادق : ہاں ماں اس کتے کے پٹے سے بندھی تھی یہ انگوٹھی۔

ماں : تجھے کیسے پتہ ہے کہ وہ کتا جھیر ووال ہی کا تھا۔

صادق : سارے کتے اسی گاؤں میں رہتے ہیں ماں۔

(نوری ہنستی ہے)

ماں : واہ ———! اپنے گاؤں کے کتے مر گئے ہیں کیا ؟

صادق : ہاں یوں تو اپنے گاؤں میں بھی کم کتے نہیں پر ان کے پٹے موتی جڑے نہیں ہیں۔

(ماں پلے میں سے خط نکال کر دیتی ہے)

ماں : یہ تیرے خط آئے ہیں صادق۔

صادق : دکھا ماں۔

ماں : تیرا ابا کھولنے لگا تھا خط۔ میں نے کہا رہنے دے صادق ناراض ہوتا ہے۔

صادق : اچھا کیا تو نے۔

(نوری پلنگ پر بیٹھ کر ٹانگیں جھلاتی ہے)

(خط اور رسالہ لے کر مونڈھے پر بیٹھ جاتا ہے۔ خط پڑھتا ہے چہرہ متذبذب ہو جاتا ہے)

ماں : ادھر آ نوری

نوری : کیا ہے ماسی

ماں : یہ انگوٹھی پہن لے بیٹی۔

نوری : ناں ماسی

ماں : کیوں ؟

نوری : بس ایویں ماسی ؟

ماں : پہن لے بیٹی۔

نوری : نہ جی ! بے بے نے پچھنا اے ۔

ماں : تو اس سے کہنا میں نے دی ہے میں نے پہنائی ہے ——— کیا بات ہے صادق

صادق : کچھ نہیں ماں۔

ماں : کس کا خط ہے

صادق : شہر کا خط ہے ماں

ماں : کس کا ؟

صادق : کسی کا نہیں ماں۔بس ایسے ہی بت -ابّا کہاں گیا ہے ؟

ماں : تجھے لینے گیا ہے کھیتوں پہ

صادق : (رسالہ کھول کر ورق گردانی کرتا ہے) تو نے اسے جانے کیوں دیا۔

ماں : میں نے بہتیرا کہا کہ آپ ہی آجائے گا بچہ تھوڑی ہے پر وہ مانا ہی نہیں ۔ کہنے لگا موٹر تک اسے دیکھ آتا ہوں آگے نہیں جاؤں گا ۔

صادق : تو بلا لا اسے ۔ مجھے کچھ پوچھنا ہے اس سے !

ماں : کیا پوچھنا ہے تجھے اس سے

(صادق سوچ میں ڈوبا ہوا ہے جواب نہیں دیتا)

ماں : کیا سوچ رہا ہے صادق ؟

صادق : تو اسے بلا لا ماں ۔ کہیں وہ دور نہ نکل جائے کھیتوں کی طرف ۔

ماں : اچھی بات ہے ۔

(ماں جاتی ہے)

نوری : توں ماسی نوں کی کہیا اے۔

صادق : کچھ نہیں

نوری : تے فیر اس دا منہ کیوں ہلدی وانگوں پیلا ہو گیا اے۔

صادق : (خط نوری کی طرف بڑھاتے ہوئے) یہ خط آیا ہے۔

نوری : کدھر سے ؟

صادق : شہر سے۔

نوری : کی لکھیا اے وچ —

صادق : مجھے نوکری مل گئی ہے ڈرائنگ ماسٹر کی ——— ماں شرط ہار گئی ہے۔

نوری : نوکری : توں کی کرنی اے نوکری۔ دب کے واہ تے رج کے کھا۔ اسیں تنیں کرن دینی نوکری شوکری

صادق : (پاس آکر) تو میرے ساتھ شہر چلے گی ؟ میں تجھے اتنی ساری انگوٹھیاں بنوا دوں گا۔

نوری : (لاڈ کے ساتھ) رہن دے وڈا اسنیارا۔

صادق : یہ گاؤں بہت چھوٹا ہے نوری ! ——— یہاں آدمی اپنا جالا بن کر اسی میں پھنسا رہتا ہے۔ شہر بہت وسیع ہوتا ہے بہت بڑا۔ وہاں انسان اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ اپنے چھوٹے پن کو بھول جاتا ہے، وہاں ترقی کی منزلیں خود بخود سامنے چلی آتی ہیں۔ جیسے ہوائی جہاز پر چڑھنے والے آدمی کے سامنے سیڑھی لگ جاتی ہے۔ پھر آدمی نیلے آسمانوں پر پرواز کرنے لگتا ہے۔ شہر رنگ اور نور کی بستی ہے۔ اجلے انسانوں کا مسکن ہے خوش فکری کا مرکز ہے شہروں پر خدا کی مہربانی ہے۔ شہر میرے لئے ہے اور میں شہر کے لئے بنا ہوں۔ یہاں میری زبان کوئی نہیں سمجھتا۔ کسی کو میری بات کی سمجھ نہیں۔

نوری : کی کہہ رہیا ایں،

صادق : میں اس گاؤں میں اجنبی ہوں پردیسی ہوں۔

نوری : سدھی گل کر ہمارے ساتھ تمہاری زبان میں ہم کو بلبلکھا پڑتا ہے۔

صادق : کچھ لوگ جاگنے میں خواب دیکھتے ہیں نوری۔

نوری : وے صادق !

صادق : میں وہاں صرف ڈرائنگ ماسٹر نہیں رہوں گا۔ وہاں میری تصویروں کی نمائش ہو گی۔ لوگ مجھے جانیں گے۔ میرے اعزاز میں دعوتیں ہوں گی میرا انٹرویو ہوگا۔ اخباروں میں میری تصویریں چھپیں گی۔ میں ایک نیا مکتب فکر ایک نیا سکول آف تھاٹ ایک نیا تصور دے کر جاؤں گا۔ لوگ کہیں گے۔ یہ صادق تھا ——— وہ صادق تھا۔

نوری : (جاتے ہوئے) ساے قیر رب راکھا۔

(صادق جلدی سے پاس آتا ہے)

صادق : تو میرے ساتھ چلے گی ناں۔ وہاں ہمارا ایک ہٹ ہوگا۔ نہر کے کنارے کھپریل کا ہٹ پھر تو اس قدر جاہل نہیں رہے گی جتنی اب ہے لوگ تجھ سے میری تصویروں کے بارے میں پوچھا کریں گے۔ تو ان کے شانِ نزول کی باتیں کیا کرے گی۔ تو ان سے میرے فن کے امور بیان کرے گی۔ سمجھ رہی ہے ناں میری بات کو۔

(نوری نفی میں سر ہلاتی ہے)

صادق : میں تیرے بال کٹوا دوں گی۔ تو ساڑھی پہنا کرے گی۔ تو شہر کی سب سے خوبصورت سب سے زیادہ مہذب سب سے زیادہ ذہین عورت کہلائے گی۔

نوری : ماسی نال جائے گی ساڈے ؟

صادق : (سر جھکا کر) ماں تو شاید نہیں جائے گی۔

نوری : تے ——— تیرا آبا ——— اوہ ؟

صادق : وہ بھی شاید نہ مانے۔

نوری : تے توں چھڈ جاویں گا اُنہاں نوں ؟

صادق: نوری تو نہیں جانتی ——— میں دیہات کے لئے نہیں بنا ہوں میں تو جستجو کا بیٹا ہوں اور اتفاق سے ان لوگوں کے گھر پیدا ہو گیا ہوں۔ میں یہاں نہیں رہوں گا۔ میں یہاں رہ نہیں سکوں گا نوری۔

نوری: (سر جھکا کر) چھڈ جاویں گا ساہنوں؟

صادق: تجھے نہیں پگلی ——— تو تو شہر جائے گی میرے ساتھ۔

نوری: تے اپنے ماں پیو نوں چھڈ جاویں گا ——— ادھ وچکارے؟

صادق: شادی کے بعد تو نہیں چھوڑے گی اپنے ماں باپ کو

نوری: کڑیاں تے چڑیاں دا جنبہ ہندیاں نیں۔ اوہناں نوں تے بابل دا ڈیرا چھڈنا ای پیندا اے۔ گھبرو تے نہیں چھڈ سکدے ناں اپنے گھر ———

صادق: بتا میرے ساتھ جائے گی کہ نہیں؟

نوری: نہیں۔

صادق: تو میرے ساتھ نہیں جائے گی نوری۔

نوری: اک واری نہیں ہزار واری نہیں ———

صادق: شہر میں نوری ہمارے لئے بہتر زندگی گزارنے کے موقعے ہیں۔

نوری: (ایک دم روہانسی ہو کر) تے جا فیر جے اوتھے دا رب ہور اے تے اکا جا ——— شہر نوں اپنے سینے نال لا لے ——— جا کے۔

چڑھ جا آتشبازی بن کے شہر دے آسماناں اُتے۔ تیرا دل نہیں اے صادق اے تے پتھر اے روڑی دا۔ جا اپنے شہر چلا جا۔ ... ——— نالے بڈھے بڈھی نوں پاسے لا، آپ دی ذری رہندا ایں دوجیاں نوں وی سولاں چوبھ دا ایں چھڈ جا بڈھے بڈھی نوں ایس نماں اڈیاں کوڈے رکھ نوں پر میری اک گل یاد رکھیں جے کدھرے شہر وچ دی تیرا رب تیرے کولوں رُسیا رہیا تے فیر کیہڑی راہ تے جائیں گا؟ فیر کنہوں واج ماریں گا ——— جا چلا جا اپنے شہر

تے خوش ہو جا ـــــــــــ تینوں کسے نال پیار نئیں ـــــــــــ تے تینوں کسے
نال وی پیار نئیں ہونا ـــــــــــ تیرے نالوں تے جھیر و دال دے کتے ای چنگے نیں۔
(اوڑھنی میں منہ چھپا کر چلی جاتی ہے)

صادق: نوری! ـــــــــــ نوری! ـــــــــــ نوری سن تو ـــــــــــ سُن نوری

(یکدم عقب سے قدموں کی آواز آتی ہے۔ صادق جو نوری کو لپک کر پکڑنا چاہتا ہے اپنی جگہ جم جاتا ہے۔ اس آواز پر کان دھرتا ہے۔ یہ آواز ہوتے ہوتے اونچی ہوتی ہے۔ صادق سٹیج کے وسط میں کھڑا ہے۔ آواز سے سارا ہال بھر جاتا ہے پردہ گرتا ہے)

دوسرا ایکٹ

پہلا سین

ایک بورژوا سوسائٹی کا (paralour)
یہ کمرہ کچھ حصہ ڈرائنگ روم کچھ حصہ ہال کی طرح اور تھوڑا سا حصہ گیلری کی طرح استعمال ہوتا ہے۔ دائیں کنارے صوفے تپائیاں پیانو ٹیپ ریکارڈ، ریڈیوگرام آراستہ ہیں بائیں جانب کچھ آرائش کی الماریاں اور کتابوں کی الماری ہے۔ ایک آدھ سیٹی بھی پڑی ہے عین کمرے کے وسط میں اوپر جانے والی سیڑھیاں ہیں۔ ان سیڑھیوں پر قالین کا ٹکڑا بچھا ہے اور ساتھ ساتھ ریلنگ ہے یہ سیڑھیاں کچھ اس طرح بنی ہیں کہ کچھ سیڑھیاں تو سیدھی چڑھتی ہیں اور پھر افقی (Flight) شروع ہو جاتی ہے۔
یہ گھر اور کمرہ امیرزادی ٹینا کا گھر ہے جو بورژوا سوسائٹی کی زندہ مثال ہے۔ جس وقت پردہ کھلتا ہے سٹیج پر ٹینا، ڈولی۔ امجد۔ خالد اور دانیال موجود ہیں۔ ٹینا نے سلیکس اور خوبصورت شرٹ پہن رکھی ہے بالوں کی Pigtail بنا رکھی ہے۔ ڈولی بڑے چست ٹیڈی لباس میں موجود ہے سب شد ومد کیساتھ Twist

ناچ رہے ہیں چند ثانیئے بعد ٹینا کو گھیرے میں لے کر باقی سب تالیاں بجاتے ہیں اور ٹینا بڑے جوش سے ناچتی ہے گھنٹی بجتی ہے ناچ رکتا ہے ٹینا سیڑھیوں پر بیٹھتی ہے دانیال اور ڈولی ریڈیوگرام کے پاس جاکر باتیں کرنے لگتے ہیں)

امجد : کون ہے ؟

ٹمی : (باہر دائیں جانب) میں ہوں ٹمی ۔

امجد جاکر دروازہ کھولتا ہے ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتا ہے ۔ صادق اور ٹمی داخل ہوتے ہیں ۔

(صادق اس وقت سوٹ میں ملبوس ہے اور بڑے nervous طریقے سے سگریٹ پی رہا ہے ٹمی طرح دار ٹیڈی لباس میں ہے فرانسیسی انداز کی ڈریسنگ ہے بال بڑھے ہوئے اور نیوی کٹ قسم کی داڑھی رکھی ہوئی ہے)

امجد : میں ابھی آیا ۔

(امجد اس گلی نما راستے سے باہر نکل جاتا ہے جو سیڑھیوں کے ساتھ پیچھے کی طرف نکلتا ہے)

ٹینا : ہیلو ڈارلنگ So late?

ٹمی : کار کی ایمرجنسی سروس، کار کی انشورنس، کار کی رجسٹریشن اتنے سارے کام ڈیڈی نے میرے ذمہ ڈال دیئے (ایک دم ڈولی اور دانیال کو دیکھ کر) Hiya !

ڈولی :
دانیال : } Hiya

(دانیال جسے سب Danial کہتے ہیں ۔ لیدر جیکٹ اور کوڈرائے کی پتلون پہنے ہے ۔ جوتے پیٹنٹ لیدر اور سویڈ کے ہیں ۔ چہرے پر بڑے اعلیٰ قسم کے Glasses ہیں ہاتھ میں خوبصورت سی چھڑی ہے ۔ جس کو لٹکا کر اور جس پر اپنے جسم کا بوجھ کہنی کے بل تول کر وہ بات کرتا ہے)

ٹمی : یہ میرے دوست صادق ملک ہیں He is an artist

ٹینا : (آگے بڑھتے ہوئے) ! Oh how cute !

ٹمی : (تعارف کراتے ہوئے) یہ میری دوست ٹینا ہیں۔مس زرین تاج خورسند۔

ٹینا : Just Tinah shut

ٹمی : تو یہ ہیں ٹینا The famous Tina ، (صادق کو آنکھ مار کر)

She's fabulously rich

ٹینا : لیکن He is an artist ان کو دولت سے کیا دلچسپی ؟

(ٹمی صادق کو لے کر ریڈیوگرام کی طرف جاتا ہے ڈولی اور دانیال سے تعارف کرواتا ہے۔)

ٹمی : یہ ڈولی ہیں۔ٹینا کی پڑوسی۔ٹینا کی رازدار پاکستان کا سارا فیشن ان کے اشاروں پر چلتا ہے اگر یہ ایک دن کے لئے اپنا اشارہ بند کردیں تو سارا فیشن وہیں رکا رہے۔

ڈولی : ہائیے !

(صادق مودّب طریقے سے کمر میں خم ڈال کر Bow کرتا ہے)

ٹمی : اور یہ چیف دانیال ہے اس کے دو شیڈ ہیں جب یہ اپنی فرانسیسی ممی کے پاس پیرس جاتا ہے تو Danial کہلاتا ہے اور جب واپس اپنے دیسی ابا کے پاس لوٹتا ہے تو دانیال بن جاتا ہے روپے کے دونوں رُخ Original ہیں اور اس فرق کے باوجود ہمارے لئے یہ ہمیشہ ڈینی ہے۔ڈینی لوائے کام کاج سے آزاد ہے۔پیرس میں سفید مال کماتی ہے۔پاکستان میں کالا یاپ بلیک کرتا ہے۔

(امجد Drinks کا بھرا ہوا ٹرے لاتا ہے)

ڈولی: Three cheers for Amjad

ٹینا : Three cheers for Amjad

ڈینی : Hip Hip Hurrah Hip Hip Hurrah

(امجد باری باری سب کو Drinks پیش کرتا ہے پہلے ٹینا پھر ڈولی پھر ڈیپی
اور اس کے بعد ٹمی اور صادق کے پاس پہنچتا ہے)

ٹینا : تھینک یو ——— سویٹ ہارٹ

ڈولی : ہاؤ ونڈرفل ——— تھینکس

ٹمی : اور یہ حضرات جواب آئے ہیں۔ انہیں ٹینا لاڈ سے مجی کہتی ہے۔ ان کا مشغلہ ہر سال ہوائی کمپنیوں کے بروشر اور یورپ جانے کے لئے چندہ جمع کرنا ہے۔ والدان کے اتفاق سے ابھی تک زندہ ہیں اور خدا جانے کب تک ارادہ رکھتے ہیں اس کو پورا کرنے کا!

امجد : Please be serious

ٹمی : An artist-seriously—This is Sadiq

امجد : السلام علیکم
صادق : السلام علیکم

امجد : Have a drink

صادق : جی نہیں شکریہ۔

ٹینا : (چسکی لے کر) کمال کی mix cocktail کرتے ہو مجی

امجد : (ٹینا سے) شکریہ کوئی soft drink آپ کے لئے

صادق : جی نہیں شکریہ

ٹمی : کیوں بھئی چسکی لگا کر) دوستو کتنی ریہرسلیں ہوئیں اب تک

ڈولی : ایک بھی نہیں۔ ابھی تو dramatics پر سیمینار ہو رہا ہے

ڈیپی : (کھڑے ہو کر تقریر کے انداز میں شراب کا گلاس اٹھاتے ہوئے) ہمیں پبلک کے سامنے ڈرامہ پیش کرنا ہے ٹمی پڑھی لکھی پبلک کے سامنے And we have to see the drama as a whole An entity A soul searching event

ٹمی : میں صادق کو اس لئے لایا تھا کہ آرٹسٹ کا رول انہیں دیا جا سکتا ہے۔

ٹینا : Oh how cute اصلی آرٹسٹ رول کرنے نقلی آرٹسٹ کا

احمد : دراصل ٹمی یہاں تھیٹر کی کوئی tradition نہیں ہے ہمیں کوئی adaptation کرنی چاہیئے۔

ٹمی : کیوں ڈولی تم نے کچھ لائنز یاد کیں؟

ڈولی : مجھے سارا پارٹ یاد ہے By heart

ٹمی : اور تمہیں ڈیبی

ڈیبی : میں ذرا رکتا ہوں کہیں کہیں ——— لیکن خیر!

(الماری کھول کر ٹمی ڈرامے کی کاپیاں نکالتا ہے اور ایک کاپی اچھال کر ڈیبی کی طرف پھینکتا ہے وہ اسے CATCH کرتا ہے)

ٹمی : Please everybody فسٹ ایکٹ فسٹ سین سٹارٹ ڈولی ———

(ڈولی جلدی سے ایک میز پوش سر پر لے لیتی ہے اور سٹیج کے وسط میں کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھ جاتی ہے اور پھر خالی ہاتھوں کو اس طرح ہلاتی ہے جیسے نٹنگ کر رہی ہو

(ڈیبی جلدی جلدی قدم مارتا آتا ہے)

ڈیبی : (کاپی دیکھکر، کھانا تیار ہے۔

ڈولی : (بے نیازی سے بنتے ہوئے) کیسا کھانا؟

ڈیبی : کھانا جیسا ہوا کرتا ہے ——— جیسا جیسا..... (کاپی دیکھ کر) جیسا گھر میں پکتا ہے عام طور پر۔

ڈولی : خانساماں چھٹی پر گیا ہے (چونگم منہ میں ڈالتی ہے)

ڈیبی : خانساماں چھٹی پر گیا ہے تو تم تو گھر پر تھیں۔

ڈولی : (نٹنگ کو دھ پھینکنے کے انداز میں، میرے گھر پر ہونے سے کیا ہوتا ہے؟

ڈینی : بھئی تم پکالیتیں کھانا ———— کھانے کا کیا ہے؟
ڈولی : میں عزت داروں کی بیٹی ہوں۔ نانبائیوں کی چھوکری نہیں۔
ڈینی : (کاپی دیکھ کر۔) لیکن بیگم
ڈولی : مجھے نہیں پکانا آتا کھانا وانا۔
ڈینی : کھانا پکانا نہیں آتا ———— تو پھر تمہیں ———— تم نے — تم (کاپی دیکھ کر)
تو پھر تم نے شادی کیوں کی تھی؟
ڈولی : شادی کا تعلق کھانا کھانے سے ہوتا ہے کھانا پکانے سے نہیں۔
ڈینی : احمق!
ڈولی : گدھا
ڈینی : بکواس بند کرو
ڈولی : تم بھی بکواس بند کرو
ڈینی : (کاپی دیکھ کر) بے حیا! تجھے پتہ نہیں کہ تو کس سے بات کر رہی ہے؟
ڈولی : کمینے تجھے معلوم نہیں کہ تو کس سے ہم کلام ہے۔
ڈینی : (کاپی دیکھ کر) چپ رہ بدبخت!
ڈولی : نہیں رہتی۔
ڈینی : (گرج کر) خاموش!
ڈولی : (قہقہہ) تمہارے سامنے خاموش رہوں، تمہارے سامنے، بارہ سو روپیہ کے ملازم کے سامنے جو ایک ایک بلیڈ سے تین تین حجامتیں بناتا ہے؟
(ڈینی زبردست چانٹا مارتا ہے۔ سب تالی بجاتے ہیں صرف ٹینا ہاتھ نہیں اٹھاتی ہے)
ڈینی : I am sorry
ڈولی : بھئی ریہرسل میں تو چانٹا نہ مارا کرو۔ اس قدر زور سے

ٹینا : (لاڈ سے) ممی ڈارلنگ میرا خیال ہے کہ یہ چانٹا بالکل unnecessary ہے۔

A little vulgar

ممی : بہت ضروری چیز ہے ——— نہایت ضروری emotional

explosive ایک چانٹا ساری Audience کو باندھ لیتا ہے۔

امجد : Brother ایک بات ہے۔

ممی : آپ بھی فرمائیے

امجد : ڈرامے میں laughter ہونا چاہیئے۔ جو ڈراما پبلک کو ہنسا نہ سکے، وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ڈولی : یہ بالکل ٹھیک ہے ممی لوگ مکل comedy کو زیادہ LIKE کرتے ہیں۔

ممی : لیکن ہماری زندگی میں کامیڈی ہے کہاں؟ اگر ڈرامے کو معاشرے کی تصویر ہونا ہے تو پھر ——— تو اسے Tragic ہونا پڑے گا۔

ڈینی : شروع میں تھوڑا سا Slap stick ضروری ہے۔ اگر پہلے دو ایکٹ ذرا Farcical ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

ڈولی : پہلے دو ایکٹ Favee اور آخری ایکٹ Melodrama ہٹ جائے گا ہمارا کھیل ممی۔

امجد : کمال ہو تم لوگ بھی ——— ——— کاپیاں ہو چکیں۔ پارٹ بٹ گئے۔ Readings بھی ہو گئیں۔ اب مشورے ہو رہے ہیں۔

ڈولی : لیکن بھئی drama تو ہمیشہ بار بار لکھا جاتا ہے کٹتا ہے پھر لکھا جاتا ہے suggestion تو آخری منٹ تک چلتے رہتے ہیں۔

ٹینا : (اسکول کے بچوں کی طرح ہاتھ اٹھا کر)

ممی ڈارلنگ میرا ایک suggestion ہے۔

ممی : فرمائیے۔

ٹینا : صادق صاحب جب سے آئے ہیں انہوں نے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا میرا خیال ہے ان کے Ideas سے کچھ benefit کرنا چاہیئے۔

سب : ونڈرفل ——— ونڈرفل

ممی : تم کہانی سے اچھی طرح واقف ہونا صادق ؟

صادق : (اثبات میں سر ہلاتا ہے)

ممی : پھر ——— کوئی suggestions ؟

صادق : میرا خیال ہے کہ کہانی غریب طبقہ کے متعلق ہونی چاہیئے۔ غریبوں کا دکھ زیادہ اپیل رکھتا ہے۔

ڈولی : لیکن ڈراما دیکھنے تو ہمیشہ امیر ہی آتے ہیں وہی اس آرٹ کے Admirers ہوتے ہیں۔

ٹینا : (صادق کا چہرہ دیکھ کر) جلدی کچھ کہیئے She's very sharp

صادق : اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ کہانی غریبوں کے متعلق ہونی چاہیئے۔

ڈولی : کیا مطلب ؟

صادق : انسان منہ کا ذائقہ بدلنے کا عادی ہے امیر غریبی کا حال دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ اور غریب امیری کے ٹھاٹھ دیکھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔

امجد :
ڈیزی : } Excellent

ممی : I am sorry صادق میں تمہارا یہ مشورہ قبول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں غریبوں کی لائف کے متعلق کچھ نہیں جانتا جو کچھ بھی میں ان کے متعلق لکھوں گا۔ وہ forced lives ہوں گی۔

ٹینا : What's needed That's ڈرامے کی تو ہر لائن forced ہونی چاہیئے۔

ٹمی : پلیز ٹینا میں بروشرز تک چھپوا چکا ہوں۔ بہت پبلسٹی ہو چکی ہے ہمارے ڈرامے کی اب تم لوگ سنجیدگی سے اپنے اپنے پارٹ پر توجہ دو۔

امجد : (ہاتھ اٹھا کر) خاکسار ایک ایسا گر بتانا چاہتا ہے کہ ڈرامے کی دھوم مچ جائے گی لنڈی کوتل سے چاٹ گام تک۔

ٹمی : فرمایئے؟

امجد : حکومت کے خلاف ضرور کچھ ہونا چاہیئے بیچ بیچ میں۔ جس ڈرامے میں حکومت کے خلاف کچھ طنز یہ جملے نہ ہوں وہ ڈراما کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ٹمی : پلیز سر —— یہ ڈراما ہے اخبار کا کالم نہیں۔

امجد : سارا ڈراما نہ سہی۔ بیچ میں کہیں کہیں ایک آدھ ڈائیلاگ سے حکومت اور معاشرے پر طنز ہوتی رہے۔ تو لوگ بھی خوش ہوں گے اور تمہیں Brave writer آف پاکستان کا خطاب بھی مل جائے گا۔

ڈینی : کمال کی OBSERVATION ہے تمہاری۔

ٹمی : پلیز پلیز No discussions no discussions

امجد : اچھا چلو حکومت نہ سہی تو ایک اور topic ہو سکتا ہے زیر بحث

ٹمی : زبردستی؟

ٹینا : توبہ ٹمی ڈارلنگ اسے موقعہ تو دو کچھ کہنے کا۔

امجد : ڈرامے میں بار بار تان اس بات پر توڑ دو کہ مسلمان پہلے نیک چلن تھے ذہین تھے اعلیٰ کردار کے حامل تھے اب مسلمانوں کے زوال کا دور ہے مسلمان صوم و صلوٰۃ کا پابند نہیں۔ اس کا کردار گر چکا ہے اور . . . . بھئی بہت سی کتابیں ہیں اس موضوع پر تنکے پیراگراف

Incorporate کرسکتے ہو۔

ڈولی : ونڈرفل ــــــــ ونڈرفل

ممّی : (سر پکڑ کر) تم لوگوں کو ڈراما کرنا ہی نہیں ہے That's it میرا تو سر چکرا گیا۔

(سر پکڑے پکڑے پچھلے دروازے سے نکل جاتا ہے)

ٹینا : کہاں جارہے ہو ممّی؟

ممّی : (جاتے ہوئے) A little fresh air ــــــــ توبہ توبہ توبہ......

(چلا جاتا ہے)

ٹینا : خدا قسم تم لوگ بہت rude ہو۔

ڈولی : How? When where? rude?

ٹینا : اسے اپنے ڈرامے سے پیار ہے تم لوگ بار بار اس کی leg pulling کرتے ہو۔

ڈینی : ٹینا! بہتر یہی ہے کہ پہلے سے تمام creses نکال دی جائیں۔

(اوپر والی سیڑھیوں سے ایک موٹی نرس دھڑ دھڑ اترتی ہے اس کے ہاتھ میں گرم پانی کی بوتل ہے۔ بڑی مصروف نظر آتی ہے)

ٹینا : ممّی کا کیا حال ہے سسٹر۔

نرس : اچھا ہے آپ کو کئی بار بلایا ہم نے پھر Disturb کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

ٹینا : Give my love to her ــــــــ (آہ بھر کر)

Poor Darling

نرس : (بائیں جانب جاتے ہوئے) اگر ان کا condition ٹھیک نہ ہو اس ٹینا تو ہم فون کردیں گے ڈاکٹر کو

ٹینا : ضرور کر دینا Please How about the fever

نرس : رات کو تو fever تھا اب بہتر ہے لیکن رات سے condition
ویسا ہی ہے۔

ڈولی : ممی poor

ڈینی : ہماری وجہ سے ممی disturb ہوتی ہوں گی۔ آؤ ڈولی باہر چلیں۔

ڈولی : نہیں بابا انہیں عادت ہے ہمارے ہلے گلے کی۔

نرس : اچھا مس ٹینا ہم گرم بوتل لیجائیں جلدی پیشینٹ کے پاس

ٹینا : I am sorry

امجد : ٹینا !

ٹینا : (آہستہ) ہوں؟

ڈینی : آؤ یار باہر چلیں ——— Come on ——— ممی کو
Rest کرنے دو۔

ٹینا : She is all right

(ڈینی اور ڈولی پچھلے دروازے سے باہر جاتے ہیں)

(امجد ٹینا کی پشت پر آ کر ٹینا کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے صادق چپ چاپ سگریٹ
سلگاتا ہے)

امجد : جاؤ ٹینا ——— اپنی ممی کے پاس

ٹینا۔ کیا فائدہ ہے مجی ——— وہ بول تو سکتی نہیں۔ میں کیا کر سکتی ہوں، ان
کے پاس جا کر۔

صادق : ازراہ ہمدردی ہی سہی۔

ٹینا : یہ Trained Nurse ہے صادق صاحب یہ مجھ سے بہتر دیکھ

بحال کر سکتی ہے ممی کی۔

امجد : پھر بھی

ٹینا : پلیز رمی Dont be sentimental

امجد : اچھا بھئی تمہاری مرضی ہے ـ ـ ـ ـــ ممی ـــــ ممی ـــــ ممی بہادر

Brave writer of Pakistan

(ممی کو آوازیں دیتا باہر چلا جاتا ہے)

ٹینا : بیٹھ جائیے آپ کھڑے کیوں ہیں؟

صادق: میرا خیال ہے مجھے اب چلنا چاہیئے۔

ٹینا : (دلربائی کے ساتھ) ہم لوگ اچھے نہیں لگے آپ کو

صادق: (ایک دم بیٹھ کر) یہ بات نہیں ہے وہ دراصل ۔۔۔۔۔۔ وہ میں ایک پینٹنگ شروع کر چکا ہوں میں اسے جلدی ختم کرنا چاہتا ہوں ـــــ

ٹینا : How wonderful

(سگریٹ سُلگا کر سگریٹ کیس صادق کو پیش کرتی ہے)

مجھے اس کے متعلق کچھ اور بتائیے۔ کیا Subject ہے۔

صادق: وہ تصویر ایک بوڑھی عورت کی ہے۔

ٹینا : (حیران ہو کر) بوڑھی عورت کی؟

صادق: اس کی جھولی میں ایک چھوٹی سی بچی بیٹھی ہے اور وہ اسے کہانی سنا رہی ہے۔

(ٹینا صوفے پر ادھ لیٹ کر گدی کو سینے سے لگاتی ہے اور توجہ سے سنتی ہے)

ٹینا : ! Yes

صادق: میں نے اس تصویر کا نام رکھا ہے " داستان در داستان "

ٹینا : ! Oh how cute اگر آپ Mind نہ کریں صادق صاحب

تو میں ایک سوال کروں آپ سے

صادق: ضرور بصد شوق

ٹینا : آپ کس قسم کا آرٹ پسند کرتے ہیں ؟ Abstract - کہ دوسرا؟

I mean realistic

صادق: تجریدی آرٹ سے میرا کوئی تعلق نہیں

ٹینا : یہ کونسی قسم ہے آرٹ کی I have never heard of it

صادق: Abstract آرٹ بورژوا ذہن کی پیداوار ہے محترمہ! فنون لطیفہ کو عوام سے

دور رکھنے کا ایک طریقہ ہے۔

ٹینا : Oh no Sadiq Sahib

This is Blasphemy آپ کبھی عظیم آرٹسٹ نہیں بن سکتے

جب تک آپ Abstract آرٹ میں نام پیدا نہ کریں۔ دراصل یہ

Ideas کا آرٹ ہے رنگوں کے Mixtures اور فارم کی

grace کا آرٹ ہے اس میں آرٹسٹ کو اپنی Innerself

express کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔

All art is abstract Sir

صادق: آپ کہتی ہیں تو میں مان لیتا ہوں۔ ورنہ میرے شبہات بہت گہرے اور وسیع ہیں۔

ٹینا : آپ بڑی مشکل زبان استعمال کرتے ہیں Full of Persian

اس میں Misunderstand کرنے کا ڈر ہے مجھے آپ کی باتیں سمجھ میں

نہیں آتیں۔

صادق: (منہ پھیر کر اپنے آپ سے) وہ بھی میری بات نہیں سمجھتی تھی۔ اسے بھی میری زبان سمجھنے

میں بھلیکھا پڑ جاتا تھا۔

ٹینا : جی؟

صادق: میں کہہ رہا تھا کہ ——— کہ

ٹینا :کوئی Inner urge آپ کو تصویر بنانے پر مجبور کرتی ہے کہ محض Prominent figure بننے کیلئے آپ پینٹنگ کرتے ہیں۔

صادق: (ہنسکر) محض فیشن کے طور پر مس ٹینا ورنہ کہاں میں اور کہاں آرٹ۔

ٹینا : (برامان کر) آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں صادق صاحب؟

صادق: کیسی باتیں؟

ٹینا : یہی دل توڑنے والی Heart breaking قسم کی

صادق: دانستہ طور پر تو میں دل توڑنے کا قائل ہی نہیں۔

ٹینا :اب تک کتنی Exhibitions ہوئی ہیں آپ کی سر؟

(صادق گھبرا کر رومال سے منہ پونچھتا ہے)

صادق: فی الحال تو ——— تو کوئی نہیں ہوئی ——— میرا مطلب ہے ابھی تک تو ایک بھی نہیں ہو سکی۔

ٹینا : (اُٹھ کر) Really? اور کب سے paint کر رہے ہیں آپ،

صادق: جب سے مجھے اپنے گاؤں میں دیواروں اور اپنے گھر کے چولہے میں بجھے ہوئے کوئلوں کا پتہ چلا اس وقت سے کر رہا ہوں۔

ٹینا : Oh poor dear! میں آپ کی نمائش کراؤں گی۔

صادق: واقعی؟

ٹینا : One man show پہلے ساری Paintings کے پرنٹ بنواؤں گی Booklet چھپے گی۔ آرٹیکل لکھے جائیں گے۔ بہت بڑا فنکشن ہوگا صادق صاحب You will see

صادق: (خوشی کے ساتھ) سچ؟۔ سچ مس ٹینا ——— کیا یہ واقعی ممکن ہے؟

ٹینا : I know all the men concerned میں اخبار کے رپورٹرز کو بھی خود ہی مل لوں گی یہ باتیں تو Arrange کرنے سے ہوتی ہیں صادق صاحب گھر بیٹھے ان کے متعلق خواب دیکھتے رہنے سے نہیں ہوتیں A small party in a big hotel شہر کے تمام Elites کو بلا کر راتوں رات Known Figure ہو جائیں گے آپ ——— You will see

(شدت جذبات کی رَو میں بہ کر ٹینا کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب کرتا ہے)

صادق تم میرے لئے فرشتۂ رحمت ہو ٹینا خدا قسم! آج تک مجھ پر اتنا بڑا احسان کسی نے نہیں کیا۔ کوئی مجھ پر اتنی بڑی مہربانی کر ہی نہیں سکتا۔

(جھک کر ٹینا کے ہاتھ کو بوسہ دینا چاہتا ہے اس وقت نرس گرم پانی کی بوتل لے کر آتی ہے)

نرس : Oh excuse me

(نرس جلدی سے سیڑھیاں چڑھتی ہے ٹینا ہنستی ہے صادق حیران کھڑا ہے پردہ گرتا ہے)

دوسرا ایکٹ

دوسرا سین

(وہی منظر۔ رات کا وقت سٹیج پر مکمل اندھیرا ہے۔ صادق کھڑکی کے پاس کھڑا ہے اس کے ہاتھ میں بہت سی کینوسیں ہیں۔ باہر بجلی کڑک رہی ہے اندھا دھند بارش ہو رہی ہے جب بجلی چمکتی ہے تو صادق کا چہرہ چمکتا ہے وہ اس وقت کہیں دور پہنچا ہوا ہے بائیں جانب کا دروازہ کھلتا ہے۔ نرس داخل ہو کر بتی جلاتی ہے۔ اس نے کندھوں پر برساتی لے رکھی ہے بالکل بھیگ چکی ہے اندر پہنچ کر برساتی جھاڑتی ہے)

نرس : ہیلو مسٹر صادق۔ گڈ ایوننگ

صادق: گڈ ایوننگ سسٹر۔

نرس : مس ٹینا کو خبر نہیں دیا کسی نے؟

صادق: نہیں سسٹر میں ان سے مل کر واپس جا رہا ہوں۔

نرس : (ایک دم) ایک دم Rain شروع ہو گیا۔ رکشا سے یہاں تک بھیگ گیا ہم تو پورا۔

(برساتی کوٹوپیوں والے ہینگر پہ ٹانگتی ہے)

صادق: جب میں آیا ہوں تو آسمان پر ایک بھی بادل نہ تھا۔ اور اب خدا جانے اتنی بارش کہاں سے آگئی ایک دم۔

نرس : Winters میں اسی طرح کا بارش ہوتا ہے جھڑا جھڑ ——— پوسٹ آفس سے ہم نے فون کیا تھا مس ٹینا کو۔ انہوں نے کچھ بولا تو نہیں۔

صادق: نہیں مجھ سے تو ذکر نہیں کیا۔

نرس : ہم نے بولا تھا کہ ہم کو کچھ دیر ہو جائے گا۔ ہمارا بیٹی کا آج برتھ ڈے تھا۔

صادق: مبارک ہو آپ کو۔

نرس : تھینک یو بڑا Rain ہے باہر۔ آپ کیسے جائے گا مسٹر صادق

صادق: ابھی رُک جائے گی بارش تو چلا جاؤں گا میرے خیال میں اب رکنے ہی والی ہے۔

نرس : اچھا Excuse me ہم ذرا پیشنٹ کے پاس جائے گا گڈ نائیٹ مسٹر صادق۔

صادق: گڈ نائیٹ سسٹر۔

(نرس جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھتی ہے اور پرس سے کنگھی نکال کر اپنے بالوں کو کنگھی کرتی جاتی ہے۔ صادق پھر کھڑکی کے سامنے جا کر کھڑا ہو جاتا ہے اور بارش کو دیکھتا ہے اوپر والی سیڑھی سے ٹینا اترتی ہے اس نے بڑا خوبصورت نائیٹ سوٹ اور ڈریسنگ گاؤن پہن رکھا ہے۔ ہاتھوں میں کار کی چابی ہے جسے وہ گھماتی اترتی ہے)

ٹینا : Thank God تم چلے نہیں گئے صادق
I was blaming myself

صادق: وہ کس لئے

ٹینا : میں کپڑے تبدیل کرنے لگی تو یکدم بادل گرجا۔ میں نے ابھی بارش کے متعلق سوچا بھی

نہ تھا کہ ایک دم میرے شیشوں پر Torrential Rain
ٹانگو بجانے لگی شکر ہے تم چلے نہیں گئے ورنہ میرا ضمیر مجھے بہت ملامت کرتا۔
صادق: (آہستہ) بارش ہمیشہ اچانک آتی ہے۔
ٹینا : میں خود تمہیں چھوڑ کر آؤں گی تمہارے گھر تک (چابیاں چھنکاتی ہے)
صادق: جس گلی میں میں رہتا ہوں ٹینا اس میں تمہاری کار نہیں جا سکتی۔ میں خود چلا جاؤں گا۔
رکشا پر۔ تم سو رہو اطمینان سے۔
ٹینا : یہ کیسے ہو سکتا ہے صادق۔ میں ایسے موسم میں تمہیں ہرگز نہ جانے دوں گی رکشا پر
(صادق کے چہرے پر بجلی چمکتی ہے وہ کھڑکی کے سامنے بدستور کھڑا ہے)
صادق: بارش کتنی ظالم ہے ٹینا سب کچھ بہا لے جاتی ہے۔ سب کچھ!
ٹینا : خدا کے لئے بور باتیں نہ کرو آؤ Waltz کریں صادق۔ بارش میں
Slow Waltz کا بہت مزہ آتا ہے
صادق: مجھے رقص نہیں آتا ہے ٹینا۔
ٹینا : میں تمہیں ابھی سکھا دوں گی۔ اسی وقت۔ ایک منٹ کی تو بات ہے۔
صادق: تم مجھے کیا کچھ سکھا دو گی ٹینا۔ کوّے کو مور کے پر مل بھی گئے تو اس کے اندر بسنے والی
سیاہی کا احساس کم نہ ہو سکے گا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں .... تم جیسا ہوتا
تم لوگوں میں سے ایک ہوتا لیکن میں جانتا ہوں کہ میں ہمیشہ Out sider
رہوں گا۔ میرے لئے یہ ماحول اجنبی رہے گا۔ میں سلو Waltz میں ماہر
ہونے کے باوجود کبھی بھی اس طرح نہ ناچ سکوں گا جس طرح تم لوگ ناچتے ہو۔
(ٹینا آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑتی ہے)
ٹینا : پلیز صادق۔ تم Out sider نہیں ہو We all love you
پلیز پلیز۔ تمہارے ہاتھ کس قدر ٹھنڈے ہو رہے ہیں Just a minute

(جلدی سے پچھلے دروازے سے چلی جاتی ہے)

(صادق کے چہرے پر بجلی چمکتی ہے)

صادق: وہ بھی یہی کہتی تھی کہ تیری بولی میری سمجھ میں نہیں آتی، نوری! ——— تیرا ایک ایک الزام میں نے سینت سینت کر دل میں رکھا ہے تو مجھ سے کہتی تھی کہ مجھے کسی سے بھی پیار نہیں۔ میں کسی سے پیار نہیں کر سکتا میرے دل کی شور زمین پر محبت کا بیج نہیں پھوٹ سکتا۔ پھر تو انگوٹھی پہن کر جھیروال کیسے چلی گئی۔ تیرے الزام کی تربت چمکتی ہے نوری ——— اور تو اسے اس لئے نہیں دیکھ سکتی کہ تو جھیروال میں رہتی ہے اور میں شہر میں۔ جس چیز کی تلاش میں تو ہمارے گھر آیا کرتی تھی۔ اس کی تلاش میں میں شہر میں آیا ہوں۔ لیکن میں تجھے الزام نہیں دے سکتا کیونکہ تیرا دل تو ایک چھوٹی سی لوح کا بھی بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔

(ٹینا ٹرے میں وسکی کی بوتل اور دو گلاس لے کر آتی ہے)

ٹینا: کس سے باتیں کر رہے ہو صادق؟

صادق: بارش کی بے رحم بوندوں سے

ٹینا: Have a drink ——— Come on

صادق: تم جانتی ہو میں شراب نہیں پیتا

ٹینا: غم تو شراب سے بھی زیادہ Hot stuff ہے، اسے تو ہر وقت اندر ڈالتے ہو ناں؟

صادق: غم ——— ؟ کیسا غم؟

(ٹینا اپنے لئے شراب ڈالتی ہے اور اسے پیتی ہوئی صوفے پر بیٹھتی ہے)

ٹینا: You do not have to tell me تمہارا Past تمہارے چہرے پر لکھا ہے۔

صادق: بارش کتنی بے رحم ہوتی ہے ٹینا!

ٹینا : اور کس قدر ضروری بھی ہوتی ہے صادق۔

صادق: (اپنے آپ سے) جب مجھے ڈرائنگ ماسٹر کی نوکری مل گئی اور میں شہر میں آگیا تو میرا خیال تھا کہ وہ تینوں میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔

ٹینا : تینوں کون تینوں!

صادق: ماں ——— ابا اور نوری

ٹینا : (آہستہ) نوری!

صادق: وہ تینوں بہت معصوم تھے۔ ان تینوں کے دل میں میرے لئے بڑی گہری محبت تھی لیکن وہ اس کے اظہار سے ناواقف تھے اور میرا دل پارہ تھا۔ بے قرار اور ہر وقت تھرتھرانے والا۔ میرا ایک سیلی اور نمناک غار تھا جس میں خوف اور وسوسوں کی چمگاڈریں ہر وقت پھڑپھڑایا کرتی تھیں میں نے بہت کوشش کی کہ اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دوں۔ ان کی خاطر زندہ رہوں۔ اپنی خوشیوں اور آرزؤں کو لاٹھی بنا کر ان اپاہجوں کے ہاتھ میں تھما دوں لیکن میرے اندر اور باہر ایک ہی صدا آتی تھی۔ ایک ہی آواز گونجتی تھی۔

(عقب میں قدموں کی آواز ہلکی سی ابھرتی ہے اور پھر ڈوب جاتی ہے)

ٹینا : کیسی صدا؟ ——— کیسی آواز؟

صادق: اس آواز کے پیچھے پیچھے میں قدم دھرتا تمہارے شہر چلا آیا۔ میں سمجھتا تھا شہر ہر دکھ کا علاج ہے۔ ہر درد کا مداوا ہے۔ وہاں پہنچ کر میری بے قراری سکون میں بدل جائے گی۔ تب مجھے یقین نہ تھا کہ ٹینا میں زندگی کے گول سوراخ میں چوکور کیل ہوں۔ اور جب میں بھی یہ نہ جانتا تھا تو وہ تینوں کیسے سمجھتے؟ کہ وہ ایک چوکور میخ کے ساتھ رہتے ہیں۔

ٹینا : You will feel better Have a drink

صادق: میرا خیال تھا کہ جب میں ان تینوں کو گاؤں واپس لینے جاؤں گا۔ تو میری جدائی کا دکھ سہہ سہہ کر وہ موم ہو چکے ہوں گے۔ انہیں میرے ساتھ شہر آنے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ وہ چپ چاپ میرے ساتھ میرے پیچھے پیچھے چلے آئیں گے۔ اور ہم سب مل کر یہاں ایک نئی زندگی کا آغاز کریں گے۔ لیکن جب میں گاؤں پہنچا تو صرف نوری کا الزام باقی تھا اور ہمارا گاؤں ایک وسیع جھیل میں بدل چکا تھا نوری کا الزام اب بھی میں نے بہت سنبھال کر رکھا ہے جس طرح ایک شہید کی ماں اپنے بیٹے کی خون آلود وردی کو سنبھال کر رکھتی ہے۔ لیکن اسے نکال کر دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتی۔ وہ شاید ٹھیک ہی کہتی تھی مجھے کسی سے محبت نہیں ——— مجھے کسی سے محبت ہو ہی نہیں سکتی،

(ٹینا اپنا گلاس رکھتی ہے اور چابیاں گھما کر کہتی ہے)

ٹینا: بارش تھم گئی ہے صادق۔ آؤ تمہیں چھوڑ آؤں۔

صادق: بارش کبھی نہیں تھمتی ٹینا! جب یہ باہر نہیں برستی تو دل کے اندر برسنے لگتی ہے۔ اور سب کچھ بہا کر لے جاتی ہے ہر سہارے کو ہر آسرے کو۔

ٹینا: پلیز صادق ——— Sit down

صادق: تم جا کر سو رہو ٹینا۔ میں تو ایسا ہی ہوں خود ہی یک جھک کر چلا جاؤں گا۔

ٹینا: (صادق کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر) You are an artist A real artist

صادق: (اپنے آپ سے) جب میں گاؤں واپس پہنچا تو ہر طرف پانی ہی پانی تھا شہتیر چارپائیاں صندوق گھڑے دیگچیاں بڑے بڑے درخت ——— سب کچھ پانی میں بہے جا رہے تھے مویشیوں اور انسانوں کی لاشیں پانی پر تیر رہی تھیں۔

ٹینا: اور ——— اور پھر تمہارے ماں باپ۔

صادق: جو لوگ درختوں پر چڑھے تھے وہ زندگی اور موت کے درمیان اٹکے تھے۔ بڑے بڑے درخت جب حوصلہ چھوڑ دیتے تو تیورا کر گرتے اور ان کی شاخوں پر سے انسان یوں

جھڑتے جیسے کالی گھٹاؤں سے بارش کی بوندیں ________ ننھے بچے جوان عورتیں ________ بوڑھے مرد سب بہے جا رہے تھے ٹینا اور اس جکوا جکوی کا کچھ پتہ نہ تھا میں نے انہیں بہت ڈھونڈا ہر درخت پر اجڑے گھروں، میں دریا کے پاٹ تک کئی بار گیا اور لوٹا۔ میں نے بہت تلاش کیا، بہت ڈھونڈا۔ لیکن وہ نہ ملے یہ بھی قدرت کی کیا ستم ظریفی ہے کہ جو شہر کی مسافت سے گھبراتے تھے انہیں اتنے لمبے سفر پر جانا پڑا۔

(ہنسکر) پانی بھی کس قدر بے رحم اور ظالم ہے۔

ٹینا : اور لوزی ________ وہ بھی نہیں ملی۔

صادق: وہ تو میری محبت کو خالی سیپ سمجھ کر بہت پہلے ساحل پر پھینک گئی تھی۔

ٹینا : کیا مطلب ؟

صادق: وہ تو سیلاب آنے سے بہت پہلے جھیر دوال چلی گئی تھی سرخ نگینے کی انگوٹھی پہن کر

(ٹینا صادق کو دونوں کندھوں سے پکڑ کر

اپنے پاس صوفے پر بٹھاتی ہے)

ٹینا : I am very sorry. very sorry indeed

لیکن صادق سب کچھ تمہاری بہتری کے لئے ہوا! Dont you see ? اگر ___

اگر تمہاری زندگی میں لوزی رہتی تو شاید تم اتنے بڑے artist نہ بن سکتے گریٹ آرٹسٹ ہمیشہ suffer کرتا ہے۔ اور یہی دُکھ گریٹ آرٹ کو جنم دیتا ہے۔

صادق: (ہنسکر) اور دکھ یہ ہے کہ میں ایک آرٹسٹ نہ بن سکا۔

ٹینا : تمہاری نمائش ہو گی صادق ضرور ہو گی۔

صادق: کب ؟ کیسے ؟ کہاں ؟

ٹینا : (صادق کا ہاتھ پکڑ کر) Believe me یہ ساری باتیں میں دونوں

میں ـــــ arrange ـــ کروں گی دلوں میں

صادق: کیا میری نمائش ــــ arrange کر لینے کے بعد تم مجھے عظیم آرٹسٹ بھی بنا دو گی۔

ٹینا : ــــــــ Please dont be cynical

صادق: جب میں گاؤں سے چلا تھا تو مجھے اپنے آرٹ کے متعلق بڑا بھرم تھا اور اب جب میں یہاں آگیا ہوں تو مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ مجھ میں وہ جوہر موجود نہیں جس سے عظیم آرٹسٹ بنتے ہیں۔

ٹینا : you are a hopeless fellow (گلاس بھر کر) لو پیو صادق؟

صادق: نو تھینک یو۔

ٹینا : پیو Come on You will be better

صادق: (منہ پھیر کر) میں بہتر ہونا نہیں چاہتا ٹینا۔

ٹینا : (اصرار کے ساتھ) چلو میری خاطر ہی پیو ــــــــ لو

صادق: (یکدم ٹینا کی طرف دیکھ کر) تمہاری خاطر؟ تمہاری خاطر ٹینا؟

ٹینا : (لجا ہٹ سے منہ...) Second best

صادق: ٹینا۔

ٹینا : drink

(صادق تائیے بھر ٹینا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا ہے ٹینا کی آنکھوں میں حکم ہے التجا ہے مسیحا کی مسیحائی ہے صادق اس کے ہاتھ سے گلاس لیتا ہے اور ایکبار ہی سارا گلاس اپنے اندر انڈیل لیتا ہے نرس اوپر والی سیڑھیوں سے گرم پانی کی بوتل پیٹ سے لگائے اترتی ہے ایک ہاتھ سے بال درست کئے جاتی ہے۔ دوسرا ہاتھ بوتل پر ہے)

ٹینا : اگر تم گھر نہ جانا چاہو ـــــــــــ تو ہمارے گیسٹ ہاؤس میں رہ سکتے ہو۔
صادق : (ٹینا کی طرف دیکھ کر) مجھے اس قدر نہ پڑھاؤ کہیں بعد میں تمہیں اپنے آپ کو معاف کرنے میں ندامت محسوس ہونے لگے۔

ٹینا : (نرس کو دیکھ کر) How is mummy
نرس : (جاتے ہوئے) better کچھ weariness ہے لیکن
بہتر ہے yesterdy سے
ٹینا : آؤ ـــــ dance ـــــ کریں۔ آؤ نا

(نرس بال درست کرتی بائیں طرف سے چلی جاتی ہے ٹینا ریڈیو گرام لگاتی ہے صادق کا ہاتھ پکڑ کر سٹیج کے وسط میں لاتی ہے صادق لوٹتا ہے گلاس میں شراب ڈال کر اندر انڈیلتا ہے ٹینا بازو پھیلا کر اس طرح ناچتی ہے جیسے کسی ساتھ کے ساتھ ناچ رہی ہو۔ اس کی آنکھیں بند ہیں اور تھکی سی مسکراہٹ چہرے پر ہے صادق اس کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہے)

ٹینا : (ناچتے ہوئے آنکھیں بند ہیں) یہ مت سمجھو کہ صرف تم ہی sad ہو صادق میں بھی دکھی ہوں لیکن میں نے اپنے دکھ پر قہقہوں کا blazing کا false life لیمپ شیڈ لگا رکھا ہے۔ میری ماں پانچ سال سے بیمار ہے فالج ہوا تھا انکو She cant move She cant speak وہ صرف دیکھتی ہے (رک کر صادق سے پرے دیکھتے ہوئے) اور اس کی آنکھوں میں ہمیشہ الزام ہوتا ہے۔ She accuses me of health
اس کی نظریں ہمیشہ ایک ہی بات کہتی ہیں تم صحت مند ہو ٹینا ـــــــــ اور میں بیمار ہوں ہم دونوں دولت مند ہیں لیکن میری دولت کا مجھے کوئی فائدہ نہیں See

(صادق کا ہاتھ پکڑ کر درمیان میں لاتی ہے موسیقی اس قدر
مدھم ہے کہ گمان سا گزرتا ہے کہ ساز بج رہے ہیں دونوں
مل کر ناچتے ہیں پھر رکتے ہیں)

ٹینا : وہ مجھ سے جلتی ہے صادق My very own mother
اس کا بس چلے تو مجھے زہر دے دے میرا گلا گھونٹ دے (ہنسکر) اتنی بڑی دنیا میں
میرا کوئی دوست نہیں from Atlantic to Pacific
میں SPHINX کیطرح تنہا ہوں Forever lonely and alone
سب مجھ سے generous ہونے کی توقع رکھتے ہیں۔ میرے پاس
پیسہ ہے اور ہر شخص کی آرزو ہے کہ اس دولت میں اسے اپنے ساتھ شریک کر لوں۔

No body loves me No body

(جلدی سے اپنے لئے شراب ڈال کر پیتی ہے)
کوئی شخص مجھ سے محبت نہیں کرتا۔ ہیرے کی کان سے کوئی پیار نہیں کرتا۔ سب اسے
dynamite سے اڑاتے ہیں Everyone

one and all

صادق : ٹینا!

ٹینا : ایک امیر آدمی ———— خاص طور پہ ایک امیر لڑکی کا راستہ بہت ہی
lonely ہوتا ہے۔ ہوتا ہے نا صادق؟
(صادق آہستہ آہستہ ٹینا کے پاس پہنچتا ہے اور محبت
سے اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتا ہے)

ٹینا : ایک آرٹسٹ اور ایک امیر آدمی They have to walk alone

صادق : ٹینا ————!

ٹینا : ہم دونوں کس قدر اکیلے ہیں کس قدر lonely ہیں
کتنے اداس ہیں کتنے unhappy ہیں۔ ہیں نا صادق، تم تو
آرٹسٹ ہو تم تو ایک امیر لڑکی کی loneliness سمجھتے ہو گے ———
بولو ناں ——— تم بولتے کیوں نہیں ہو؟

(صادق ٹینا کو بازوؤں میں لے کر ناچنے لگتا ہے دیوار کے پاس
ناچتے ہوئے آتے ہیں۔ صادق ہاتھ بڑھا کر بتی بند کرتا
ہے۔ پردہ گرتا ہے)

دوسرا ایکٹ

تیسرا سین

دوہی منظر

رات کا وقت

(ٹینا بڑی بدحالی کی حالت میں اوندھی صوفے پر لیٹی ہے اس کے اطوار سے لگتا ہے جیسے پی پی کر مکمل طور پر مدہوش ہو چکی ہے تپائی میز سیڑھیوں پر جا بجا خالی بوتلیں اور گلاس پڑے ہیں۔ اس وقت اس نے بڑا ہی

sleeveless glamourous

رات کا گاؤن پہن رکھا ہے وہ صوفے پر اوندھی لیٹی ہے ٹانگیں گھٹنوں کے بل کھڑی کر شن روپ آپس میں ملی ہوئی کھڑی ہیں اور وہ فون کرنے میں مشغول ہے)

ٹینا : (نشے میں وحشت آواز ہیلو — کون مجی How are are you darling

میں ——— میں ؟ میں ٹھیک ہوں۔ نہیں مجی نہیں۔ میں شادی شدہ عورت ہوں۔

بدبخت کیا کہہ رہے ہو تم ——— How sweet of you

وہ ——— ؟ وہ بڑا آرٹسٹ ہے بابا ——— اس کا گھر پر کیا کام؟

ہیں اونچے بول ——— ہاں اس کے پاس میرے لئے وقت کہاں؟ ہیں ؟

نہیں میں نہیں گئی اس کے ساتھ۔ بھئی میں کیا کرتی اس کے ساتھ جا کر؟ ———

ہیں no no not that جب وہ آٹو گراف وغیرہ دینے میں

مشغول ہو جاتا ہے تو I look a fool تمہارے

پاس ——— نو! not tonight ! کیا؟ اچھا

اچھا ہاں پھر کبھی سہی ——— نونونو ——— میں اپنی

پر زندہ رہتی ہوں محبت اور fresh air پر نہیں۔ Bye-bye

فون رکھتی ہے اور چسکی لگاتی ہے ہاتھ میں گلاس لے کر ریڈیوگرام لگاتی ہے اور

شرابیوں کے انداز میں لڑکھڑاتی ناچتی ہے۔ اوپر سے نرس بھاگی بھاگی اترتی ہے

اور بائیں جانب چلی جاتی ہے)

A great artist (قہقہہ لگا کر)

Here's to Mr. Artist

(ٹینا لڑکھڑاتی قہقہے لگاتی ہے ناچتی ہے۔ ڈولی اور ڈیبی آتے ہیں دونوں نے

فینسی ڈریس پہن رکھا ہے ڈیبی نے Red Indian کا بہروپ بنا رکھا

ہے سر پر پروں کا تاج ہے ہاتھ میں تیر کمان۔ چہرے پر سرخ گیروے رنگ کا

میک اپ ہے ڈولی ہوائی آئی لینڈ کی لڑکیوں کی طرح پتوں کا سکرٹ پہنے

ہوئے ہے گلے میں موٹا سا پھولوں کا ہار ہے اور بالوں میں پھول لگے ہوئے ہیں ہاتھ میں

گٹار ہے۔ وہ گٹار بجاتی داخل ہوتی ہے یک دم ریڈیوگرام کی موسیقی بھڑک اٹھتی ہے

ڈولی گٹار بجاتی ناچتی ہے ڈیبی ہوہو ہا ہا کرتا تالیاں بجاتا ناچتا ہے کچھ دیر تینوں ترنگ

میں ناچتے ہیں پھر ڈیبی ریڈیوگرام بند کر دیتا ہے)

ڈیجی : خدا کے لئے پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔ چلو بھئی اب

ڈولی : تم اسی طرح چلو گی ٹینا Under garments میں؟

ٹینا : کہاں جانا ہے (شرابی انداز میں) کیوں جانا ہے یہ جانا وانا کیوں بند نہیں ہو سکتا لوگوں کا کیا نہیں ایک جگہ سکون نہیں مل سکتا کسی طرح ؟

ڈیجی : ٹینا ڈارلنگ آج فینسی ڈریس ball ہے جماعت علی خاں کے گھر میں۔ اتنی جلدی بھول گئیں ؟

ٹینا : فینسی ڈریس

ڈولی : خدا قسم اسی طرح چلو ٹینا بیحد Shocking لگو گی۔ چلو ناں

ٹینا : فینسی ڈریس ؟ میری تو ساری زندگی فینسی ڈریس میں گزری ہے

I have nevr been myself

ڈیجی : تم بہت زیادہ پی گئی ہو (گھڑی دیکھ کر) پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے۔ چلو ناں ٹینا

ٹینا : بہت زیادہ پی گئی ہوں کیا اس طرح نہیں ہو سکتا ڈیجی کہ ایک دن انسان پیتا پیتا اسطرح گرے کہ پھر نہ اٹھے۔

ڈولی : ٹینا! excuse me تمہیں اب اپنی زندگی بدل دینی چاہیئے ——— میں

You have everything کہہ رہی ہوں As a a friend

ٹینا : not everything (وقفہ)

My dear friend just wealth

ڈولی : تم بہت ناشکری ہو ٹینا۔ تمہارے پاس دولت ہے۔ حسن ہے۔ ایک ایسا شوہر ہے جو Prince consort ہے شہزادہ نہیں ہے۔

ٹینا : (نشے میں نہ سمجھتے ہوئے) پرنس کونزرٹ ؟

ڈیجی : وہ ملکہ کا شوہر ہے۔ شہنشاہ نہیں ہے تم ہمیشہ ایسے شوہر کے خواب دیکھا کرتی تھیں ٹینا جو

تمہاری ہتھیلی سے کھائے جس کیلئے دنیا کی ہر نعمت ہو۔ لیکن وہ تمہاری Provide
کی ہوئی ہو۔

ڈولی : تمہیں ہمیشہ poodle dogs پسند تھے ٹینا

ٹینا : خواب بدل بھی جایا کرتے ہیں ڈولی (سسکی اور ہچکی کے درمیان) مشکل یہی ہے کہ خواب ہمیشہ
بدل جاتے ہیں۔

ڈولی : صادق تم سے کتنی محبت کرتا ہے۔ تمہیں اس محبت کی قدر کرنی چاہیئے۔

ٹینا : تم سے کس نے کہا کہ میں اس محبت کی قدر نہیں کرتی ؟

ڈولی : جس طرح تم لوگوں کے سامنے اس سے جھگڑتی ہو۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ......
کہ نہیں کرتی ہو۔

ٹینا : (ہنس کر) جب ہم لوگوں کے سامنے جھگڑتے ہیں ڈولی تو اس وقت ہم دونوں ایک دوسرے کے
بہت قریب ہوتے ہیں۔ بس وہی موقعہ ہوتا ہے جب ہم ایک دوسرے سے دل کی بات
کر سکتے ہیں otherwise پرائیویٹ لائف میں تو ہم دونوں ایک
دوسرے کی بہت عزت کرتے ہیں وہ اس ہاتھ کی عزت کرتا ہے جو اسے luxury
کی لائف سے polite کرتا ہے اور میں اس پوڈل کی عزت کرتی ہوں
جو بے حد sensitive ہے۔

ڈولی : پلیز ٹینا ———— صادق کو poodle dog نہ کہو
He is so nice

ٹینا : (اپنی ترنگ میں) ہم دونوں تو ایک دوسرے کی اس قدر عزت کرتے ہیں علیحدگی میں کہ
ہمیں ایک دوسرے سے بات کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ وہ گھر کا لارڈ ہے۔
and I am the lady ایسے خاندانی لوگ پرائیویٹ
لائف میں کبھی جھگڑا نہیں کرتے۔

ڈولی : میرا خیال ہے تم زیادتی کر رہی ہو ٹینا۔ وہ زیادہ دیر تک تمہارا یہ رویہ برداشت نہیں کر سکے گا۔

ٹینا : میرا رویہ ——— ؟ What I have done

ڈولی : مجھے معلوم نہیں لیکن تمہیں شادی کے بعد ضرور بدل جانا چاہیئے تھا۔ مکمل طور پر۔

ٹینا : How very like Sadiq why ? وہ ابھی یہی سمجھتا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے اس نے ٹینا سے شادی نہیں کی۔ بلکہ اس خواہش سے شادی کی ہے جو اسے مجھے بدلنے پر اکساتی ہے why ? ——— why ? ——— جب اُس نے مجھ سے شادی کی I used to drink شادی سے پہلے تو میں اسی طرح تھی جیسے آج ہوں۔ ہمارے یہاں کا مرد ایک ماڈرن عورت سے بڑے تو ملے سے شادی کرتا ہے اور پھر راتوں رات یہ تمنا کرتا ہے کہ وہ ایک Eastern girl بن جائے۔ شرمیلی۔ نازک۔ فرمانبردار

ڈینی : دراصل وہ ماڈرن عورت سے فلرٹ کرنا چاہتا ہے اور یہ ماڈرن عورت گھر کے ماحول میں فٹ نہیں ہوتی

A square peg in a round hole

ٹینا : شٹ اپ۔ (اپنے گلاس کو بھرتی ہے) ماڈرن عورت تو اپنے ماڈرن شوہر سے بدلنے کی توقع نہیں رکھتی وہ تو اپنے husband سے نہیں کہتی کہ فلیٹ بوٹ پہنو۔ داڑھی رکھو۔ اور کینوس کے تھیلے میں گوشت سبزی خریدنے جاؤ۔

Why should he expect a woman to change
عورت کیوں بدلے۔ کیوں؟ ——— کیوں؟ کیوں؟

ڈینی : اس لئے کہ ماڈرن عورت نمائش کی چیز ہے وہ گھر کے everyday ماحول میں فٹ نہیں آتی۔ ماڈرن آدمی outer life میں Axle کی طرح گھومتا ہے۔ اسے تبدیل ہونے کی ضرورت نہیں۔

ٹینا :(غصے سے بجٹ ہارتے ہوئے) go away پلیز —— پلیز

leave me alone

ڈیبی : چلو ٹینا یوں cynical ہونے سے کچھ نہ ملے گا۔

ٹینا :(گدی اٹھا کر ڈیبی پر مارتی ہے) you fool—go away

ڈیبی : All right all right آؤ ڈولی چلیں۔

ٹینا :ہاں —— ہاں جاؤ جاؤ۔ مجھے چھوڑ دو تنہا۔ اکیلے میں اپنے آپ کو بھول جانا چاہتی ہوں۔

I want to forget myself

(اوندھے منہ صوفے پر گر کر بار بار کہتی ہے)

I want to forget myself

ڈولی آہستہ سے اس کے پاس آکر بیٹھتی ہے۔ اور اس کے بالوں پر ہاتھ پھیر کر کہتی ہے۔

ڈولی :میں تمہاری دوست ہوں ٹینا

ٹینا :(قہقہہ لگا کر) دولت مند کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ اس کے گرد تو بس کالے کوّے گھومتے ہیں —— پر پھیلا کر ناچنے والے —— خوشامدی کوّے

Please leave me alone

ڈیبی : آؤ ٹینا —— چلو چلیں

ٹینا : مجھے تنگ نہ کرو —— ڈیبی خدا کے لئے —— جاؤ اس وقت مجھے اکیلے چھوڑ دو

ڈیبی :(ہاتھ ہلا کر) سو لانگ ٹینا

ڈولی: Bye ——

ٹینا : (سسکی۔) ____ go away

(ڈولی آہستہ سے ٹینا کا سر چومتی ہے اور چپکے سے ڈینی اور ڈولی چلے جاتے ہیں ۔)

ٹینا : (نشے میں اور دکھ سے) مجھے چھوڑ دو۔ خدا کے لئے چھوڑ دو۔ میں۔ میری دولت اور میرا دُکھ۔ ہم تینوں اس گھر میں اکٹھے رہیں گے۔ ایک دوسرے کی گردن پر تھوتھنیاں ڈالے۔ ایک دوسرے کے کلیجے سے لگ کر۔ جیسے سردیوں کی رات میں یتیم پلّے ایک دوسرے سے چمٹ کر سوتے ہیں۔

(بڑے دکھ کے ساتھ شرابیوں کی طرح گاتی ہے)

che ___ sera _____ sera ___

what will be will be ___

(ٹمی آتا ہے اس نے تھری پیس سوٹ پہن رکھا ہے۔ ہاتھ میں گلاب کے بڑے بڑے پھول ہیں۔ جس پر سلوفین کا کاغذ لپٹا ہے)

ٹمی : (آہستہ) ٹینا

ٹینا : (آہستہ) go away

ٹمی : (آہستہ) میں آجاؤں

ٹینا : (اسی طرح آہستہ)۔ go away

ٹمی : (پاس آکر ٹینا کا ہاتھ پکڑ کر) ٹینا میں ہوں ٹمی ________ تمہارے بچپن کا دوست ۔ ٹمی۔

ٹینا : میرا کوئی دوست نہیں۔

ٹمی : یہ دیکھو میں تمہارے لئے کس قدر خوبصورت roses _____ لایا ہوں۔ یہ بلیک پرنس اس سیزن کے پہلے پھول ہیں۔

ٹینا : (یکدم) بلیک پرنس

ٹمی : میرا خیال تھا کہ تم فینسی ڈریس بال پر گئی ہو۔ لیکن پھر جب میں نے اخبار دیکھا تو مجھے خیال آیا۔ کہ آج تو صادق ینگ آرٹسٹس ایسوسی ایشن کو ایڈریس کر رہا ہے۔ تم تو اُس کے ساتھ گئی ہوگی۔

ٹینا : میں ایسی جگہوں پر کم ہی اس کے ساتھ جاتی ہوں۔

ٹمی : پھر یہ خیال بھی میرے دل میں ابھرا۔ میں سوچتا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ تم ... تم گھر پر ہی ہو see how lucky I am تم گھر پر ہی ہو۔

ٹینا : (طنز سے) how lucky !

ٹمی : تم صادق کے ساتھ کیوں نہیں جاتیں ٹینا

ٹینا : I look a fool there لوگ اُس سے آٹوگراف لیتے ہیں۔ اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے قریب آنا چاہتے ہیں۔ وہ تقریریں کرتا ہے آرٹ کی تھیوریاں بیان کرتا ہے ——— وہ ...... وہ ......
میرا مطلب ہے ٹمی میں اس کے ساتھ اپنے آپ کو بہت چھوٹا محسوس کرتی ہوں

ٹمی : (کوٹ اتار کر لٹکاتا ہے اور جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر) ٹینا کیا تم نے صادق سے شادی کر کے عقل مندی کا ثبوت دیا ہے کیا یہ ایک Happy choice تھا تمہارے خیال میں ؟

ٹینا : ٹمی ——— میری پشیمانی کو میرے منہ سے اگلوانے کی کوشش نہ کرو۔

ٹمی : میں اسی لئے کئی مہینے تمہاری طرف نہیں آیا۔ کہ مجھے شبہ تھا بلکہ یقین تھا کہ یہ گاڑی آگے نہیں جا سکے گی۔

ٹینا : آگے نہیں جا سکے گی ——— یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ٹمی

ٹمی : تمہیں اپنے گروپ میں سے کسی ایک کو پسند کرنا چاہئے تھا۔ بطخ چاہے کتنا بھی نیلے پانیوں میں

تیر گرد کھائے وہ مچھلی کی طرح پانی میں مستقل طور پر نہیں رہ سکتی۔ صادق کو تم نے سرویٹ پکڑنا سکھایا ہے چمچ کانٹے سے کھانے کے آداب بتلائے ہیں تم نے اسے امیر ضرور بنا دیا ہے لیکن وہ بطخ کی طرح صرف پانی میں تیر سکتا ہے۔ مچھلی کی طرح پانی کا باسی نہیں بن سکتا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہو سکتا۔ ٹینا

ٹینا : (ہلکی سی مدافعت کے ساتھ) مجھے اس کے خلاف بھڑکانے کی کوشش نہ کرو۔

ٹمی : تم نے اپنے فیصلے کو اتنی جلدی عملی جامہ پہنایا کہ ——— کہ تم نے نہ کسی کو کچھ کہنے کی مہلت دی۔ اور نہ ہی اپنے فیصلے پر غور کرنے کو اپنے لئے کچھ وقت چھوڑا۔ تم نے وہی غلطی کی جو ہر امیر عورت کرتی ہے۔

ٹینا : کیا؟ ——— کیا؟

ٹمی : تم نے ایک غریب آدمی سے اسی دھوکے میں شادی کی کہ وہ تم سے محبت کرے گا۔ یہ ایک عام خیال ہے۔ ٹینا کہ غریب آدمی کے پاس دینے کو محبت کے خزانے ہوتے ہیں

ٹینا : Oh please stop !

ٹمی : حالانکہ تمہیں کسی رئیس سے شادی کرنا چاہیئے تھی۔ جسے تمہاری دولت کی پرواہ نہ ہوتی۔ جس کی محبت پر تم شبہ نہ کر سکتیں جو تم پر نکتہ چینی کرتا تو تم اس کی عزت کر سکتیں۔

ٹینا : (ایک دم) I love Sadiq

ٹمی : You dont

ٹینا : I do !

ٹمی : Dont fool yourself !

ٹینا : (ہانپتے ہوئے) تم جاؤ ٹمی جاؤ خدا کے لئے۔ کچھ ہونے والا ہے چلے جاؤ

(ٹمی پیچھے سے آتا ہے اور دونوں ہاتھ ٹینا کے کندھوں پر رکھتا ہے)

ٹمیؔ : اندھی لڑکیوں کا اس کے سوائے اور کوئی علاج نہیں کہ رات کے اندھیرے میں ان سے اندھی محبت کی جائے۔ ان کے وجود پر شب خون مارا جائے

ٹینا : (آہستہ) چلے جاؤ ٹمیؔ ——— جاؤ

ٹمیؔ : میں تو تم سے اس وقت بھی محبت کرتا تھا جب تمہاری آیا تمہیں لال booties پہنا کر ہمارے گھر لایا کرتی تھی اور میں تمہیں اپنی ٹرائی سائکل کے پیچھے بٹھا کر برآمدے کی سیر کرایا کرتا تھا۔ یاد ہے تمہیں ہمارے برآمدے کے ستون لندن پیرس روم اور نیویارک کے سٹیشن تھے۔ ہم ان بیرونی سٹیشنوں پر اکھٹے جاتے تھے۔

ٹینا : (دکھ سے) I remember

(اس مکالمے کے درمیان صادق آکر دروازے میں کھڑا ہو جاتا ہے)

ٹمیؔ : پھر جب میں نے skating کرنا سیکھا تو میں نے اسی برآمدے میں تمہیں بھی skate کرنا سکھایا تھا۔ ہم دونوں مگر کیسی اچھی skating کرنے لگے تھے یاد ہے

ٹینا : (آہستہ سے) تم نے مجھے slow waltz کرنا بھی سکھایا تھا۔
(ٹمیؔ کا چہرہ slow waltz کے نام سے ہو جاتا ہے۔ جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔)

ٹمیؔ : تم نے جب سینئر کیمبرج کا امتحان پاس کیا تو میں نے اپنی ممیؔ سے کہا۔ ممی میری شادی ٹینا سے کردو لیکن وہ ہنسنے لگیں۔ تم جانتی ہو انہیں ہر serious بات پر ہنسی آجاتی تھی۔ یاد ہے نا ——— ؟
(ٹینا سر ہلاتی ہے)
پھر ممی نے ڈیڈی سے ہنستے ہوئے اس بات کا ذکر کیا۔ اور چند دن بعد ڈیڈی نے مجھے یورپ بھیج دیا۔ ان کے پاس محبت کا علاج یورپ تھا۔

ٹینا : تم ہم سے ملے بغیر ہی چلے گئے تھے۔

ٹمی : لیکن ٹینا! وہاں جب بھی میں پیرس لندن یا روم گیا تو مجھے ان ستونوں کی یاد ضرور آئی جو بچپن میں ہمارے سٹیشن تھے۔ I love you Tina

ٹینا : ٹمی

(دونوں ہاتھ پھیلا کر ایک دوسرے کی طرف اس طرح بڑھتے ہیں۔ گویا بغل گیر ہونیوالے ہوں۔ صادق خاموشی سے داخل ہوتا ہے دونوں کی نظر بیک وقت اس پر پڑتی ہے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ جم جاتے ہیں صادق نے سیاہ تھری پیس سوٹ پہن رکھا ہے۔ ہاتھ میں پائپ ہے وہ پائپ کا کش کھینچتا سر جھکا کر اوپر والی سیڑھیوں کیطرف چلتا ہے)

صادق : معاف کیجیے میں آپ کی گفتگو میں I am sorry شب بخیر ٹینا!

ٹمی : (گھبرا کر) ہم ذرا ماضی کی باتیں کر رہے تھے صادق (ہنسکر) ہم تو پرانے دوست ہیں

صادق : مجھے اپنے دوستوں پر مکمل اعتبار ہے شب بخیر ٹمی۔ go ahead

(پائپ پیتا سیڑھیاں چڑھتا ہوا چلا جاتا ہے)

ٹمی : (خفت کے ساتھ) میں چلتا ہوں ٹینا!

ٹینا : ذرا ٹھہر جاؤ۔ ابھی تو صادق آیا ہے۔

ٹمی : نہیں بھئی اب نہیں پھر کبھی سہی۔

ٹینا : (غم سے) تمہاری موجودگی میں شاید وہ مجھ سے کچھ کہتا۔ شاید میں اسے نظر آجاتی۔

ٹمی : very sorry I am sorry Tina مجھے معلوم نہ تھا کہ تمہیں صادق سے اتنی محبت ہے۔ میں تو....... تمہاری محبت کو Joke سمجھتا رہا۔

ٹینا : A linge by joke

ٹمی : گڈ نائٹ میری باتوں کا بُرا نہ ماننا ———— ta-ta

ٹینا : (دکھ سے) Bye

(پلٹتی ہے اپنے لئے شراب کا گلاس بھرتی ہے دو گھونٹ بھرتی ہے۔ پھر غم اور نشے میں گاتی ہے)

che sera ________ sera __

what will be____________will be

(جس وقت وہ گلاس میں شراب انڈیلتی ہے۔ اس وقت صادق اوپر والی سیڑھیوں سے اترتا ہے۔ اس نے سرخ ڈریسنگ گاؤن پہن رکھا ہے۔ اور ہاتھ میں پائپ ہے)

صادق : رات بہت جا چکی ہے ٹینا ....

گلاس رکھ دو۔

(ٹینا غصے سے سارا گلاس اندر انڈیلتی ہے اور جلدی سے ایک اور گلاس بھرتی ہے)

یہ زہر ہے۔

ٹینا : اور مجھے اس زہر سے محبت ہے

صادق : اتنی شراب تو مردوں کے لئے بھی مضر ہے ٹینا۔ تم تو پھر عورت ہو۔

ٹینا : آپ ہر وقت مجھے عورت ہونے کا احساس نہ دلائیں تو بہتر ہوگا۔

(نرس بھاگی بھاگی آتی ہے اور اوپر چلی جاتی ہے)

نرس : (جاتے ہوئے) گڈ ایوننگ سر

صادق : گڈ ایوننگ سسٹر! (پھر ٹینا سے) گلاس رکھ دو ٹینا۔

ٹینا : (بھڑک کر) تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے، میرا جس قدر جی چاہے گا پیوں گی

صادق : ٹینا!

ٹینا : تم میری Drinks خرید کر نہیں دیتے ____________

They dont come from your purse

صادق : ٹینا۔ چاہے میں تمہاری شراب کا کفیل نہیں ہوں۔ پھر بھی میں تمہیں تباہ ہوتے نہیں دیکھ سکتا

ٹینا : (قہقہہ) تم آج میرے لئے اتنے concerned کیوں ہو رہے ہو۔

صادق : مجھے ہمیشہ تمہارا خیال رہتا ہے۔

ٹینا : Nonsense تم پر تو عظیم آرٹسٹ بننے کا بھوت سوار ہے تمہیں میرا کس طرح خیال ہو سکتا ہے۔

صادق : (ٹینا کو جھنجوڑتے ہوئے) سنو ٹینا! میں نے تمہارے ہاتھوں بہت ذلتیں برداشت کی ہیں۔ تم نے طنز کے زہر آلود تیروں سے میرا دل چھلنی کر دیا ہے۔ تم نے میری انا کو ہر لمحے مجروح کیا ہے۔ اور میں نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ تمہاری باتوں کا پلٹ کر جواب دوں۔ کیونکہ میں اس ہتھیلی کی عزت کرتا ہوں جو مجھے اناج کھلاتی ہے۔

ٹینا : مجھے الّو بنانے کی کوشش نہ کرو۔ میں خوشامد کے ہر angle کو جانتی ہوں۔ اس کے ہر Rainbow shadow سے واقف ہوں۔

صادق : میں نے صحرا کے اونٹ کی طرح بہت دکھ جھیلے ہیں ٹینا۔ اور تم نے میرے کندھے مضبوط پا کر ان دکھوں میں اضافہ کر دیا ہے۔

ٹینا : میں نے تم پر کیا بوجھ ڈالا ہے .... آرٹسٹ؟

صادق : میں نے تمہیں بدمست زندگی گزارتے دیکھا ہے۔ اور خاموش رہا ہوں۔ میں نے تمہیں دوسروں سے عشق کرتے دیکھا ہے۔ اور برداشت کر گیا ہوں۔

ٹینا : کس سے عشق کرتے دیکھا ہے تم نے مجھے۔ کس کی آغوش میں دیکھ کر تم خاموش رہے ہو۔ بتاؤ بولو۔ اب خاموش کیوں ہو؟

صادق : چھوڑو بہت رات ہو گئی ہے۔ چلو چل کر سو رہیں۔ تم اس قدر نشے میں ہو کہ تم سے اسوقت
بات نہیں کی جا سکتی۔

ٹینا : میں اپنی sense میں ہوں تم جواب دو میری بات کا۔ کس سے
محبت کی ہے میں نے شادی کے بعد

صادق : جو گفتگو ابھی ٹمی کے ساتھ ہو رہی تھی کیا وہ موسم کے متعلق تھی۔

ٹینا : (ہنسکر) ٹمی! "Oh Timmy" اس پہ عاشقی کا موڈ سوار ہوا ہی کرتا ہے
تفریحاً! اور اس کے بعد وہ ہمیشہ یورپ چلا جاتا ہے وہ تو
playing mood میں تھا۔ تم اسے محبت سمجھتے ہو۔

صادق : یوں کھُل کھیلنے کے لئے کیا اسے سارے شہر میں میری ہی بیوی ملی تھی۔

ٹینا : dont be silly (ہاتھ ہلا کر) ٹمی سے Jealous
ہونا inefriority کی نشانی ہے۔

صادق : ٹینا! مجھے معلوم نہ تھا۔ کہ ایسی اونچی سوسائٹی میں لوگ کینچوے کی سی زندگی بسر کرتے ہیں جس
طرف چاہتے ہیں۔ اسی طرف چلنا شروع کر دیتے ہیں۔ نہ ان کا کسی اخلاقی ضابطے سے تعلق
ہوتا ہے نہ کسی ضمیر سے۔

ٹینا : (اطمینان سے) اور خود تمہیں کس قدر شوق تھا۔ کینچوا بننے کا مسٹر صادق۔ ایک تمہیں کو نہیں
اونچی سوسائٹی کو بُرا کہنے والے ہر شخص کو کینچوا بننے کا یوں ہی شوق ہوتا ہے (گلاس منہ کو لگاتی ہے)

صادق : ٹینا! آج تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ Please dont drink

ٹینا : میں نے ساری عمر فینسی ڈریس میں کاٹی ہے۔ آرٹسٹ۔ آج میں ٹینا ہوں۔ زریں تاج خورسند
شیخ کفایت علی مرحوم کی اکلوتی وارث۔ آج میں خاموش نہیں رہوں گی تم ہمارے معاشرے کے
وہ نو دولتے میراثی ہو۔ جو چور دروازے سے High society میں
داخل ہوئے ہو۔ تم وہ ۱۵ امبر آدمی ہو۔ جس نے پر تکلف کپڑوں تلے اپنے بچپن کی بڑھتی ہوئی

تلی کو چھپا رکھا ہے تم وہ رئیس ہو۔ جو اپنے ماہانہ خرچ کے چشمے کو رواں رکھنے کے لئے اپنی بیوی کی ہر حرکت کو برداشت کر سکتا ہے۔

صادق : (جیسے آنکھیں کھل گئی ہوں) ٹینا!
یاد رکھو کہ تم میری بیوی ہو!

ٹینا : میں تمہاری بیوی ضرور ہوں صادق۔ لیکن دراصل boss وہی ہوتا ہے جسکی Economic aid سے سارا کاروبار چلتا ہے۔ آپ کی کینوس سے لے کر بستر کی چادر تک اور آپ کی آفٹر شیو لوشن سے لے کر گٹر کھلوانے تک سارا خرچ میں کرتی ہوں۔

صادق : (غصے کے ساتھ) تم کو یہ بنگلہ چھوڑ کر اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ ٹینا ہم آبرو کی زندگی بسر کریں گے۔ میں کماؤں گا تم پکاؤ گی۔

ٹینا : (قہقہہ لگا کر) میں پکاؤں گی How foolish اور تم کماؤ گے How very foolish ___ تم کس قدر کما لو گے مسٹر صادق۔
جس وقت میں نے تمہیں اپنے گھر میں پناہ دی۔ تم ایک معمولی ڈرائنگ ماسٹر تھے۔ اور تمہاری تنخواہ ہمارے شوفر سے تین روپے کم تھی!

صادق : میں تمہیں باعزت زندگی بسر کرنے کی offer دے رہا ہوں ٹینا۔

ٹینا : اس باعزت زندگی کو نہ تم قبول کر سکتے ہو صادق نہ میں۔ بے پیسے کی باعزت زندگی جہنم کی جوانی ہے۔ میں نے تمہیں سوسائٹی میں ایک پرسنلٹی عطا کی ہے عزت کے زور پر نہیں دولت کے زور پر۔ جب آرٹسٹ غریب ہوتا ہے۔ تو کوئی اس کی کینوس پر تھوکتا بھی نہیں۔

صادق : میں غربت میں بھی عظیم آرٹسٹ رہوں گا۔

ٹینا : تم آرٹسٹ نہیں ہو ڈرائنگ ماسٹر۔ دائرے۔ تکون اور مربعے بنانے والے! تمہیں کیا

معلوم آرٹ کسے کہتے ہیں۔ میں نے تمہیں establish کرنے کے لئے اتنے DINNER دیئے۔ ایسی ایسی محفلیں آراستہ کیں کہ شہر کے سارے V. I. P'S کو تم پر عظیم آرٹسٹ ہونے کا گمان ہونے لگا۔ میں نے تمہاری ہر کینوس کو Touch کروایا۔ ان کو سنہری فریموں میں جڑوا کر یوں پیش کیا جیسے وہ لیونارڈو ڈی ونچی کے شاہکار ہوں اور تم نے مجھے ان کے بدلے میں کیا دیا؛ خالی دن۔ تنہا راتیں۔ اگر کہیں تمہارے سینے میں دل ہوتا مسٹر صادق۔ تو وہ عمر بھر میرا احسان مند رہتا۔ ابد تک میرے پیچھے پیچھے دم ہلاتا چلتا۔ لیکن تمہارا دل بھی تو قحط زدہ بچے کی طرح ہے۔ جو کچھ اسے ملتا ہے اپنی ہی جھولی میں ڈالے جاتا ہے۔

(عقب سے پیروں کی مدھم مدھم آواز ابھرتی ہے۔)

صادق: ٹھہرو ٹینا! سنو! وہ صدا پھر آنے لگی ہے۔ سنو۔ میرے دل کے کانوں سے سنو۔ وہ کہہ رہی ہے بھاگ جاؤ۔ فرار کی راہیں کھلی ہیں۔ گریز کے دروازے چوپٹ ہیں۔ بھاگ جاؤ۔ بھاگ جاؤ۔ ورنہ ساری عمر چوکھٹ کے پائیداں کی طرح گزر جائے گی۔

ٹینا: احمق! گدھا!

صادق: تم ٹھیک کہتی ہو۔ بالکل ٹھیک کہتی ہو۔ میں زندگی کے سوراخ میں چوکور کیل ہوں سنو۔ یہ آواز میری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔

(اٹھ کر دروازے کی طرف چلتا ہے جیسے خواب میں ہو)

ٹینا: کہاں جا رہے ہو صادق؟

صادق: وہ صدا بلا رہی ہے ٹینا ——— ٹینا میں رک نہیں سکتا ——— میں ٹھہر نہیں سکتا خدا حافظ جانِ من خدا حافظ ———

(بے ہوشی کے عالم میں چلا جاتا ہے سارے ہال میں قدموں کی آواز گونج بن کر بکھر جاتی ہے۔ ٹینا بت بنی کھڑی ہے۔ یکدم اسے احساس ہوتا ہے کہ صادق جا چکا ہے۔)

ٹینا : صادق! ——— صادق! ——— Come back صادق پلیز

صادق........ ٹھہر جاؤ........ صادق

(سیڑھیوں پر بیٹھ جاتی ہے)

I am sorry صادق very sorry ———

جو کچھ میں نے کہا میرا مطلب اس سے یہ نہ تھا۔ اس بھری دنیا میں میرا کوئی نہیں

Oh my God ——— what have I done

(بار بار کہتی ہے What have I done نرس بھاگی بھاگی

سیڑھیاں اترتی ہے ٹینا کے پاس آکر)

نرس : I am sorry مس ٹینا ——— تمہاری ممی

passed away ——— ویری سوری مس ٹینا ———

(ٹینا کی آنکھوں سے جھر جھر آنسو بہتے ہیں وہ نرس سے لپٹ جاتی ہے)

ٹینا : سسٹر۔ مجھ سے پیار کرنے والا کوئی نہیں۔ دونوں روٹھ گئے سسٹر میں اکیلی ہوں

All Alone All Alone All Alone ممی........

ممی ——— ممی ڈارلنگ۔

(چیختی ہوئی اوپر چڑھتی ہے پردہ گرتا ہے)

تیسرا ایکٹ

پہلا سین

ایک ریٹائرڈ سکول ماسٹر کے گھر کا اندرونی حصہ جس میں دونوں جانب دیوار کھڑی ہے صحن کا اندرونی حصہ اندر پچھلی طرف برآمدہ اور کمرے نظر آتے ہیں۔ کمرے کے دروازوں میں رنگین شیشے لگے ہیں صحن کے ایک طرف ہینڈ پمپ اور جپہ بچہ کی منڈیہ ہے۔ برآمدے میں پرانی وضع کا طاق ہے جس میں ایک لالٹین پڑی ہے دو چار چنبیلی کے بوٹے تیل کے پرانے کنستروں میں برآمدے کے ستونوں کے ساتھ آراستہ ہیں۔ دائیں جانب دیوار میں ایک دروازہ ہے جس کے آگے ٹاٹ کا پردہ ہے بائیں طرف سے Exit کا کوئی راستہ نہیں برآمدے سے ہو کر اندر کمرے کی طرف ایک دروازہ کھلتا ہے جس کے آگے چارخانے کا پردہ پڑا ہے برآمدے میں تخت پوش پر مشجر پڑی ہے۔ چند مونڈھے برآمدے میں دھرے ہیں۔ جن پر کڑھی ہوئی لٹھے کے غلافوں والی گدیاں پڑی ہیں۔ جپہ بچہ کے بیچ میں ٹاٹ پر چند بچے ناظرین کی طرف پشت کئے بیٹھے ہیں۔ ان کے سامنے چوکی پر میاں جی بیٹھے ہیں۔ انہوں نے لٹھے

کی شلوار لمبی قمیص اوپر سیاہ کوٹ اور سر پر پیلا کلادہ پہن رکھا ہے۔ یہ جو کی نماز پڑھنے کے کام آتی ہے۔ بگا بشیر امینہ اور دور دور بچے بیٹھے سیپارے پڑھ رہے ہیں۔)

میاں: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا

(سارے بچے میاں جی کے پیچھے پڑھتے ہیں)

میاں: قَالَ هٰذَا رَبِّي

بچے: قَالَ هٰذَا رَبِّي

میاں: پھر جب رات کی تاریکی چھائی تو حضرت ابراہیمؑ نے ایک ستارہ دیکھا - قَالَ هٰذَا رَبِّي آپ نے فرمایا یہ میرا رب ہے۔

بچے: قَالَ هٰذَا رَبِّي آپ نے فرمایا یہ میرا رب ہے۔

میاں: فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ (بچے ایک مرتبہ ماسٹر کے ساتھ اور دوبارہ اکیلے دہراتے ہیں)

میاں: سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

بچے: (پیچھے پیچھے) سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

میاں: فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّي

(بچے دو مرتبہ پیچھے پیچھے پڑھتے ہیں)

میاں: پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے۔

قَالَ هٰذَا رَبِّي آپ نے فرمایا یہ ہے میرا رب

قَالَ هٰذَا رَبِّي

بچے: قَالَ هٰذَا رَبِّي آپ نے فرمایا یہ ہے میرا رب

میاں : فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ
مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۔

(کچھ بچے پڑھتے ہیں کچھ ٹوٹا ٹوٹا ساتھ دیتے ہیں عذرا اندر سے آتی ہے ۔ خوش شکل لڑکی ہے ۔ لیکن چہرے پر پاکیزگی سنجیدگی اور سادگی ہے ۔ لباس سادہ ہے ۔ سر پر دوپٹے کی بکل مارے ہوئے ہے بات کرتی ہے تو آنکھوں میں چمک پیدا ہو جاتی ہے ہنستی ہے تو گالوں میں گڑھے پڑ جاتے ہیں ۔)

عذرا : اباجی !

میاں : کیا ہے بیٹے ؟

عذرا : اباجی لکڑیاں نہیں ہیں ۔

بشیر : (جلدی سے اٹھ کر) میاں جی میں جاؤں جی ٹال پر ؟

میاں : نہیں نہیں تم بیٹھ کر سبق یاد کرو ۔ (عذرا سے) بیٹی اکٹھی چیز منگوا لیا کرو ۔ مہینے کے شروع میں جب پنشن ملے تبھی ۔

بگا : میاں جی میں جاؤں جی ٹال پر

عذرا : اکٹھی منگوائی تھیں اباجی لکڑیاں لیکن ———— پتہ نہیں اس بار کچھ پہلے ہی ختم ہو گئیں ۔

میاں : کچھ اُپلے وغیرہ منگوا کر کام چلا لیتیں بیٹی ۔

عذرا : سالن تو پکا لیا ہے جی ۔ لیکن روٹی نہیں پکے گی اپلوں پر ۔

میاں : سنو بشیرے ، تم جاؤ بھاگ کر ٹال پر ۔ خان سے کہنا ایک من لکڑی ڈال جائے ۔ ابھی اسی وقت ————

سارے بچے : میں جاؤں جی ۔ میں جاؤں میاں جی میں جاؤں جی

(ہاتھ اٹھا اٹھا کر بچے پوچھتے ہیں)

میاں : سب بیٹھ کر آرام سے پڑھو۔ جس سے میں نے کہا ہے وہی جائے جلدی آنا بشیرے

بشیر : (چٹکی بجا کر) یوں گیا جی اور یوں آیا

میاں : اور دیکھ راستے میں بندر کا تماشا دیکھنے نہ کھڑے ہو جانا

بشیر : نئیں جی ——— ابھی آتا ہوں گولی کی طرح۔

(بشیر بھاگ کر جاتا ہے عذرا اندر کی طرف مڑتی ہے راہ میں دو چار کاغذ کے ٹکڑے پڑے ہیں۔ وہ اٹھاتی ہے پچھلی طرف سے باہر چلی جاتی ہے میاں جی سبق جاری رکھتے ہیں)

میاں : میرے ساتھ پڑھو۔

سب : فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنۡ لَّمۡ يَهۡدِنِىۡ رَبِّىۡ لَاَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡقَوۡمِ الضَّآلِّيۡنَ۔

میاں : سو جب غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔ مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔

بچے : سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا

(بگا کھڑا ہو کر سوال پوچھنے کے انداز میں)

بگا : میاں جی

میاں : کیا ہے بگے؟

بگا : میاں جی یہ نیقا مجھ کو چونڈیاں کاٹتا ہے (نہ حنیف کہا جائے اور نہ چٹکیاں)

میاں : حنیف میاں یہ تو اچھی بات نہیں ہے بیٹے۔

حنیف : (اٹھ کر) میاں جی یہ منہ چڑا رہا ہے جی میرا

میاں : اچھا اچھا تم دونوں الگ الگ بیٹھو۔ تم اٹھ کر رحیم کے پاس بیٹھو بگے۔ شاباش چھوڑ دو جگہ اپنی۔ اور حنیف تم قطار کے آخر میں چلو ہاں۔ سیپارہ اٹھا کر شاباش۔

(بگا اور حنیف دونوں قطار کے دونوں جانب آخر میں بیٹھتے ہیں)

میاں : فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ پڑھو میرے ساتھ۔

(میاں جی دوبارہ پڑھتے ہیں۔ بچے ساتھ دوہراتے ہیں)

هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ پھر جب ١

آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا فرمایا۔ یہ میرا رب ہے یہ تو سب میں بڑا ہے سو جب وہ غروب ہو گیا آپ نے فرمایا اے میری قوم بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ حنیف آگے پڑھو۔

حنیف : (اٹھ کر) اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا (یہاں سے میاں جی حنیف کے ساتھ مل جاتے ہیں)

میاں : وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ سب پڑھو میرے ساتھ ساتھ۔

(اِنِّي سے مشرکین تک سب ساتھ پڑھتے ہیں)

میاں : معنی بیان کرو بگے۔

بگا : میں اپنا رخ کرتا ہوں اس کی طرف جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔ اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔

میاں : شاباش بیٹھ جاؤ۔ ھٰذا رَبّی کے ہجے کرو رحیم۔

رحیم : (اٹھ کر اٹکتے ہوئے) ھَ۔ ذا۔ رُب ب ی۔

میاں : سب ہجے کرو ھٰذا رَبِّیْ کے

(سب بچے ہجے کرتے ہیں ٹال والا پٹھان من بھر لکڑیاں بیٹھ پر لادے ٹاٹ والے دروازے پر دستک دیتا ہے)

میاں : کون ہے؟ ذرا رکنا بچو

(بچے خاموش ہوتے ہیں)

کون ہے ؟

خان : میں ہوں میاں جی - خان

میاں : آجاؤ خان ــــــــــ پڑھتے چلو بیٹا۔

(بچے ان مانے جی سے ہجے کرتے ہیں لیکن کچھ زیادہ شور نہیں پڑتا۔ کیونکہ حنیف اور لنگا پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑنے میں مشغول ہیں)

خان : کدھر رکھے لکڑی ماسٹر جی ؟

میاں : برآمدے میں ڈال دو۔ اور وہ بشیر کہاں گیا خان ؟

خان : امارے ساتھ تھا خبر نیئں کدھر گیا۔ بڑا تیز چھوکرا اے ماسٹر جی۔ کبھی ادھر جاتا ہے کبھی ادھر۔

(خان پچھلی طرف جاتا ہے بشیر بھاگا ہوا آتا ہے)

بشیر : میاں جی۔ میاں جی (سانس چڑھا ہے وحشتناک چہرہ لئے)
ادھر جی باہر مخدوموں کی دہلیز پر ایک آدمی مرا پڑا ہے جی

(بچے یکدم حیران پریشان کھڑے ہو جاتے ہیں)

میاں : کیا کہتا ہے نالائق ؟

بشیر : ادھر جی مخدوموں کے گھر کے سامنے گندے پانی کے گڑھے کے پاس گرا ہوا ہے جی منہ کے بل۔ مر چکا ہے جی۔

میاں : خان میاں ذرا چلنا تو میرے ساتھ۔ دیکھیں کیا معاملہ ہے۔

(خان جلدی سے آتا ہے کچھ بچے باہر کھسک جاتے ہیں۔ باقی بھی کھسکنے کی کوشش کرتے ہیں)

خان : (آکر) کیا ہے ماسٹر جی !

میاں : آؤ ذرا میرے ساتھ ہو لو۔ چلو بشیرے

بشیر : وہ تو مر چکا ہے میاں جی ——

میاں : چلو دکھاؤ تو سہی۔

خان : کون مر چکا اے جی !

میاں : تم آؤ تو سہی میرے ساتھ۔

(خان میاں اور بشیرا چلے جاتے ہیں۔ صرف لگا ٹاٹ پر بیٹھا رہ جاتا ہے اور ناک سے چوہے نکالتا ہے)

عذرا : (اندر سے نکل کر آتی ہے) ابا جی کہاں ہیں ؟

لگا : باہر گئے ہیں آپا جی۔

عذرا : باہر کیوں گئے ہیں یکدم سارے کے سارے۔

لگا : کوئی آدمی مر گیا ہے آپا جی۔ مخدوموں کی دہلیز پر

عذرا : کیا کہا۔

لگا : بشیر نے بتایا ہے جی پانی کے گڑھے میں ڈوب کر مر گیا ہے سب اسے دیکھنے گئے ہیں۔

عذرا : تم ساتھ کیوں نہیں گئے سب کے۔

لگا : میری اور بشیر کی لگتی ہے جی۔ وہ میری بات نہیں مانتا میں اسکی نہیں مانتا ہر وقت شو مارتا ہے آپا جی۔ میں کیوں اس کا مرا ہوا آدمی دیکھنے جاؤں۔

(خان اور میاں صادق کو اٹھا کر لاتے ہیں ساتھ ساتھ بچے بھی اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ صادق کے ماتھے سے لہو بہہ رہا ہے وہ بے ہوش ہے جسم پر پھٹا پرانا تھری پیس سوٹ ہے۔ حالت خستہ ہے چہرہ شرابیوں کی طرح سوجا سوجا بے جان اور گلابی گلابی نظر آتا ہے عذرا اور حنیف مل کر چوکی پہ سے جانماز اٹھا کر اسے سیدھا کرتے ہیں۔)

لگا : مرا ہوا ہے کہ زندہ ہے میاں جی۔

(پاس نہیں آتا اسی طرح ٹاٹ پر بیٹھا ہے)

(بشیرے کے ہاتھ میں شراب کی بوتل ہے صادق کی جیب میں ایک لمبا اخبار ہے)

خان : تو تم کو کیا فکر لگا ہے اس بدذات کا ——— تم اپنا سیپارہ پر دھیان کرو ناں۔

بشیر : یہ مرے ہوئے آدمی سے ڈر رہا ہے خان۔

بگا : تم ڈرتے ہوگے ہیں تو کسی چیز سے نہیں ڈر رہا۔

(میاں اور خان صادق کو چوکی پر لٹاتے ہیں)

میاں : اندر سے تکیہ تو لاؤ بیٹیا

(عذرا خاموشی سے جاتی ہے)

(آواز دے کر) اور بیٹیا کچھ روئی اور گرم پانی بھی لے آ۔ جا بگے بھاگ کر ڈاکٹر سعید صاحب کو بلا لا۔ کہنا میاں جی بلا رہے ہیں۔ (نبض دیکھتا ہے)

بشیر : میں جاؤں جی

بگا : کیوں تو کیوں جائے گا۔ میری ٹانگیں ٹوٹی ہوئی ہیں (نقل اتار کر) میں جاؤں جی میں جاؤں جی۔

خان : (خان جیب میں سے ڈبیا نکال کر پاس بیٹھتا ہے) اس کو تھوڑا نسوار سونگھا دو ماسٹر جی۔ ہوش کرے گا اپنے آپ یہ لو نسوار

میاں : (آواز دے کر جاتے ہوئے بگے سے) اور راستے میں کسی سے لڑنا نہیں۔

خان : (صادق کو نسوار سنگھاتا ہے) ہوش کرو بابا ہوش کرو۔ کیا اتنا جوان ہو کر بے ہوش ہوتا پھرتا ہے۔ عورت ذات کے مافک۔

بشیر : (بوتل کھول کر سونگھتا ہے) اس میں تو شراب ہے میاں جی۔

خان : تم بہت شیطان ہے تم کو کیسے پتہ چلا، احمق کا بچہ کہ اس میں شراب ہے

میاں : بوتل رکھ دو چوکی کے نیچے اور تم سب جاؤ اپنے اپنے گھر۔ چھٹی ہے۔ آج

بچے : (پاپے اٹھاتے ہوئے اچھلتے کودتے) چھٹی چھٹی چھٹی۔ ادھے دیلے ساری چھٹی چھٹی چھٹی چھٹی۔

(سارے بچے شور مچاتے چلے جاتے ہیں۔ صرف بشیر رہ جاتا ہے۔ عذرا آتی ہے ایک ہاتھ میں گرم پانی کا کٹورہ دوسرے ہاتھ میں روئی اور پٹی ہے بازو پر تکیہ ہے باپ کے پاس آکر خاموش کھڑی ہو جاتی ہے۔ باپ تکیہ لے کر صادق کے سر تلے رکھتا ہے)

خان : بس اب صبر آجائے گا ہوش کرو۔ تھوڑا نسوار اور دے گا ناک میں۔ ہوش کرو بابا ہوش۔
(چٹکی بھر نسوار اور ناک میں دیتا ہے)

میاں : بس بس خان ——— کیا کر رہے ہو۔

خان : دماغ کو شراب کا گرمی چڑھ گیا ہے خنزیر کے۔ اٹھا کر باہر پھینکو باہر۔

میاں : تم چلو خان ——— بس اب اس کو ہوش آجائے گا عذرا بیٹی ذرا اس کا زخم صاف کر کے پٹی باندھ دو سر پہ!

عذرا : شراب!

خان : بدذات اے بدمعاش اے اس کا حلیہ دیکھو دیوث کا ——— گولی مارو ماسٹر جی ——— پھینکو اس کو

میاں : بس خان شکریہ! تم چلو ٹال پر ——— ذرا اس کو ہوش آجائے تو پھینک دینگے۔

خان : اچھا ماسٹر جی ہم تو چلتا ہے پر تم اس خنزیر کو جلدی گھر سے باہر کرو شراب پی کر مرتا اے دیوث مرنے دو اس کو۔ پیسہ اب دے گا کہ مہینہ پر؟

میاں : پنشن آنے پر

خان : اچھا! ——— سلام علیکم ماسٹر جی۔

(عذرا سرہانے بیٹھ کر روئی کے پھائے سے زخم صاف کرنے لگتی ہے، بشیر احمقوں کی طرح جھک کر صادق کا چہرہ دیکھ رہا ہے)

میاں : ذرا سی ٹانگیں دباؤ بشیر۔

(خود میاں جی نیچے پنجوں کے بل بیٹھ کر محبت سے صادق کا ہاتھ پکڑ کر دباتا ہے۔ یک دم صادق چھینک مار کر اٹھتا ہے نیم بے ہوشی ہیجان اور نشے کی ملی جلی کیفیت طاری ہے۔ ہذیانی عالم میں کہتا ہے)

صادق : (اٹھ کر) ٹینا! رک جاؤ دیکھو خودکشی حرام ہے ٹھہرو۔ میں آرہا ہوں رک جاؤ ٹینا! تم کو اپنے ہونے والے بچے کی قسم! رک جاؤ ——— ابا ——— میں کشتی لارہا ہوں تمہارے لئے Rescue party کی کشتی ——— ماں تم درخت کی ٹہالیاں پکڑے رکھو مضبوطی سے ——— ٹینا! خدا کے لئے ٹینا ——— خدا کے لئے ٹھہرو رک جاؤ لمحہ بھر ——— ٹھہرو۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں ——— ٹینا! ——— ٹینا ——— ٹینا

(جیسے ایک بار پھر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ میاں جلدی سے اٹھ کر سنبھالتا ہے اور آرام سے واپس لٹاتا ہے عذرا جو اس کی باتیں سن کر خوف سے علیحدہ کھڑی ہے اس سے باپ پھر کہتا ہے)

میاں : چلو عذرا لہو صاف کر کے پٹی باندھ دو۔

عذرا : (بھولپن سے) یہ شراب کے نشہ میں بول رہا تھا ابھی؟

میاں : بظاہر تو یہی معلوم ہو رہا ہے لیکن کیا خبر اس نشے کے پیچھے کوئی دکھ بھی اس کا کلیجہ جلا رہا ہو۔ ذرا نرم ہاتھ سے ماتھا صاف کرنا زیادہ چوٹ آئی ہے۔

(عذرا زخم صاف کرتی ہے پھر ایک ہاتھ سے منہ پر دوپٹہ لے لیتی ہے جیسے شراب کی

بوناگوارگزری ہو)

بشیر : میاں جی یہ پکا شرابی ہے (ٹانگیں دبا رہا ہے) میں نے کئی دفعہ دیکھا ہے اسے گاڑی والے پل پر کھڑا شراب پیا کرتا ہے ۔ اللہ میاں اسے دوزخ میں ضرور بھیجے گا ۔

میاں : تو اپنا کام کر ——— اللہ میاں کا کام اسی کے ذمہ رہنے دے ۔

عذرا : ابا جی اس کے منہ سے تو بو آتی ہے ۔

میاں : کوئی بات نہیں بیٹے .... اپنے کام سے غرض رکھتے ہیں ۔

عذرا : اچھا جی (ہاتھ سے دوپٹہ چھوڑ دیتی ہے)

صادق : (جیسے ہوش میں آکر) آپ کون ہیں ، میں کہاں ہوں؟ ——— یہ ——— یہ کون سی جگہ ہے ۔

میاں : (شفقت سے) یہ گھر ہے بیٹا ۔ (بڑی محبت کے ساتھ ٹھہرا ٹھہرا کے ہوئے) گھبرا تمہارے ماتھے پر چوٹ آگئی ہے ابھی ڈاکٹر صاحب آتے ہی ہوں گے ۔ جا بشیر دوڑ کر دیکھ تو سہی یہ لیکا ابھی تک کیوں نہیں لایا ڈاکٹر صاحب کو ——— جا شاباش (بشیر جاتا ہے)

جلدی آنا بگے کی طرح وہیں نہ بیٹھ جانا

(صادق نقاہت سے میاں جی کے کندھے پر سر لگاتا ہے)

صادق : صرف ماتھے پر چوٹ آئی ہے ؟ لیکن اخبار میں تو لکھا ہے کہ ——— کہ اس نے خودکشی کر لی ہے کنپٹی پر پستول مار کر ——— (پھر ہذیانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے) یہ پڑھیئے یہ دیکھئے ——— (اخبار جلدی سے نکال کر میاں جی کو دکھاتا ہے)

یہ دیکھئے زریں تاج خورسند کفایت علی مرحوم کی اکلوتی بیٹی نے خودکشی کر لی ۔ (آہستہ

آہستہ پڑھتے ہوئے) خودکشی کی وجہ غالباً شوہر سے ناچاقی تھی ——— ٹھہرو

ٹینا! ——— میں آرہا ہوں ——— رک جاؤ ———

رک جاؤ دیکھو ——— میں احسان فراموش نہیں سنو ٹینا۔ ٹینا ———

ٹینا ٹینا ———

(ٹینا ٹینا پکارتا بے ہوش ہوکر میاں جی کے بازوؤں میں گرتا ہے۔ میاں جی منہ میں کچھ پڑھ کر دم کرتے ہیں۔ عذرا حیران بیٹھی ہے پردہ گرتا ہے)

تیسرا ایکٹ

دوسرا سین

(آنگن کے وسط میں بگا بشیر حنیف اور رحیم ٹاٹ پر بیٹھے سیپارے پڑھ رہے ہیں۔ چہ بچے کے پاس صادق مونڈھے پر بیٹھا چاقو سے گنا چھیل رہا ہے۔ میاں جی چوکی پر بیٹھے بچوں کو پڑھا رہے ہیں سر پر نمازی ٹوپی اور ہاتھ میں تسبیح ہے صادق گنا بھی چھیلتا ہے اور ملاجی کی حماقت پر طنزیہ ہنستا بھی جاتا ہے)

میاں: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا پھر جب رات کی تاریکی چھا گئی تو حضرت ابراہیمؑ نے ایک ستارہ دیکھا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۔ بولے یہ ہے میرا رب
(عربی قرأت کے ساتھ پڑھتا ہے)

بچے: (پیچھے پیچھے دوہراتے ہیں)

میاں: فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ (صادق غور سے ان کی طرف دیکھتا ہے)

میاں : فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا
یہ ہے میرا رب (بچے ان کے پیچھے پیچھے پڑھتے ہیں۔)
میاں : فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ
سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ
لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔
(دوہراتے ہیں)
میاں : فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ
قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۔
(بچے پیچھے دوہراتے ہیں)
پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا فرمایا یہ میرا رب ہے یہ تو سب میں بڑا ہے سو
جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا اے میری قوم بے شک میں تمہارے شرک سے
بیزار ہوں۔
(صادق چھری اور گنا ہاتھ میں لئے ساکت رہ جاتا ہے)
میاں : اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا
وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۔ میں اپنا رُخ کرتا ہوں اس کی طرف جس نے
آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔
(بچے پیچھے پیچھے دوہراتے ہیں چونکہ اس آیت کی Repeatvalue
ہے اس لئے اس بار ساری آیت میاں جی قرأت کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بچے
بھی قرأت سے ہی دوہراتے ہیں۔ پچھلے سین میں یہی آیت محض پڑھائی جائے)
میاں : لو تم آرام سے بیٹھ کر سبق یاد کرو میں جا کر نماز پڑھ آؤں (اٹھ کر) اور دیکھنا میرے
پیچھے شرارت نہیں کرنا۔

لڑکے : نہیں کریں گے جی

میاں : (جاتے ہوئے) تو اٹھ بگے اور ادھر رحیم کے پاس بیٹھ جاکر ————

(بگا جگہ تبدیل کرتا ہے۔ پھر سب مل کر کچھ آؤں غاؤں پڑھتے ہیں۔ اندر والے کمرے سے عذرا نکلتی ہے اور دو کرسیاں برآمدے میں سے اٹھا کر پھر اندر چلی جاتی ہے۔ صادق گم سُم کھڑا ہے۔ پھر یک دم سر جھٹک کر گنا چھیلنے میں مشغول ہو جاتا ہے)

بشیر : بھائی جان آج قوالی نہیں کرتی؟

صادق : اب؟ اس وقت

بگا : ہاں جی

صادق : نہیں یار اسوقت نہیں

بشیر : اس وقت کیا ہے جی؟

صادق : تمہارے ملاجی آئیں گے ادھر سے

بگا : وہ کچھ نہیں کہتے جی

صادق : پکی بات ہے؟

پکڑوا نہیں دینا

حنیف : نہیں جی ہم ذمہ دار ہیں (ذمہ دار نہ کہلوائیے گا)

صادق : (گنا چاقو رکھ کر) چلو پھر ———— شروع ————

(خود میاں جی کی جگہ چوکی پر بیٹھ جاتا ہے)

ایک دو تین۔

لڑکے : ملوانیاں دا دین نے ایمان روٹیاں

بشیر : شوروہ ڈُولن تے ٹُچگ ٹُچگ کھان بوٹیاں

صادق : جمعرات کو آیا جلوہ

بگا : بولے ــــــــــ کی بولے ؟ رب نے دکھایا جلوہ

سب : ملوانیاں دا دین تے ایمان ردٹیاں ۔ شورہ ڈولن تے چُگ چُگ کھان بوٹیاں

صادق : اب ووگن میں چلو ۔ اس طرح ۔ ملوانیاں دا دین تے ایمان ردٹیاں ۔ جلدی جلدی تیز تیز شاباش دُرت کی چال ۔

(سب دُرت میں قوالی کرتے ہیں)

بگا : (چیخ کر) کوٹلا چھپاکی بھائی جان کوٹلا چھپاکی

صادق : نہیں یار کل سہی اب دل نہیں چاہتا ۔

(اٹھ کر چپ چاپ سوچ میں غرق ایک ٹانگ چوکی پر رکھ کر کھڑا ہو جاتا ہے)

بشیر : میں ابھی لایا آپا جی کا دوپٹہ ۔ تم بیٹھو سارے قطار میں ۔

بگا : وڈا معتبر دیکھو ۔ میں لایا دوپٹہ ۔ یہ دیکھو میں تے پہلے سے کوٹلا بنا کر رکھا ہؤا ہے ۔ آؤ بھائی جان ۔

صادق : بھئی تم لوگ ہی کھیلو ۔

بگا : آپ نے وعدہ کیا تھا کل کھیلیں گے ۔

صادق : اور کل پورا کروں گا وعدہ

بگا : میاں جی کہتے ہیں جس سے وعدہ کرو اسے پورا کرو ۔ ایک دفعہ رسولؐ پاک نے کسی آدمی سے وعدہ کیا ۔ تین دن رسول پاک کھڑے رہے درخت تلے وعدہ کی خاطر ــــــــــ بھوکے پیاسے ۔

صادق : ملّا جی کی بات چھوڑو ۔ انہیں تو ایسی باتوں کے سوا اور کچھ آتا ہی نہیں ۔ اچھا لیکن ایک گیم لگے گی ۔
اس سے زیادہ نہیں ۔

سب : منظور منظور۔

(بشیر، حنیف، رحیم اور صادق گول دائرے میں بیٹھتے ہیں۔ لبگا کوٹلا ہاتھ میں لے کر۔ ان کے پیچھے بھاگتا ہے)

لبگا : (کوٹلا چھپاکی جمعرات آئی اے جیہڑا مڑ کے دیکھے اس دی شامت آئی اے ہے۔ کوٹلا......

(لبگا کوٹلا بشیر کے پیچھے پھینکتا ہے بشیر بھانپ کر جلدی سے کوٹلا اٹھاتا ہے لبگا بھاگ کر بشیر کی جگہ جاکر بیٹھتا ہے۔)

بشیر : کوٹلا چھپاکی جمعرات آئی اے۔ جیہڑا مڑ کے ویکھے اس دی شامت آئی ہے۔

(اس بار وہ صادق کے پیچھے کوٹلا پھینکتا ہے۔ صادق کوٹلا پکڑ کر بشیر کے پیچھے بھاگتا ہے وہ گولی کی طرح دائرے کے گرد بھاگ کر صادق کی جگہ بیٹھ جاتا ہے۔ اب کوٹلا صادق کے ہاتھ میں ہے وہ چکر کاٹتا کہتا ہے)

صادق : کوٹلا چھپائی جمعرات آئی ہے۔ جو مڑ کر دیکھے اسکی شامت آئی ہے۔

(وہ کوٹلا رحیم کے پیچھے پھینکتا ہے۔ جو سر جھکائے بیٹھا ہے۔ چکر کاٹ کر صادق پھر اس کے پیچھے آتا ہے اور کوٹلا اٹھاتا ہے)

عذرا : (دائرے کے پاس آکر) بشیر مجھے دو پیسے کا دھنیا اور دو آنے کا گرم مسالہ تو لادو ——— یہ لو ڈھائی آنے۔

(رحیم اسی طرح گم سُم سر جھکائے بیٹھا ہے۔ عذرا پاس آکر رکتی ہے اصولاً رحیم کو اٹھنا چاہیئے لیکن صادق کوٹلا لے کر عذرا کے پیچھے بھاگتا ہے وہ ہرنی کی طرح چوکڑی بھرتی ہے صادق اسے دو ایک قمچیاں مارتا ہے۔ عذرا دائرے میں بشیر کے پاس بیٹھتی ہے)

عذرا : یہ لو ڈھائی آنے۔

صادق : (رک کر) آج ملاجی کو بتاؤں گا کہ جب آپ گھر پہ نہیں ہوتے تو آپ کی نیک پردیں

کوٹلا چھپاکی کھیلتی ہے۔ آپ کے شاگردوں کے ساتھ۔

عذرا : (اٹھتے ہوئے) آپ اباجی کو ملاجی کیوں کہتے ہیں۔

صادق : یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ ملا کو ملا ہی تو کہتے ہیں۔

عذرا : اباجی ملا تو نہیں وہ تو ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر ہیں۔ سب انہیں میاں جی کہتے ہیں۔

صادق : ملاجی۔ میاں جی ایک ہی بات ہے سب کا بس ایک شغل ہے دوسروں کو نیکی کی تعلیم دینا نیکی آخ۔

(قے کرنے کے انداز میں منہ بناتا ہے۔)

عذرا : لا دے ناں دھنیا اور گرم مسالہ اور دیکھ جلدی آنا۔

بشیر : اچھا جی۔

(پیسے لے کر دوڑ جاتا ہے پھر) دو آنے کا گرم مسالہ دو پیسے کا دھنیا۔ دو آنے کا گرم مسالہ دو پیسے کا دھنیا ———— (یہ دہراتا جاتا ہے)

عذرا : اور تو حنیف لالٹین میں تیل ڈلوا لا۔

حنیف : میں جا رہا ہوں آپا جی میری بے بے کی طبیعت خراب ہے کہتی تھی جلد آنا۔ چل رحیم،

عذرا : قوالی کرتے ہوئے تجھے بے بے یاد نہیں آئی۔

بگا : میں لالٹین لے جاؤں جی؟

عذرا : ہاں لے جاؤ۔ یہ لو پیسے۔ اور دیکھنا پیچ اچھی طرح سے بند کرنا۔

بگا : اچھا آپا جی۔

(حنیف اور رحیم سیپارے اٹھا کر جاتے ہیں بگا طاق کی طرف مڑتا ہے اور لالٹین اٹھاتا ہے)

صادق : سنو عذرا۔

عذرا : (ایک دم مڑتے ہوئے) جی؟

صادق: تم لوگ مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں کہ میں کون ہوں۔ میں کب تک رہوں گا کب تک تمہاری روٹیاں توڑتا رہوں گا۔

عذرا: جی۔

صادق: تم اور تمہارا باپ۔ تم دونوں مجھ سے کچھ پوچھتے کیوں نہیں۔

عذرا: ہم کیا پوچھیں جی؟

صادق: جاؤ اپنا کام کرو اور دیکھو اگر میں تمہیں بلاؤں بھی تو میری بات کا جواب نہ دیا کرو ——— سنا۔؟

عذرا: اچھا جی ———

(عذرا پچھلی طرف لوٹتی ہے بگا لالٹین جھلاتا ملوانیاں دا دین تے ایمان روٹیاں گاتا ہوا ٹاٹ والے دروازے سے باہر نکلتا ہے)

صادق: (جیسے گہری سوچ میں ہے چلتا ہوا کہتا ہے) ٹینا تم نے خودکشی کیوں کی؟ کیوں ٹینا؟ تم سمجھتی تھیں کہ میں تمہارا احسان مند نہ تھا۔ تم نے میرے خواب سچ کر دکھائے تھے۔ پھر میں تمہارا احسان مند کیسے نہ ہوتا (رک کر) تم نے یہ کیوں نہ سوچا کہ اگر میں گھر سے نکل گیا ہوں تو پیسے ختم ہوتے پر خود ہی لوٹ آؤں گا۔ تم نے میری خودداری کو سچ کیوں سمجھ لیا۔ میرے روٹھ جانے کو اتنی اہمیت کیوں دی؟ ٹینا۔ (جیب سے اخبار نکالتا ہے) یہ دیکھو ٹینا تم سے بچھڑ کر بھی ایک رشتہ قائم ہے۔ یہ رشتہ شراب کا ہے۔ مے نوشی کا اس نشے کے تار پر میں بازی گر کی طرح چل کر تم تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ لیکن یہ راستہ ختم نہیں ہوتا ——— یہ مسافت طے نہیں ہوتی۔

(عذرا آتی ہے)

عذرا: آپ نے مجھے بلایا جی؟

صادق: (اپنی رو میں اخبار اسے دکھا کر) یہ اخبار دیکھو عذرا ——— اس لڑکی کو

دیکھتی ہو

(عذرا اخبار دیکھتی ہے)

تم مجھ سے پوچھتی کیوں نہیں کہ یہ کون ہے؟

عذرا: (منہ پرے کرکے) میں پوچھ کر کیا کروں گی جی؟

صادق: یہ ٹینا ہے۔ زریں تاج خورسند سادہ لوح اور معصوم۔ اس قدر معصوم کہ خود اسے بھی علم نہ تھا۔ کہ وہ تباہی کی دلدل میں کس تیزی سے اترتی جارہی ہے (دکھ سے) جب تک میں اس کی زندگی میں داخل نہیں ہوا تھا وہ کس قدر خوش تھی ہوا کی طرح آزاد ——— بچے کی طرح خوش اور پھول کی طرح تر و تازہ میں اس کی خوشبوں کو دیمک بن کر چاٹ گیا ——— میں ——— میں نے اسے خودکشی پر مجبور کیا۔ یہ خودکشی اس نے ایک دن میں نہیں کی عذرا ——— وہ ہر روز مرتی تھی۔ میرے ہاتھوں ——— ہر روز اس دولتمند لڑکی نے مجھ سے ایسی محبت کی جیسے پوڈل کتے اپنے مالکوں کی گود سے کرتے ہیں۔ ٹینا نے مجھ کو سب کچھ دیا۔ آسائش دولت ——— محبت۔ اس نے میری ساری تمناؤں کو ایک ایک کرکے پورا کیا۔ اور میں نے اسے کیا دیا۔ (ہنس کر) موت! بدنامی اور بے چارگی کی موت ——— تم یہاں کھڑی کیا کررہی ہو جاؤ اپنا کام کرو۔

(اخبار لئے عذرا گم سم جاتی ہے)

صادق: میرا اخبار مجھے لوٹاتی جاؤ ——— میرے پاس اس کی اور کوئی نشانی نہیں۔

(عذرا واپس آکر اخبار پکڑاتی ہے صادق غور سے اسے دیکھتا ہے۔ عذرا بت بنی پاس کھڑی ہے) اس کی زندگی کو میں نے اپنا شعار بنانا چاہا عذرا۔ لیکن اس کی زندگی کچھ ایسی چیز نہ تھی کہ جس کی نقل آسانی سے ہوسکتی۔ میں نے ہر چمکدار شے کو سونا سمجھا۔ ہر تابناک نشان کو زندگی جانا۔ ہر روشن چیز کو نشان منزل سمجھا ——— لیکن

(یکدم سنجیدہ ہو کر) اصلی منزل کون سی ہے عذرا ———— ؟ اصلی منزل کدھر ہے ؟

عذرا : میں کیا بتاؤں جی۔ مجھے تو آپ کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔

صادق : جاؤ چلی جاؤ۔ اور اگر میں بلایا کروں تو میرے پاس نہ آیا کرو۔ اور اگر میں تم سے کچھ بات کروں تو میری بات کا جواب نہ دیا کرو۔

عذرا : (چلتے ہوئے) اچھا جی۔ (عذرا اندر والے کمرے میں چلی جاتی ہے)

صادق : اگر اس رات مجھے علم ہوتا ٹینا کہ تمہارے وجود میں ایک اور زندگی پل رہی ہے تو شاید میں تمہیں چھوڑ کر نہ جاتا۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ میری خفگی کے جواب میں تم ایسا خوف ناک اقدام کرو گی۔ جس سے میں تمہاری عنائتوں اور تمہاری عطا کردہ آسائشوں سے محروم ہو جاؤں گا تو میں کبھی نہ جاتا۔ تمہارا اس دنیا میں سوائے دولت کے اور کوئی رشتہ دار نہ تھا ٹینا! اور میرا بھی غریبی کے علاوہ اور کوئی پرسان حال نہیں۔ تم بھی میری طرح بالکل تنہا تھیں بالکل تنہا۔

(صادق سر پکڑ کر چوکی پہ بیٹھتا ہے۔ بگا لالٹین لے کر آتا ہے)

بگا : لالٹین آ گئی آپا جی۔

عذرا : (اندر سے) لے آیا لالٹین۔

بگا : ہاں جی ———— اب جاؤں آپا جی ؟

عذرا : (اندر سے) ذرا ٹھہر ایک منٹ۔

صادق : (آہستہ) میں کون ہوں۔ یہ کونسی جگہ ہے ؟ ———— میں یہاں کس لئے ٹھہرا ہوا ہوں۔

(قدموں کی ہلکی سی آواز فیڈ ان ہوتی ہے)

یہ کس کا گھر ہے ؟ ———— کیسا گھر ہے ؟

(عذرا باہر آتی ہے ہاتھ میں گلاس ہے بگّے کے کان میں کچھ کہتی ہے آپ وہیں پر آمدے
میں کھڑی رہتی ہے بگا گلاس لئے صادق کے پاس آتا ہے)

بگّا : یہ دودھ پی لیجئے بھائی جان۔

صادق: (پلٹ کر) دودھ؟ وہ کس خوشی میں؟

بگّا : آپا جی نے بھیجا ہے۔ بھائی جان آپا جی کے پاس شہد کی شیشی ہے وہ میاں جی کو بھی دودھ
میں شہد ڈال کر دیا کرتی ہیں۔

صادق: (پکڑ کر) دودھ اور شہد! میرے لئے؟ شکریہ

بگّا : میں جاؤں جی گھر؟

صادق: ہاں بھئی جاؤ رات بہت ہو گئی ہے

بگّا : السلام علیکم جی

صادق: وعلیکم السلام اور دیکھو راہ میں رکتے نہ جانا

بگّا : (جاتے ہوئے) نہیں جی

(چلا جاتا ہے۔ صادق گلاس کو چوکی پہ رکھتا ہے)

صادق: (آواز دے کر) عذرا!

عذرا : (دور سے) جی

صادق: یہاں آؤ ذرا۔

(عذرا پاس آتی ہے)

صادق: یہ ملّا جی تمہیں اکیلا چھوڑ کر کیوں چلے جاتے ہیں ہمیشہ؟

عذرا : (حیران ہو کر) جی؟

صادق: مجھ جیسے لوگوں سے بچا کر رکھنا چاہیئے تم جیسی لڑکیوں کو۔

عذرا : میں سمجھی نہیں جی آپ کی بات

صادق: یہ دودھ کس لئے بھیجا تھا تم نے؟
عذرا: پینے کے لئے جی۔
صادق: میری پیاس کو نہیں پہچانتی ہو؟
عذرا: (گھبرا کر) جی
صادق: شراب پینے والے دودھ نہیں پیا کرتے سنا انہیں دودھ شہد اور نیکی سے نفرت ہوتی ہے۔
عذرا: (جانے کے انداز میں) میں جاؤں جی
صادق: میں جا رہا ہوں عذرا
عذرا: (گھبرا کر) جی ——— کہاں؟
صادق: جہاں میں ہر روز جایا کرتا ہوں
عذرا: (آہستہ) آپ نہ جایا کریں جی
صادق: اگر مجھے نہ جانے کے لئے کہو گی تو پھر میں ایسے جاؤں گا کہ میرا لوٹ کر آنا ناممکن ہو جائیگا۔
عذرا: (گھبرا کر) پھر آپ ضرور جائیں جی
(صادق چلتا ہے)
صادق: (ایک دم رُک کر) دس روپے ہیں تمہارے پاس؟
عذرا: جی ——— ہیں تو سہی ——— لیکن
صادق: میں تمہارا سارا قرض لوٹا دوں گا پائی پائی
عذرا: یہ بات نہیں ہے جی
صادق: جب میں اس گھر سے جاؤں گا تو ایک منی آڈر آئے گا تمہارے نام۔ ساری رقم یک مشت ادا کر دی جائے گی تمہاری ایک ایک پائی۔
عذرا: (پلے سے دس روپے کھول کر) کاش آپ ایسی باتیں نہ کیا کریں۔

صادق : میں اسی لئے تو پیتا ہوں عذرا کہ ایسی باتیں مجھے نہ سوجھیں میرا دماغ سن ہو جائے میں تلخ
باتیں نہ کروں۔ سمجھتی ہو میری پیاس کو

عذرا : (منہ پھیر کر) آپ اس قدر ظالم کیوں ہیں ؟

صادق : پیسے دوگی کہ کہیں اور جا کر بھیک مانگوں

عذرا : (دس روپے بڑھاتی ہے) لیجئے - آپ لوگوں کو دکھ دے کر خوشی محسوس کرتے ہیں شاید۔

صادق : کچھ لوگوں کو اگر دکھ نہ دیا جائے عذرا تو وہ غمزدہ رہتے ہیں ان لوگوں میں سے ایک تم بھی ہو۔

(عذرا سر جھکا کر سسکی بھرتی ہے)

صادق : (جاتے ہوئے) مجھ جیسے انسان پر آنسو ضائع نہیں کیا کرتے (چلا جاتا ہے)

(بشیر آتا ہے)

بشیر : (آکر) لیجئے آپا جی - یہ رہا دھنیا اور یہ گرم مسالہ - پہلے میں کریانہ سٹور پر گیا تھا وہ بند تھا
جی پھر بابو کی دکان پر ——— آپ رو رہی ہیں باجی

عذرا : (چیزیں پکڑ کر) گھر بھاگ جاؤ بشیر بہت دیر ہو گئی ہے۔

بشیر : جب تک میاں جی نہ آئیں میں یہیں نہ رہوں جی۔

عذرا : (سسکی) نہیں نہیں تم جاؤ اب۔ مجھے اب کچھ نہیں چاہیئے

بشیر : سلام علیکم آپا جی۔

(عذرا چلتی ہوئی برآمدے کے ستون تک پہنچتی ہے پھر ستون کے ساتھ ماتھا ٹیک کر پھوٹ
پھوٹ کر روتی ہے۔ میاں جی آتے ہیں۔ عذرا کو روتا دیکھ کر پاس آتے ہیں)

(ہاتھ میں ایک لفافہ ہے)

میاں : تو پھر رو رہی ہے بیٹا - (کندھے پر ہاتھ رکھ کر) کیا بات ہے۔؟

عذرا : (بوکھلا کر) کچھ نہیں جی ——— بس یونہی ——— کچھ نہیں ابا جی
(جلدی جلدی آنسو پونچھتی ہے) ایسے ہی جی

میاں : میرے ہوتے ہوئے تیری آنکھوں میں آنسو کیسے۔

عذرا : ایسے ہی اباجی۔ آپ بہت جلد لوٹ آئے عشاء کی نماز نہیں پڑھی آپ نے۔

میاں : پتہ نہیں کیا بات تھی۔ یونہی بیٹھے بیٹھے تمہارا خیال آ گیا اور میں بازار چلا گیا۔

(چلتا ہوا چوکی تک جاتا۔ پیچھے پیچھے عذرا آتی ہے)

جانے والوں کو اس قدر یاد کرو تو ——— ان کی روح کو تکلیف ہوتی ہے تیری بہشتی ماں کہا کرتی تھی۔ دیکھنا عذرا کے ابا مجھ پر آنسو ضائع نہ کرنا یہ تو آزمائش کا وقت ہے یہ جدائی تو تھوڑے عرصہ کی ہے۔

(باپ چوکی پر بیٹھتا ہے عذرا اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتی ہے)

عذرا : آپ نے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ——— کہ اماں کی باتیں نہیں کریں گے

میاں : میں کب کر رہا ہوں اس کی باتیں۔ چلی گئی اپنے خالق کے پاس اس کی مرضی اس کے خالق کی مرضی ——— یہ دیکھ میں تیرے لئے چوڑیاں لایا ہوں۔

(منہ پرے کر کے سسکی بھرتی ہے)

دھانی رنگ کی ہیں تجھے یہ رنگ پسند ہے نا عذرا ——— یہ دودھ کا گلاس کیوں پڑا ہے اس طرح۔

عذرا : لائیے مجھے دیجئے ابا۔ میں اندر لے جاؤں۔

میاں : لو! ———

(عذرا گلاس لے کر بھاری بھاری قدم دھرتی اندر جاتی ہے چوڑیاں میاں کے ہاتھ میں رہ جاتی ہیں۔)

تیسرا ایکٹ

تیسرا سین

(وہی منظر۔ شام کا وقت
میاں جی چہ بچہ کی منڈیر پر بیٹھے وضو کر رہے ہیں۔ عذرا آنسو پونچھتی اندر کی طرف جا رہی ہے۔ یک دم میاں جی وضو کرنا چھوڑ دیتا ہے کچھ سوچتا ہے پھر کلمہ پڑھتا ہے ٹاٹ اٹھا کر صادق آتا ہے)

صادق: آپ ابھی تک گئے نہیں مسجد کو۔

میاں: بس جا ہی رہا تھا۔

صادق: میں اپنا رومال بھول گیا تھا اسے لینے آیا ہوں

باپ: بس مجھے وضو کر لینے دو تو اکٹھے ہی نکلتے ہیں باہر۔

(عذرا رومال نکال کر آتی ہے)

عذرا: لیجیے رومال

صادق: شکریہ!

باپ : بیٹا ذرا میری لنگی مرمت کر دینا نیلی کنی والی۔ کنارے سے پھٹ گئی ہے ذرا سی۔

عذرا : اچھا جی (چلی جاتی ہے)

صادق : میں تو پھر چلتا ہوں طا جی۔

باپ : ذرا ادھر آنا میرے پاس

(منہ کو چار خانے کے بڑے رومال سے پونچھتا اٹھتا ہے اور چوکی پر جا کر بیٹھ جاتا ہے)

صادق : (پاس آکر) فرمایئے۔

میاں : بیٹھ جاؤ

صادق : (بیٹھ کر) جی فرمایئے۔

میاں : عذرا روتی رہتی ہے ہر وقت

صادق : جی ؟

میاں : میں عذرا کا باپ ہوں ساری عمر پوسٹ ماسٹری کی۔ بڑی قلیل تنخواہ میں اسے بڑی جانفشانی سے پالا ہے۔ میرا سب کچھ وہی ہے مجھ سے اس کے آنسو برداشت نہیں ہوتے۔

صادق : لیکن یہ آپ مجھ سے کیوں کہہ رہے ہیں ؟

باپ : میرا جی چاہتا ہے کہ تم سا بھلا نوجوان میرے دکھ میں شریک ہو جائے۔

صادق : (زہر خند) مجھ سا بھلا نوجوان ؟

میاں : میں نے کئی مرتبہ یہ بات تم سے کہنے کی کوشش کی لیکن ہر مرتبہ زبان پکڑی گئی پر آج میری بیٹی کے آنسوؤں نے مجبور کر دیا ہے۔

صادق : فرمایئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

باپ : میرا سب سے قیمتی سرمایہ عذرا ہے اگر میں یہ پونجی تمہیں دینا چاہوں تو ——— تو تم قبول کر لو گے ؟

صادق : میں آپ کو کیسے بتاؤں کہ آپ کا سرمایہ کس قدر قیمتی ہے اور میرے ہاتھ کس قدر کمزور اور ناپاک ہیں۔ آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ ——— کہ میں اس تحفے کے قابل نہیں۔ میرا وجود سخت گھناؤنا اور میرا ماضی بھیانک ہے اگر کہیں آپ اسے ایک نظر دیکھ لیتے تو مجھ سے یہ نہ کہتے۔

میاں : مجھے تمہارے ماضی سے کوئی سروکار نہیں۔ میں تو صرف تمہارے حال سے واقف ہوں

صادق : آپ کو شاید علم نہیں .... آپ شاید نہیں جانتے کہ میں شراب پیتا ہوں۔ میں .... جو یوں اچانک شام کو غائب ہو جاتا ہوں تو ——— مجھے شراب کی طلب باہر لے جاتی ہے میں اس قدر بدطینت اور ذلیل ہوں کہ آپ کو بتائے بغیر عذرا سے پیسے لے لیتا ہوں۔ شراب پیتا ہوں جوا رکھیلتا۔ آپ مجھ جیسے بدقماش شرابی کی گھاتوں سے واقف نہیں ہیں

میاں : جوانی بہت ہی معصوم اور بہت نادان ہوتی ہے صادق۔ اس کی غلطیاں اتنی سنگین نہیں ہوتیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔ اللہ نے چاہا تو تم خود ہی یہ راہ چھوڑ دوگے۔ ہم تمہیں کبھی نہیں روکیں گے۔ یہ میرا تمہارا وعدہ رہا میں تمہیں کسی چیز سے منع نہیں کرونگا۔

صادق : ڈائن بھی دس گھر چھوڑ کے کھاتی ہے ملاجی ——— میں نے بھی آپ کا گھر چھوڑ دیا ہے۔

میاں : نماز کا وقت تنگ ہے (اٹھتے ہوئے) سوچ لو صادق اچھی طرح۔ میں تم پر کسی قسم کا دباؤ ڈالنا نہیں چاہتا۔ یہ خوشی کا سودا ہے اپنی پسند کا سودا ہے ———
میں تو فقط خودغرضی .... کے تحت یہ سب کچھ کہہ رہا تھا۔
ورنہ ——— اصل میں تو مجھے تم سے یہ بات کبھی نہیں چاہیئے تھی۔ تم سے تو کیا اپنے آپ سے بھی اسکا ذکر نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

صادق : (آہستہ) اباجی

میاں : (جاتے ہوئے) عذرا کو بتا دینا میں عشار کی نماز کے بعد لوٹوں گا۔

صادق : جی بتا دوں گا۔

(میاں جی کے چلے جانے کے بعد صادق خاموش کھڑا ہے صرف اس کی پتلیاں اس طرح گھومتی ہیں۔ جیسے گہری سوچ کے گڑھوں میں ڈوب ڈوب کر ابھر رہا ہو)

صادق : (آہستہ) عذرا ——————— (وقفہ)

(عذرا آتی ہے)

عذرا : جی!

صادق : تم پھر روئی ہو آج

عذرا : (سر جھکا کر نفی میں جواب دیتی ہے)

صادق : کیوں اپنے آنسو ضائع کرتی ہو گی۔ کبھی ریگستان میں بہار کی بارش سے شگوفے کھلے ہیں۔ کبھی اشکوں کی سیال گاڑی میں جانے والے لوٹے ہیں؟

عذرا : آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں صادق؟

صادق : (منہ پرے کر کے) میری روح مجھ سے کب کی جدا ہو چکی ہے عذرا میں اس دنیا پر سے یوں گزر رہا ہوں جیسے دھوپ گھڑی پر سے سایہ تمہارے آنسو اور میری آہیں اسے واپس نہیں بلا سکتے۔ جب کبھی تم ہنستی ہو تو زندگی پر اعتماد بڑھ جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ——————— جیسے میرے سارے پچھلے گناہ دھل گئے ہیں۔ میں پاتال کی سلگتی فضا سے نکل کر سبز سبز دیودار اور چیڑ کے درختوں تلے آ بیٹھا ہوں۔ اور فضا کی خنکی میری جھلستی ہوئی آنکھوں کو تھپتھپا رہی ہے۔

عذرا : آپ بیٹھ جائیں ناں؟

صادق : تم نے آج تک مجھ سے کبھی کچھ نہیں پوچھا۔ میں کدھر سے آیا ہوں کون ہوں کیا ارادے رکھتا ہوں؟ میرا قیام کب تک ہو گا اور کیوں ہو گا۔

عذرا : ہم ایسے سوال کیسے پوچھ سکتے ہیں جی؟

صادق : تمہاری اور تمہارے اباجی کی رواداری سے پتہ ہے کیا ہوا ہے؟

عذرا : جی؟

صادق : ہمارے درمیان ایک ایسا رابطہ پیدا ہوگیا ہے جو خودرو گھاس کی طرح ہر پابندی سے
آزاد بڑھتا اور پھیلتا چلا جاتا ہے۔ اور کسی کو اس کا علم نہیں ہوتا۔

عذرا : آپ ہمیں اچھا سمجھتے ہیں جی؟

صادق : مجھے تم دونوں کے اعتماد سے خوف آتا ہے عذرا مجھے یوں لگتا ہے جیسے اس اعتماد کے پیچھے
ایک پھندا لٹک رہا ہے امارت کی طرح نظر فریب اور مفلسی کی طرح لجاجت آمیز۔

عذرا : کیسی باتیں کرتے ہیں آپ؟

صادق : میں جا رہا ہوں عذرا۔

(عقب میں قدموں کی ہلکی ہلکی آواز ابھرتی ہے)

میں جا رہا ہوں عذرا میں جا رہا ہوں۔ جب کوئی پھندا مجھے پھنسانے لگتا ہے تو یہ آواز
میرے اندر ابھر کر مجھے خبردار کر دیتی ہے۔

عذرا : کہاں جا رہے ہیں آپ سنیئے ——— دیکھیئے ——— رکیئے

صادق : (رُک کر) اب میں لوٹ کر نہیں آؤں گا۔

(آواز بالکل ہلکی ہو جاتی ہے)

جانتی ہو؟ کیوں

عذرا : (سسکی بھر کر) جی نہیں۔

صادق : تم نے اباجی کی باتیں سنی ہیں ناں سچ بتاؤ سنی ہیں ناں

(آہستہ سے سر ہلاتی ہے)

تم بہت نازک ہو عذرا! ـ بے حد بھولی ہو۔ تم پرانی حویلی کے ڈھلوان طاقچے میں کبوتری

کا وہ انڈا ہو جس کے سامنے ایک تنکا اس کی روک بنا ہوا ہے ـــــــــ
اور میں جھڑکوں میں گونجنے والی تند ہوا ہوں۔ تم بہت نازک ہو عذرا اور میں دلوں کی
پاسبانی کا فن نہیں جانتا۔

عذرا : آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔

صادق : ان کو سمجھنے کی کوشش بھی نہ کرنا عذرا ـــــــــ تم .... تم ابا جی
سے کہنا میں اپنے آپ کو
اس تحفے کے لائق نہیں سمجھتا۔ مجھے اپنے آپ پر اعتماد نہیں ہے میری یہ بات تو سمجھتی ہو نا؟
(آہستہ سے عذرا اثبات میں سر ہلاتی ہے)
میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا عذرا۔ صرف دعا کر سکتا ہوں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں
کہ دعا کس طرح کی جاتی ہے اور کس سے کی جاتی ہے۔

(صادق چلتا ہے)

عذرا : (آہستہ) صادق!

صادق : (آہستہ سے لوٹتا ہے) کچھ لوگ اس جہاں میں بالکل ناکارہ ہوتے ہیں۔ بے مصرف پیدا
ہوتے ہیں اور اپنا نشان چھوڑے بغیر مر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے زندگی کی کھاد
بنتی ہے ـــــــــ اور تم جیسی لڑکیوں کے سہرے کے پھول اسی کھاد سے
اگتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی زندگیوں میں ویسے ہی بے مصرف ہوتے ہیں جیسے کھاد کے
گڈھے سے باہر کٹی ہوئی ہری شاخیں اور بچے ہوئے سرسبز پتے
(یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھتا ہے)

عذرا : میں اس دنیا میں بہت اکیلی ہوں صادق
(صادق دروازے کے پاس بت بنا کھڑا ہے)
صادق صاحب سنئے تو

(صادق جیب میں سے شراب کی بوتل نکال کر واپس آتا ہے)

صادق : یہ بوتل سنبھال کر رکھنا اور اپنے بچوں کو دکھا کر کہنا کہ یہ ایک ایسے ذلیل آدمی کے گناہوں کی نشانی ہے جو شاید بنا کفارہ ادا کئے پشیمانی کی منزل کی جانب بڑھا اور پھر لوٹ کر نہیں آیا۔

عذرا : (سسکی)

(بوتل عذرا کے ہاتھ میں تھما کر لوٹتا ہوا صادق چلتا ہے)

صادق : میں زندگی کے گول سوراخ میں چوکور کیل ہوں عذرا میں وہ ریگ رواں ہوں جو آندھیوں کے ساتھ دُور دُور بھٹکتی ہے اور اسے کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں ملتا۔

(قدموں کی مدھم آواز گونج بن کر سارے ہال پر چھا جاتی ہے عذرا ستون کیساتھ ماتھا ٹیک کر سسکیاں بھرتی ہے۔ صادق جاتا ہے۔ چند ثانیے بعد حنیف لگاّ اور بشیر آتے ہیں۔

تینوں : ملوانیاں دا دیں تے ایمان روٹیاں ــــ ــــــــ روٹیاں ــــــ روٹیاں۔

عذرا : (سسکیاں) جاؤ اس وقت کیوں آئے ہو چلے جاؤ ـــــــــــــ جاؤ یہاں کیوں آئے ہو۔

لگاّ : بھائی جان نے بھیجا ہے جی ہمیں۔

بشیر : بھائی جان کہتے تھے جب تک میاں جی نہ آئیں۔ تم گھر پر ہی رہنا۔ آپا جی اکیلی ہیں

عذرا : (عذرا اندر جاتی ہے)

(جاتے ہوئے) تو خاموشی سے بیٹھ کر پڑھو۔ شور کیا تو باہر نکال دوں گی۔

(تینوں بچے حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں۔ پھر طاق میں سے سیپارے نکال کر ٹاٹ پر بیٹھتے ہیں۔ لیکن پڑھتے نہیں میاں جی آتے ہیں)

میاں : (جیسے جلدی میں ہوں) عذرا ـــــــــ عذرا بیٹی ـــــــــ عذرا۔

(باہر آکر) جی ابا جی

میاں : وہ بیٹی میں اپنا یازدہ بھول گیا تھا۔ تم پھر رو رہی ہو۔؟

بشیر : میں لاؤں جی اندر طاق میں پڑا ہے لفافے کے پاس ....

میاں : تم پھر رو رہی ہو بیٹے —— ہاں لاؤ بشیر

(بشیر اندر بھاگ جاتا ہے)

عذرا : کچھ نہیں ابا جی —— یونہی

میاں : تمہیں مجھے اتنی تکلیف نہیں دینی چاہیئے عذرا۔ اب میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں۔

عذرا : ابا جی میں کیا کروں ؟ میں —— میں بہت کوشش کرتی ہوں، بہت ضبط کرتی ہوں۔

(بشیر آتا ہے ایک ہاتھ میں چوڑیوں کا لفافہ اور دوسرے ہاتھ میں یازدہ ہے)

میاں : صادق کہاں ہے۔

عذرا : (لب کاٹ کر) باہر گئے ہیں جی ——

(یہ کہہ کر وہ جلدی سے پیچھے کی طرف مڑتی ہے جیسے آنسوؤں نے اس پر ہلّا بول دیا ہو)

(بشیر کے ساتھ ٹکراتی ہے چوڑیاں ایک چھناکے سے فرش پر گرتی ہیں عذرا لمحہ بھر کے لئے رکتی ہے اور پھر بھاگ کر اندر چلی جاتی ہے)

میاں : ارے ظالم کیا گرا دیا ؟

بشیر : آپا جی کی چوڑیوں کا لفافہ تھا جی —— (لفافہ اٹھاتا ہے)

میاں : تو تو کیوں اٹھا لایا تھا یہ ؟

بشیر : جی میں آپا جی کو دینے کے لئے لایا تھا۔ وہاں طاق میں پڑا تھا جی کئی دن سے۔

(جھک کر لفافہ بشیر کے ہاتھ سے لیتا ہے، ذرا سی غفلت نے ساری چوڑیاں توڑ دیں

اس کی۔

(خان صادق کو کندھے پر اٹھائے داخل ہوتا ہے۔ صادق کا سر ماتھا مٹی لہو اور تنکوں سے لتھڑا ہے۔ پہلو سے خون جاری ہے)

خان : (صادق کی آنکھیں بند ہیں) او ماشٹر جی تمہارا مزمان بڑا دلیرا ے بہت جانباز اے جنے کا بچہ ہے۔

میاں : کیا ہوا ———— کیا ہوا صادق کو

خان : (آگے بڑھتے ہوئے) ادھر واقعہ ہوا ہمارے ٹال کے سامنے۔

میاں : ادھر لے آؤ چوکی پر۔ ادھر ادھر ————

(بچے سٹیج کے وسط میں چوکی لگاتے ہیں)

عذرا تکیہ لانا بیٹی بھاگ کر ———— تکیہ گرم پانی اور روئی۔

خان : ہم تو اس کو لیکا چارسوبیس سمجھتا تھا۔ پر یہ تو جانباز کا بچہ نکلا ماشٹر جی۔

(صادق آنکھ کی جھری سے خان کو دیکھتا ہے۔ اتنی سکت نہیں کہ بول سکے بگا بھاگ کر اندر جاتا ہے۔ حنیف پانی کا گلاس لاتا ہے۔ بشیر اٹھ کر پاؤں دبانے لگ جاتا ہے۔ اس دوران خان جاری رہتا ہے)

ادھر سے کالج کا ایک لڑکی گزرا ماشٹر جی۔ اچھا لڑکی ہے بچارا۔ ہر روز گزرتا ہے۔ ہمارے ٹال کے سامنے سے۔

(عذرا تکیہ لاتی ہے دیکھتی ہے یک دم ششدر رہ جاتی ہے میاں جی ہاتھ سے تکیہ پکڑ کر اس کے سرہانے رکھتے ہیں)

میاں : بھاگ کر گرم پانی روئی اور کوئی پرانی چادر لاؤ اس کے زخم لپیٹنے کو۔ میں ڈاکٹر صاحب کو بلا لاتا ہوں۔

(عذرا بھاگ کر جاتی ہے)

بگا : (کپڑا ہاتھ میں لے کر آتا ہے) میں جاؤں جی؟
صادق : (نقاہت سے) ذرا ٹھہریئے ڈاکٹر بھی آجائے گا۔
میاں : کیسی طبیعت ہے صادق میاں

(صادق اثبات میں سر ہلاتا ہے جیسے کہہ رہا ہو اب اچھی ہے)

بگا : میں جاؤں میاں جی
میاں : نہیں میں خود جاؤں گا (آواز دے کر) پانی میں تھوڑی سی لال دوائی ملا لینا عذرا۔
خان : بڑا دلیر جوان ہے ماسٹر جی۔ اس لڑکی کو تین گنڈوں نے چھیڑا ہمارے سامنے۔ یہ اُدھر سگرٹ لے رہا تھا کوکے پر ——— اس نے آگے بڑھ کر منع کیا ماسٹر جی بڑی دلیری کے ساتھ ایک گنڈہ بولا کیوں تمہارا محبوب ہے جو ہم کو روکتا اے " اس نے ایک مکا دیا۔ کس کر ایسا مانک ——— بڑا دلیر ہے تمہارا مزمان۔ پر دوسرے نے پکڑ لیا اس کو بازو سے اور تیسرے نے چاقو مارا ——— سینے پر چڑھ کر ——— آٹھ انچ کمانی دار چاقو تھا ماسٹر جی ——— فولادی ام نے دیکھا اے اپنے ٹال سے

(عذرا گرم پانی کا کٹورہ روئی اور کپڑا لے کر آتی ہے)

صادق : (سر اٹھا کر) ملا جی ——— اس واقعے کو کہیں میری نیکیوں کی فہرست میں نہ لکھ لیجئے گا ——— میں تو میں نے تو ——— یونہی ادھر دیکھا تھا تفریحاً ——— لیکن اس لڑکی کی امداد طلب نظریں میرے قدموں سے لپٹ گئیں۔ ——— مجھے یوں لگا جیسے اس بھرے شہر میں وہ اکیلی ہے ——— عذرا کی طرح ——— (مشکل سے) جیسے وہ کسی گاؤں سے آئی ہے۔ اپنا مستقبل سنوارنے ——— بالکل میری طرح ——— مجھے یوں لگا جیسے انہوں نے مجھ پر حملہ کر دیا ہے۔ میں نے اپنا آپ بچانے کے لئے مکہ مارا تھا۔ میں نے وہ نہیں کیا

جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ آپ ملا آدمی ہیں اس واقعے کو میری نیکی کی فہرست میں نہ لکھ لیجئے گا۔ میں وہ نہیں جو اس وقت آپ سمجھ رہے ہیں۔

(نقاہت سے آنکھیں بند کرتا ہے)

خان : ام ڈاکٹر کو بلاتا ہے ماسٹر جی ابھی جا کر لاتا ہے۔ اس کو

(خان جلدی سے جاتا ہے)

میاں : تھوڑا سا دودھ لے آؤ عذرا شہد ڈال کر

صادق : (دکھ سے) دودھ.........شہد.........اور عذرا ——— ایسی نعمتوں کا وعدہ ہم ایسے لوگوں کے ساتھ نہیں ہے ملا جی ———

میاں : دودھ لاؤ بیٹا ———

عذرا : دودھ نہیں ہے ابا جی

میاں : مجھے گلاس دو میں ابھی جا کر لے آتا ہوں۔ تم تینوں آرام سے بیٹھ کر پڑھو۔ چھوڑ دے ٹانگیں بگّے آرام کرنے دے اسے اٹھ جاؤ تینوں اور آرام سے سبق یاد کرو۔

(تینوں ناظرین کی طرف پشت کئے مسکین صورت بیٹھ جاتے ہیں۔ سپارے کھولتے ہیں لیکن گم سم بیٹھے ہیں۔ عذرا سر کی طرف چپ کھڑی ہے)

صادق : (آواز دے کر) ٹھہرو ملا جی ——— رک جایئے (میاں جی جاتے ہیں) ایسی نعمتوں کا وعدہ ہم ایسے لوگوں کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ معمولی سا گھاؤ ہے۔ خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ (آہستگی کے ساتھ) وہ لڑکی اکیلی تھی ——— تنہا تھی ——— اور اس کی آنکھوں میں آنسو تھے ——— عذرا کی طرح ——— اور اس نے مجھے اسی طرح بلایا تھا۔ اسی طرح روکا تھا۔ اسی طرح پکارا تھا۔ اسی طرح اسی طرح ....

(صادق لمبا سا سانس لیتا ہے سسکی بھرتا ہے اور پھر اس کی گردن ایک طرف کو مڑ

جاتی ہے۔ عذرا تڑپ کر پاس بیٹھتی ہے اور اس کی بانہہ پر سر رکھ کر سسکیاں بھرنے لگتی ہے لڑکے جواب تک گم سم دیکھ رہے تھے یکدم وحشت سے اونچے اونچے پڑھنے لگتے ہیں منظر پہ اندھیرا چھا جاتا ہے)

لڑکے: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ
هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ
فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ
اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ
الضَّاۗلِّيْنَ ○ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا
رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ
بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○
اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

(بچے یہ آیت پڑھتے رہتے ہیں۔ پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے۔ پردہ گر چکنے کے بعد بھی ان کی آواز آتی رہتی ہے)